سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱۶۵

جزیرۃ العرب

جغرافیہ، تاریخ، تہذیب و ثقافت

جزیرہ نمائے عرب جس کا مرکزی خطہ علاقۂ حجاز ہے، جہاں سے اسلام کی اولین شعاعیں نکلیں، کن خطوں پر مشتمل ہے، عصر اول میں ان کی کیا خصوصیات رہی ہیں، ان سب باتوں کا جغرافی اور ثقافتی جائزہ

تیسرا ایڈیشن اہم اضافوں اور ترمیمات کے بعد

دوسرا ایڈیشن اہم اضافوں اور ترمیمات کے بعد

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

مقدمہ: از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء

نام کتاب .... جزیرۃ العرب

نام مؤلف .... مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

کتابت .... ظہیر احمد کاکوروی مرحوم

صفحات ۳۹۲

طباعت .... کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ

تعداد اشاعت .... (۱۰۰۰)

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، فون: 0522-2741539

فیکس نمبر: 0522-2740806، ای میل: info@airpindia.com

اردو ـــــ تیسرا ایڈیشن (اہم اضافوں و ترمیمات کے بعد)

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

فہرست ملحقات کتاب

فہرست عناوین

"جزیرۃ العرب"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از:۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ جس شہر اور گھر میں رہتا ہے، اس کے حالات، ماحول، جائے وقوع، اندرونی اور بیرونی نقشہ اور ساتھ بسنے والے انسانوں کے حالات و خصوصیات سے واقف ہونا چاہتا ہے، یہ انسان کی ایک فطری اور جائز خواہش ہے، اور اس کی زندگی اور زندہ دلی کا ثبوت، ہمارا سکونتی اور عارضی شہر اور گھر کوئی ہو بحیثیت مسلمان کے ہمارا وسیع شہر اور گھر اسلامی دنیا اور اس میں بھی ہمارا دینی اور روحانی مرکز اور ہماری رُوح، عقیدہ اور ہماری اسلامی تہذیب کا گہوارہ اور وطن مالوف جزیرۃ العرب ہے، ایک مسلمان کا ذہنی اور طبعی تقاضہ اور دینی اور اسلامی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اس وسیع شہر اور گھر سے واقف ہو، اس میں بسنے والے انسانوں کے عادات و اطوار، طریق ماندو بود، وہاں کی قدرتی صلاحیتوں، ان ممالک کے طبعی خصوصیات سے واقف ہو، مسلمان کہیں بھی رہے، اس کو عالم اسلام اور اسلامی اقوام کے حالات سے بیگانہ اور بے نیاز ہو کر رہنا زیب نہیں دیتا، خاص کر جزیرۃ العرب کے جغرافی اور طبعی حالات سے واقف ہونا یوں بھی ضروری ہے کہ اسلام کی ساری ابتدائی تاریخ اور سیرت نبوی اسی سرزمین سے وابستہ ہے،

جو لوگ اس سرزمین، اس کے مقامات کے جغرافیہ، قبائل کے مرکز، اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ، ان کے گردوپیش کے حالات سے بالکل ناآشنا ہو کر سیرت اور تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ چلتے چلتے کسی اندھیری سُرنگ میں آگئے، بلکہ خود حدیث شریف سے پورا استفادہ اور بعض روایات کا پورے طور پر سمجھنا واقعات کی خاص نوعیت واہمیت کا اندازہ لگانا بھی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ آدمی عرب کے جغرافیہ اور مقامات کے جائے وقوع، ان کے آپس کے تعلق کا کم سے کم کوئی اجمالی تصور رکھتا ہو، خیبر کس طرف واقع ہے، تبوک مدینہ سے کس سمت میں ہے، کیا مدینہ میں داخل ہونے والے کا استقبال اس گیت سے کیا جاسکتا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم پر چودھویں رات کا چاند ثنیات الوداع کی جانب سے طلوع ہوا اور کیا یہ مکہ معظمہ کی طرف سے آنے والے کے حسبِ حال ہے، یا تبوک کی جانب سے، آداب طہارت میں "ولکن شرّقوا وغرّبوا" (یا تو مشرق کی طرف منھ کرو یا مغرب کی طرف) کی اہل مدینہ کو ہدایت کس بناء پر تھی، مرّ الظّہران جس کا احادیث میں اور حج کی روایات میں بار بار ذکر آتا ہے، کون سا مقام ہے، اور اب اس کا کون سا نام ہے، طائف مکہ معظمہ سے کس جانب واقع ہے، اور حنین اوطاس کا اس سے کیا تعلق ہے، بدر و اُحد میں کیا فرق ہے، اور مدینہ سے ان کے فاصلے کا کیا تناسب ہے، یہ اور اس قسم کے بیسیوں سوالات ہیں، جن کے بارے میں صحیح روشنی، مقاماتِ مقدسہ اور حجاز کے جغرافیہ کے بغیر نہیں حاصل ہوسکتی، اور ان ضروری معلومات کے بغیر سیرت وحدیث کا طالب علم ہمیشہ ایک طرح کی تاریکی اور ذہنی اُلجھن میں گرفتار اور بہت سی غلط فہمیوں کا شکار رہے گا۔

حدیث وسیرت اور تاریخ اسلام سے قطع نظر (جو ایک مسلمان کے لئے زیادہ اہم

اور مقدم ضرورت ہے) ادب عربی کا طالب علم بھی اپنا علمی سفر کامیابی کے ساتھ طے نہیں کر سکتا، عرب کے شعراء کی بڑی تعداد اور چوٹی کے شعراء نجد کی سرزمین سے کیوں اٹھے اور غزل گوئی کا فروغ خاص طور پر وہیں کیوں ہوا، اجا و سلمیٰ کہاں واقع ہیں، اور بنی طی کہاں آباد تھے، بنو منذر اور اہل حیرہ کی ریاستیں کہاں واقع تھیں، اور وہاں تہذیب و تمدن نے کیوں فروغ حاصل کیا، تہامہ کس کس حصہ کو کہتے ہیں، اور اس کی رات اپنی خنکی اور خوشگواری میں کیوں ضرب المثل ہے، یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو حماسہ اور سبعہ معلقہ اور جاہلی دواوین کا پڑھنے والا نہ نظر انداز کر سکتا ہے، اور نہ محض اپنی ذہانت اور قیاس سے حل کر سکتا ہے، نہ ان تلمیحات اور اشارات کا ذوق لے سکتا ہے، جو شعراء عرب کے کلام میں بار بار آئے ہیں۔

ان سب وجوہ و حقائق کی بنا پر ضروری تھا کہ پڑھے لکھے اور صاحبِ ذوق مسلمانوں کے لئے عام طور پر، اور مدارس عربیہ کے طلباء اور فضلاء کے لئے عالم اسلام اور جزیرۃ العرب کے جغرافیہ پر ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی، جو محض خشک اور جغرافیہ کی اصطلاحی کتاب نہ ہو بلکہ اس میں سیرت و تاریخ اور عربی ادب اور اہل عرب کے کلام کو پیش نظر رکھا جائے اور اس میں قدیم و جدید مآخذ سے اور تازہ ترین تصنیفات سے بھی استفادہ کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ ہمارے عزیز مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی نے ضرورت کو بڑی حد تک پورا کیا ہے، وہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں ادب عربی کے استاد ہیں، اور عالم اسلام اور جزیرۃ العرب کے جغرافیہ سے ان کو طبعی ذوق ہے، حجاز میں ایک سال سے زائد قیام کر چکے ہیں، اور عراق اور خلیج فارس کی متعدد ریاستوں اور علاقوں کا سفر کر چکے ہیں، تازہ عربی رسائل و مطبوعات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، اور

انگریزی سے بھی واقف ہیں، اس لئے وہ اس کام کے لئے بہت موزوں تھے، اور کتاب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ انھوں نے اپنی مناسبت اور صلاحیت کا توقع سے زیادہ ثبوت دیا، ان کی یہ بھی بڑی خوش قسمتی تھی کہ ان کو اس سلسلہ میں اپنے خال معظم مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ ناظم ندوۃ العلماء سے استفادہ کا موقع ملا، میری نظر سے عالم اسلام اور جزیرۃ العرب کے جغرافیہ کا ان سے بڑا واقف نہیں گزرا، انھوں نے جزیرۃ العرب کے جغرافیہ پر عربی زبان میں بڑی محنت سے ایک کتاب لکھی تھی، اور عرب کے مختلف نقشے تیار کئے تھے، یہ کتاب بھی ندوۃ العلماء کے نصاب کے لئے لکھی گئی تھی، لیکن وہ اپنی مرضی اور معیار کے مطابق اس کی تکمیل نہیں کر سکے تھے، اور ان کو بعض جدید کتابوں کا انتظار تھا، جب وہ کتابیں شائع ہوئیں تو ان کو ان کتابوں سے استفادہ اور اپنی کتاب کی تکمیل کی فرصت نہ مل سکی، ہم سب لوگ جغرافیہ عرب کے سلسلہ میں اور اس کے مسائل و مشکلات کے حل کرنے میں انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے، پیش نظر حصہ ان کی نظر سے گزر چکا ہے، اور ان کا مشورہ اور رہنمائی مصنّف کو حاصل رہی ہے۔

الحمد للہ کہ ۱۹۶۳ء میں یہ کتاب مکمل ہو کر شائع ہو گئی، اور اس وقت سے وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں داخل ہے، متعدد اہل نظر فضلاء نے اس کو وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل، اور ہمارے مدارس عربیہ کے نصاب درس کے ایک محسوس ہونے والے خلا کو پُر کرنے کی کوشش قرار دیا، خاص طور پر ہمارے مخدوم و محترم مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مرحوم نے اس کی بڑی قدر افزائی کی، کتاب اگرچہ اپنے موضوع پر کم سے کم اردو میں ممتاز اور ایک حد تک منفرد حیثیت

رکھنی تھی، لیکن اس موضوع پر عربی میں نئی نئی کتابوں اور مضامین کے شائع ہونے کا سلسلہ جاری تھا، اور اسی کے ساتھ مصنف عزیز کا مطالعہ، تعلیمی تجربہ، اجمال کو قدرے تفصیل کے ساتھ اور تفصیل کو قدرے اجمال کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت کا احساس بھی جاری تھا، جو زندگی کی علامت اور ترقی پذیر، اور حقیقت پسند ذہن کی خاصیت ہے، اور جو ایک اچھے مصنف کا طرۂ امتیاز، اور ایک کامیاب تصنیف کے نفع و افادیت کے لئے شرط ہے، چنانچہ جب اس کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئی تو مصنف نے زمانہ کے لحاظ سے عہد رسالت کو کتاب کا محور، اور مرکزی نقطہ بنانے کی کوشش کی، اور جاہلیت، اور عہد رسالت کے ادب و شاعری کا بھی مختصر جائزہ پیش کیا، اس عہد کے سکّوں اور اوزان کا تذکرہ ذرا وضاحت سے کیا، جس سے حدیث و فقہ کے طالب علموں، اور سیرت پر کام کرنے والوں کو بھی مدد ملے گی، موسموں اور برجوں کا تذکرہ اور اس سلسلہ میں مشہور ستاروں کے تعلق، اور ان سے متعلق اصطلاحات کی بھی تشریح کی، عہد رسالت میں عربوں کی ثقافت، اور ان کی علمی واقفیت کا بھی کسی قدر ذکر کیا، اور قدیم اور سیرت و عہد رسالت سے خصوصی تعلق رکھنے والے مقامات کی تعداد میں بھی اضافہ کیا، اس کی رعایت سے اس حصہ میں جزیرۃ العرب کے جدید جغرافی اور سیاسی حالت کی مقدار کو نسبتاً کم کر دینا پڑا، یہ مضمون قدرے تفصیل کے ساتھ کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گا، اس طرح یہ ایڈیشن زیادہ مفید اور جامع، اور حدیث و سیرت نیز ادب عربی، اور تاریخ ادب کے طالب علموں کے لئے مفید تر اور..... زیادہ معلومات افزا بن گیا۔

ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں اور واضعین نصاب کے پیش نظر عالم اسلام کے جغرافیہ کے پورے سلسلہ کی تکمیل ہے، ممکن ہے یہ سلسلہ تین حصّوں میں ختم ہو، سر دست

اس کا پہلا حصہ جو اس کا اہم ترین اور مرکزی حصہ ہے، قائدین مدارس عربیہ اور اسلامی درسگاہوں کے منتظمین اور اساتذہ کی خدمت میں پیش ہے، ہمارا احساس اور اندازہ ہے، کہ یہ ایک بڑے اور پرانے علمی و تعلیمی خلا کو پُر کرتا ہے، یا زیادہ محتاط الفاظ میں اس خلا کے پُر کرنے کی کوشش ہے، جو عزیز موصوف نے اپنی شدید تعلیمی مشغولیت اور مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ انجام دی ہے، اس لئے اندیشہ ہے کہ خود اس میں بعض خلا تصحیح اور تکمیل کے محتاج ہوں ہمیں امید ہے کہ ہمارے علمی اور تعلیمی حلقوں میں اس سلسلہ کا خیر مقدم کیا جائے گا، اہل نظر اپنے مفید مشوروں سے اس کام کی وقعت اور افادیت میں اضافہ کریں گے۔

ابوالحسن علی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۷ جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ

۲۲ اپریل ۱۹۸۲ء

دیباچہ طبع دوم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ضرورت پیش آئی، اور مجھ کو یہ موقع ملا کہ سابق ایڈیشن کی جو فرو گذاشتیں میرے علم میں آسکیں ان کا میں تدارک کروں، نیز اس مدت میں جو نئی معلومات سامنے آئیں ان کا موجودہ ایڈیشن میں حسب گنجائش اضافہ کرسکوں، بعض موضوعات کا مستقلاً اضافہ کرنے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی اور ان کا اضافہ ہوا، نقشوں کو زیادہ بہتر معیار سے تیار کرایا گیا جس سے کتاب کی زینت میں اضافہ ہوا۔

کتاب کے پہلے ایڈیشن پر مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ہمت افزائی کا تبصرہ فرمایا تھا، مولانا کا ادب و معلومات جدیدہ میں جو مقام رہا ہے اور ان کے تبصروں کو جس وقعت کی نگاہ سے ملک و بیرون ملک میں دیکھا گیا ہے اس کی بناء پر مجھ کو اس تبصرہ سے بہت تقویت حاصل ہوئی، اس طرح مشہور ادیب و صحافی جناب ماہر القادری رحمہ اللہ نے بھی ایک مؤثر اور ہمت افزا تبصرہ سے کتاب کو سراہا جس سے مسرت و تقویت دونوں حاصل ہوئی۔

اب نیا ایڈیشن میری کوشش کی حد تک سابق ایڈیشن سے مزید بہتر شکل میں

پیش ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قبول فرمائے اور مفید بنائے۔ آمین
میں ان تمام حضرات کا شکر گذار ہوں جنھوں نے نئے ایڈیشن کے لئے مفید مشورے دیئے اور اس کی تیاری میں تعاون کیا، مخدوم گرامی منزلت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے نئے ایڈیشن کے لئے مفید مشوروں کے علاوہ اپنے سابقہ مقدمہ میں اضافہ و ترمیم سے ممنون فرمایا اور اس طرح ان کا یہ مقدمہ دونوں ایڈیشنوں کے لئے ہو گیا ہے۔

خاکسار

محمد رابع حسنی ندوی

دائرۂ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی

۲۵؍۶؍۱۴۰۲ھ
۲۰؍۴؍۸۲ء

دیباچہ طبع اوّل

الحمد للہ الذی کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

جغرافیہ کے موضوع پر کوئی کتاب تیار کرنا درحقیقت بڑی ذمہ داری کا کام ہے، اس کے لئے بڑی محنت اور بے شمار وسائل کی ضرورت پڑتی ہے، جب ہی اس کام کا تھوڑا بہت حق ادا ہوتا ہے، اسی لئے آج سے چار پانچ سال قبل جب مجھ پر عالمِ اسلام کے جغرافیہ پر کام کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی تو میرے بڑے ماموں ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ کام خاصی محنت اور وقت چاہتا ہے، یہ کم از کم تین سال میں پورا ہوگا، اس وقت مجھے کام کی دشواری اور اہمیت کا اندازہ زیادہ نہ تھا، اس لئے خالِ معظم کے فرمانے کو میں نے کچھ مبالغہ پر محمول کیا، لیکن بعد کے تجربہ نے تین سال کی مدت بھی ناکافی ثابت کی، اور میں چار سال کی مدت گزر جانے کے بعد بھی صرف ایک ثلث کام کر سکا، ...... یعنی پورے عالم اسلام میں صرف جزیرہ نمائے عرب کا جغرافیہ مکمل کر سکا۔

اگرچہ عالم اسلام میں یہ جزء بڑی دیدہ ریزی کا طالب اور تفصیل طلب ہے کیونکہ اس کے حالات و معلومات دوسرے اجزاء کے مقابلہ میں کم اور ناقص ملتے ہیں، وجہ

اس کی یہ ہے کہ یہ علاقہ جو کہ حجاز، نجد اور اس کے قریبی گرد و پیش کے خطوں پر مشتمل ہے، جدید محققین جغرافیہ کی توجہ کا بہت کم مرکز بنا ہے، کیونکہ اس کے علاقے عام طور پر دشوار گزار اور کم آباد ہیں، نیز موجودہ متمدن اور ترقی یافتہ علاقوں سے دور واقع ہیں۔

جغرافیہ کے اس کام کا جو بیڑہ میں نے اٹھایا تھا، اس میں مجھے سب سے زیادہ توجہ اس امر پر دینی تھی کہ عالم اسلام کے جغرافی حالات اس طور پر بیان ہوں کہ ان سے سیرت و تاریخ کے واقعات سمجھنے میں خصوصی مدد ملے، افسوس ہے کہ جغرافیہ کے اس پہلو کی طرف ہمارے علماء و مصنفین نے کم توجہ کی ہے، جس کی وجہ سے اہل علم اور طلباء تاریخ اسلام اور واقعات سیرت کی جگہوں کی تعیین میں عموماً قاصر رہتے ہیں۔

بہرحال میں نے مذکورہ مقصد کی طلب میں جغرافیہ کا یہ کام شروع کیا جس کا پہلا حصہ تین سو سے زیادہ صفحات میں مکمل ہوا، .... مجھے امید ہے کہ اس سے ان شاء اللہ جزیرہ نمائے عرب کا کسی نہ کسی حد تک تعارف ضرور ہو جائے گا، یہ میرے لئے بڑی سعادت اور فخر کی بات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مجھے کتاب کی تیاری سے قبل اور اس کے دوران کتاب کے مندرجہ ممالک میں سے متعدد ملکوں کے دیکھنے کا موقع ملا جس سے میں نے اس کتاب کی ترتیب میں فائدہ اٹھایا۔

میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ صرف مستند اور معتبر حالات بیان کروں اس کے لئے مجھے عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں کی ان کتابوں کی تلاش

کرنی پڑی جو اس موضوع پر کچھ بھی مدد دے سکتی ہوں، اس کے علاوہ میں نے اپنے استفادہ واقتباس کا دائرہ صرف انہی کتابوں تک محدود رکھا جو علمی دنیا میں اعتماد اور بھروسہ کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔

جن کتابوں سے میں نے اس کتاب میں استفادہ واقتباس کیا ہے، ان کی فہرست آخر میں دے دی ہے، البتہ جن کتابوں سے میں نے نسبتاً زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، ان میں ڈاکٹر احمد امین مرحوم کی تصنیف "فجر الاسلام" ڈاکٹر عبدالوہاب عزام مرحوم کی "عہد العرب" استاد بسام کرد علی واخوانہ کی کتاب "جغرافیۃ البلاد العربیۃ" اور لندن سے شائع ہونے والی ڈائرکٹری، اسٹیٹس مین ایر بک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کتاب کی تیاری کے دوران مجھے سب سے زیادہ مدد اپنے بڑے ماموں ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی جو باوجود اپنی علالت کے برابر اس کتاب کے متعلق دریافت کرتے اور مشورے عنایت فرماتے رہے، انھوں نے مسودے کے متعدد حصوں کو ملاحظہ فرما کر قابلِ اصلاح وتغیر مواقع کی نشاندہی فرمائی، نیز ابتدائی مسودے میں اہم تغیرات کئے، ان کی توجہ اور ہمت افزائی کتاب کی تیاری میں بڑی معاون ثابت ہوئی، جس کا میں ممنون ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، افسوس ہے کہ کتاب ان کی حیات میں طبع نہ ہوسکی، ان کو اس کی تیاری اور طباعت سے سب سے زیادہ مسرت ہوتی۔

میرے محترم ماموں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی مدظلہ کی توجہ اور ہمت افزائی بھی برابر میری معاون رہی، اور ان کی رہنمائی سے کتاب کی قیمت وحیثیت کو بڑی مدد ملی، انھوں نے کتاب کے لئے ایک قیمتی مقدمہ بھی عنایت فرمایا جو زینت کتاب ہے۔
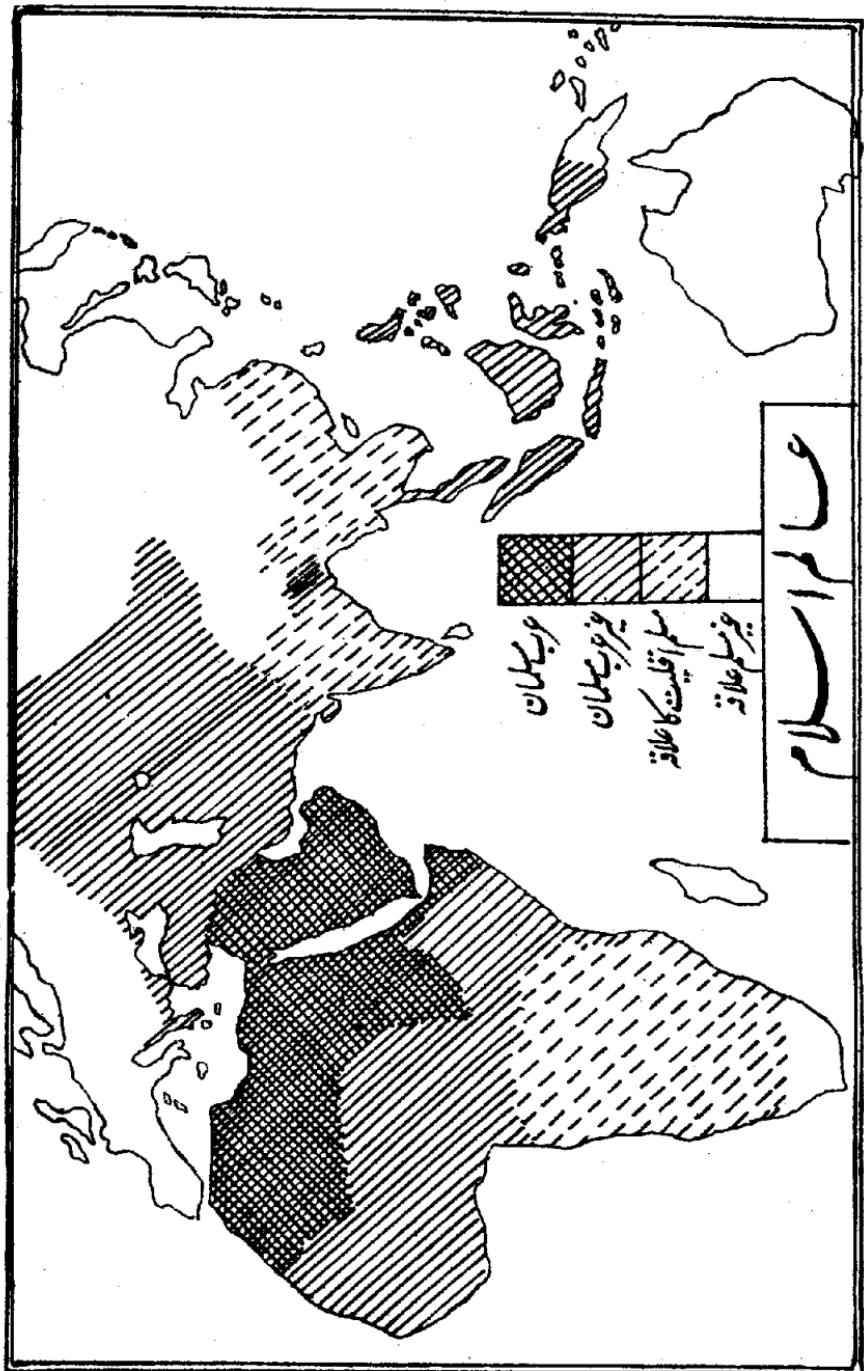
ان دو حضرات کے علاوہ میں ان تمام حضرات کا بھی ممنون ہوں جن کے تعاون سے دَوران ترتیب کتاب میں مَیں نے فائدہ اٹھایا، ان میں خاص طور پر کتب خانہ ندوۃ العلماء کے ذمہ دار اور بعض اساتذۂ دارالعلوم قابلِ ذکر ہیں، ان کے علاوہ دارالعلوم کے بعض عزیز طلباء نے بھی مسودات کی تبییض وغیرہ میں تعاون کیا ہے، ان سب حضرات کا میں مشکور ہوں۔

آخر میں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اس کوشش کو نافع بنائے اور قبولیت سے نوازے۔

محمد رابع حسنی ندوی

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

۳۷۔ گوئن روڈ لکھنؤ

عالم اسلام
عرب مسلمان
غیر عرب مسلمان
مسلم اقلیت کا علاقہ
غیر مسلم علاقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

ایک عمومی جائزہ

دنیائے عرب پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو خلیج فارس سے لے کر بحر اٹلانٹک تک عربوں ہی کی آبادیاں پھیلی ہوئی نظر آئیں گی، عالم عربی اپنے رقبہ کے لحاظ سے اگرچہ اتنا وسیع ہے کہ اس کی وسعت کا اندازہ تقریباً ۴۵ لاکھ مربع میل کیا جاتا ہے لیکن اس پوری سرزمین میں جو افریقہ اور ایشیا کے وسیع خطوں پر مشتمل ہے متعدد صحرائی علاقے پڑتے ہیں، اس لئے رقبہ کی وسعت کے باوجود یہاں کی آبادی اس وقت صرف گیارہ بارہ کروڑ ہے، عالم عربی کا یہ رقبہ ملک ہندوستان کے رقبہ سے ۳½ گنا بڑا اور آبادی اس کی آبادی سے صرف ⅕ ہے۔

جزیرہ نمائے عرب

عالم عربی دو براعظموں میں پھیلا ہوا ہے، ایک ایشیا دوسرے افریقہ، اس کا ایشیائی حصہ جزیرہ نمائے عرب اور بعض دوسرے شمالی ملکوں پر مشتمل ہے، جزیرہ نمائے عرب عربوں کا اصل وطن اور عربی نسلوں کا اصل منبع ہے، بعض لوگ اس خطۂ زمین کو سامی نسلوں کا بھی منبع بتاتے ہیں، یہ خطۂ زمین مختلف حیثیتوں سے بڑی اہمیتوں کا مالک ہے۔

ان میں سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ رسول اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

کا یہ وطن اور اسلام کے اولین حاملین اور داعیوں کا یہ گہوارہ ہے، اللہ کی آخری کتاب یہیں کی زبان میں نازل ہوئی، اور رسول اللہؐ کی تعلیمات اسی کی زبان میں مدون ہوئیں۔

جزیرہ نمائے عرب تقریبًا ½۳۴ درجہ طول البلد مشرقی سے تقریبًا ۶۰ درجہ مشرقی تک، اور ½۱۲ درجہ عرض البلد شمالی سے ۳۲ درجہ شمالی تک پھیلا ہوا ہے، اس کے جنوب میں بحیرۂ عرب، مشرق میں خلیج عمان، خلیج عربی اور جنوب مشرقی عراق، مغرب میں بحیرۂ احمر اور علاقۂ اردن و فلسطین اور شمال میں شام و عراق کے ملک پڑتے ہیں۔
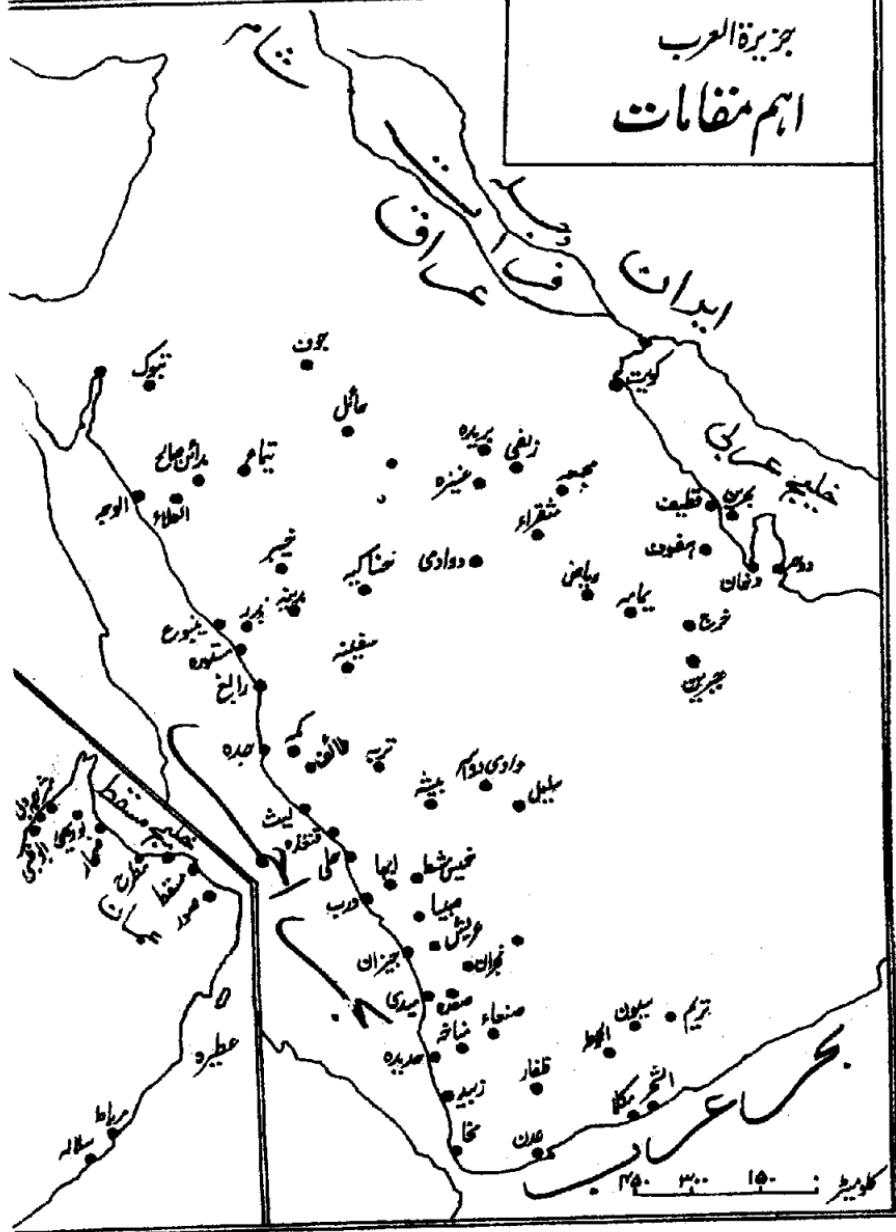
اس جزیرہ نما کی تاریخ بھی قدیم ہے، اس نے متعدد اور زبردست قوموں کے عروج و زوال دیکھے، یہاں کی سرزمین میں رسول اسلام سے قبل متعدد جلیل القدر انبیاء علیہم السلام بھی آئے اور ان کی قوموں کو نافرمانی کے نتیجہ میں عذابوں کا سامنا کرنا پڑا، تمام عربی نسلوں کا یہ منبع اور مرکز ہے، قرب و جوار کے دوسرے خطوں میں جو بھی عرب قومیں آباد ہیں، وہ سب اصلاً یہیں سے گئی ہیں۔

جزیرہ نمائے عرب کو مجازاً جزیرۃ العرب بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے شمال سے شمال مشرق تک دریائے فُرات بہتا ہے، اور اس کے شمال مغرب میں دریائے عَاصی ہے، اس طرح پر کہ جزیرہ نما کے نہا شمالی خشکی کے سرے کو دونوں دریا بہت حد تک کاٹ دیتے ہیں، اور اس طرح پر جزیرہ نما تقریبًا جزیرہ بن جاتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ عرب جزیرہ نما کو بھی توسعًا جزیرہ کہہ دیا کرتے ہیں، جیسے دجلہ و فرات کے درمیانی دوآبہ کو الجزیرہ اور جزیرہ نمائے اندلس کو جزیرۃ الاندلس کہتے ہیں۔

رقبہ و آبادی

اس کا رقبہ تقریبًا ۱۳ لاکھ مربع میل ہے، اس کا متوسط طول بارہ سو (۱۲۰۰) میل اور

جزیرۃ العرب
اہم مقامات
عراق
ایران
خلیج عربی
بحر عرب
تبوک
جوف
حائل
بریدہ
زلفی
عنیزہ
مجمعہ
شقراء
تیماء
مدائن صالح
الوجہ
العلاء
خیبر
دوادی
حناکیہ
مدینہ
بدر
ینبوع
مستورہ
رابغ
سفینہ
جدہ
مکہ
طائف
تربہ
وادی دواسر
بیشہ
سلیل
لیث
قنفذہ
ابہا
خمیس مشیط
درب
صبیا
عریش
نجران
جیزان
صعدہ
میدی
صنعاء
مناخہ
حدیدہ
زبیدہ
مخا
عدن
تریم
سیئون
المکلا
الشحر
کویت
قطیف
بحرین
ہفوف
دوحہ
دخان
ریاض
یمامہ
خرج
جبرین
عطبرہ
کلومیٹر ۱۵۰ ۳۰۰ ۴۵۰

متوسط عرض سات سو میل ہے اس کی آبادی مردم شماری نہ ہونے کے باعث صحیح صحیح نہیں بتائی جاسکتی لیکن اندازاً ڈیڑھ کروڑ کے اردگرد ہے۔

پورا جزیرہ نمائے عرب ریگستانوں، پہاڑوں اور صحراؤں سے گھرا ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا جنوب مغرب جو عسیر اور یمن پر مشتمل ہے، بڑا شاداب اور زرخیز خطہ ہے اس خطہ میں پہاڑ خاصے بلند ہیں، اور بارش بھی خاصی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے شادابی اور ہریالی عام ہے، اسی خطہ سے ملتا جلتا جزیرہ نما کا وہ علاقہ بھی ہے جو اس کے جنوب مشرقی کونے پر واقع ہے، اور عُمان کہلاتا ہے، اس میں بھی بلند پہاڑ ہیں، جن کی وجہ سے ایک حد تک شادابی اور زرخیزی پائی جاتی ہے، لیکن یہ علاقہ محدود و مختصر ہے اور عمان کے پہاڑوں تک محدود ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کے شمالی اور جنوبی دونوں حصوں میں دو بڑے ریگستان پھیلے ہوئے ہیں، جن میں جنوب کا ریگستان بہت بڑا ہے، اور الربع الخالی کہلاتا ہے، اس کا اصل رقبہ دو ڈھائی لاکھ مربع میل اور عمومی رقبہ تقریباً چار لاکھ مربع میل ہے، شمال کا ریگستان النُّفُوذ الکُبریٰ کہلاتا ہے، اور اس کے شمال میں بھی مزید ایک وسیع اور عریض صحرا ہے جو اپنی خشکی اور پانی کی کمی کے لحاظ سے ریگستان ہی کا حکم رکھتا ہے، اس کو بادیۃ الشام کہتے ہیں، بادیۃ الشام ہی جزیرہ نما عرب کی شمالی سرحد ہے، اس کے اطراف میں ایک طرف ملک عراق اور دوسری طرف ممالک شام واقع ہیں، النُّفُوذُ الکُبریٰ اپنے جنوب کی طرف جانے والی ایک ریگستانی پٹی کے ذریعہ صحرائے الرُّبعُ الخَالی سے ملا ہوا ہے، یہ پٹی جزیرہ نما کے وسطی بلند خطہ سے گزری ہے، جو نَجد کہلاتا ہے، نَجد دونوں ریگستانوں کے درمیان جزیرہ نمائے عرب کا اہم اور بنیادی خصوصیات کا حامل علاقہ ہے، یہ ایک بلند سطح مرتفع ہے،

جس میں متعدد جگہوں پر وادیاں اور چشمے ہیں، اور ان کی وجہ سے متوسط حد تک بود و باش اور خاصی حد تک زرخیزی اور شادابی ملتی ہے، اس کی وادیاں متعدد اور زرخیز ہیں، جن کی وجہ سے جزیرہ نما کے دیگر خطوں میں اس خطے کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، یہ خطہ آٹھ سو میل طول اور سوا دو سو میل عرض میں پھیلا ہوا ہے۔

النُفُوذ الکُبریٰ کے شمالی جانب بادیۃ الشام نامی جو ایک وسیع صحرا پھیلا ہوا ہے، وہ ایک بے آب و گیاہ علاقہ ہے، اس کے مشرقی کنارے سے دریائے دَجلہ وَفُرات گذرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر اس کے بقیہ علاقے ذرائع شادابی سے بالکل خالی ہیں، وہ اپنی گرمی اور خشکی کے لحاظ سے کسی ریگستان سے کم نہیں ہیں، بہر حال الربع الخالی، النفوذ الکبریٰ اور بادیۃ الشام یہ سب غیر آباد خطے ہیں، بلکہ ان سے گذرنا بھی خطرہ سے خالی نہیں، ان میں سے جنوبی ریگستان یعنی الربع الخالی تو ناقابل گذر اور ناقابل برداشت ہے، وہ ریت کا ایک سمندر ہے، جو سیکڑوں میل ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔

جزیرہ نما کے ساحلی خطوں میں سے وہ طویل خطہ جو اس کے مغربی جانب واقع ہے، وہ اس کے مغربی سمندر بحر احمر کے ساحل پر اور اس کے مغربی پہاڑی سلسلے اور اس سے متصل طویل میدانی پٹی پر مشتمل ہے، میدانی پٹی غیر شاداب ہے، اس میں چھوٹی بڑی بہت سی پہاڑیاں اور پہاڑی ٹیلے پھیلے ہوئے ہیں، یہ مشرقی جانب بتدریج بلند ہوتے گئے ہیں، اور بالآخر حجاز کے پہاڑی سلسلے میں تبدیل ہو گئے ہیں، اور مغربی جانب بتدریج پست اور کم ہوتے گئے ہیں، حتی کہ ساحل سمندر تک پہونچتے پہونچتے زمین کے کھلے اور وسیع قطعے عام ہو جاتے ہیں، حجاز کی اس ساحلی پٹی کی مٹی نیم صحرائی ہے، جب اس کو پانی ملتا ہے تو شاداب اور قابل کاشت ہو جاتی ہے، ورنہ ریگستانی اور خشک رہتی ہے، اور حجاز کے پہاڑ بھی خشک اور عموماً بنجر ہیں، اور اس کی ساحلی پٹی اور جزیرۂ نما کے

وسطی علاقہ نجد کے درمیان ایک دیوار کی حیثیت رکھتے ہیں، حجاز کی ساحلی پٹی کے درمیان سے متعدد وادیاں بھی گذری ہیں، جو بارش کے موقع پر پہاڑوں سے پانی لاتی ہیں، وہ پانی یہاں کی زمین کو اپنی گذرگاہوں پر شاداب بنادیتا ہے، اس کے نتیجہ میں متعدد جگہوں پر نخلستان بن گئے ہیں، ان نخلستانوں میں پانی کے حصول کے موقعوں پر آبادیاں قائم ہو گئی ہیں جزیرہ نما کی اس ساحلی پٹی کو تِہَامَہ اور غَوْر کہتے ہیں، اور پہاڑوں کو حِجَاز کہتے ہیں، اور عام اصطلاح میں پورے علاقہ کا نام حجاز ہے، حجاز دنیا بھر کے مسلمانوں کا سب سے مقدس خطۂ ارض ہے، یہاں دونوں مقدس شہر مکہ اور مدینہ واقع ہیں۔

جزیرہ نما کے مشرقی جانب جو ساحل پھیلا ہوا ہے، وہ نسبتاً زیادہ عریض اور زیادہ شاداب ہے اس میں متعدد اچھے چشمے پائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے بعض بڑے اور شاداب نخلستان بن گئے ہیں، موجودہ عہد میں اس کی زمین کے اندر پٹرول کا انکشاف ہوا ہے جس سے وہاں کی حکومت کو بڑی آمدنی ہوتی ہے، اس ساحل کو الاَحْسَاء کہتے ہیں، اس کے مغربی جانب الدَّہنَا کی صحرائی پٹی ہے، جو اس کے اور نجد کے درمیان حائل ہے، اور شمالی صحرا النُّفُوذ کو جنوبی صحرا الرُّبعُ الخالی سے ملاتی ہے، جزیرہ نما کا جنوبی ساحل بہت کم چوڑا اور غیر شاداب ہے، وہ اپنے طبعی حالات کے لحاظ سے تقریباً حجاز کے ساحل سے ملتا جلتا ہے لیکن اس کے شمالی پہلو میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے جس کو حَضرَمَوْت کہتے ہیں، اور اسی کے نام سے اس پورے ..... جنوب مغربی خطہ کو موسوم کیا جاتا ہے البتہ اس خطہ کے مشرق میں جو کہ جزیرہ نما کے جنوب مشرقی ساحل پر مشتمل ہے، خاصا میدانی علاقہ ہے، لیکن وہ بھی شادابی کا مالک نہیں ہے، نیم صحرائی اور بنجر ہے، اور وہ عُمَان کا جزء شمار ہوتا ہے، اور ظفار کے نام سے موسوم ہے۔

طبعی حالت

جزیرہ نمائے عرب کو قدیم جغرافیہ داں پانچ حصوں میں تقسیم کرتے تھے، ایک حجاز، یہ وہ کوہستانی خطہ ہے، جو جزیرہ نمائے عرب کے مغربی ساحل کے قریب شمال میں فلسطین واُردن کے جنوب سے ، جنوب عرب میں یمن کے شمال تک شمار کیا جاتا ہے، دوسرے تہامہ، یہ وہ میدانی علاقہ ہے جو مذکورہ بالا کوہستانی خطہ کے مغربی جانب ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے، تیسرے نجد، یہ وہ سطح مرتفع (پلیٹو) ہے، جو حجازی پہاڑوں کے مشرقی جانب وسیع علاقہ میں واقع ہے، چوتھے یمن، یہ حجاز و تہامہ کے جنوب میں واقع بلند سلسلۂ کوہ اور اس کے مغربی جانب واقع میدانی و ساحلی خطہ کو کہتے ہیں، پانچویں عَرُوض، یہ نجد کے جنوب و جنوب عرب میں واقع وادی و صحراء کے منطقہ کو کہتے ہیں، لیکن یہ تقسیم دراصل مکمل نہ تھی، کیوں کہ اس میں حضرموت کا علاقہ اور عمان کا علاقہ شامل نہیں، اسی طرح اَحساء کا خطہ بھی شامل نہیں، جن کا تذکرہ عرب جغرافیہ دانوں کے یہاں جزیرۃ العرب کے ہی حصوں کے طور پر ملتا ہے۔

لیکن اب جزیرہ نماء کو صرف تین حصوں میں تقسیم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، ایک اس کے مغربی اور جنوبی ساحلوں کے پہاڑ اور ان کے ساحل و میدان، اس میں حجاز و تہامہ

عَسِیر و یَمَن، حَضر مَوت، شِحر مَہرہ و ظِفار اور عُمان شامل ہیں۔

دوسرے جزیرۃ العرب کے مختلف صحراء اور ریگستان! اس میں صحراء الرُبع الخَالی الدَّہناء، النُّفُوذ اور بادیۃ الشام شامل ہیں۔

تیسرے جزیرہ نما کی سطح مرتفع (جو اس کے وسط میں ہے) نیز اس کے مشرق میں واقع سواحل اور میدان اس میں نجد (یَمامَہ، قَصِیم، جِبال طَئ) اَحسَاء، قطر، کُوَیت اور بَحرَین شامل ہیں۔

جزیرہ نما کے ساحلی پہاڑ و میدان
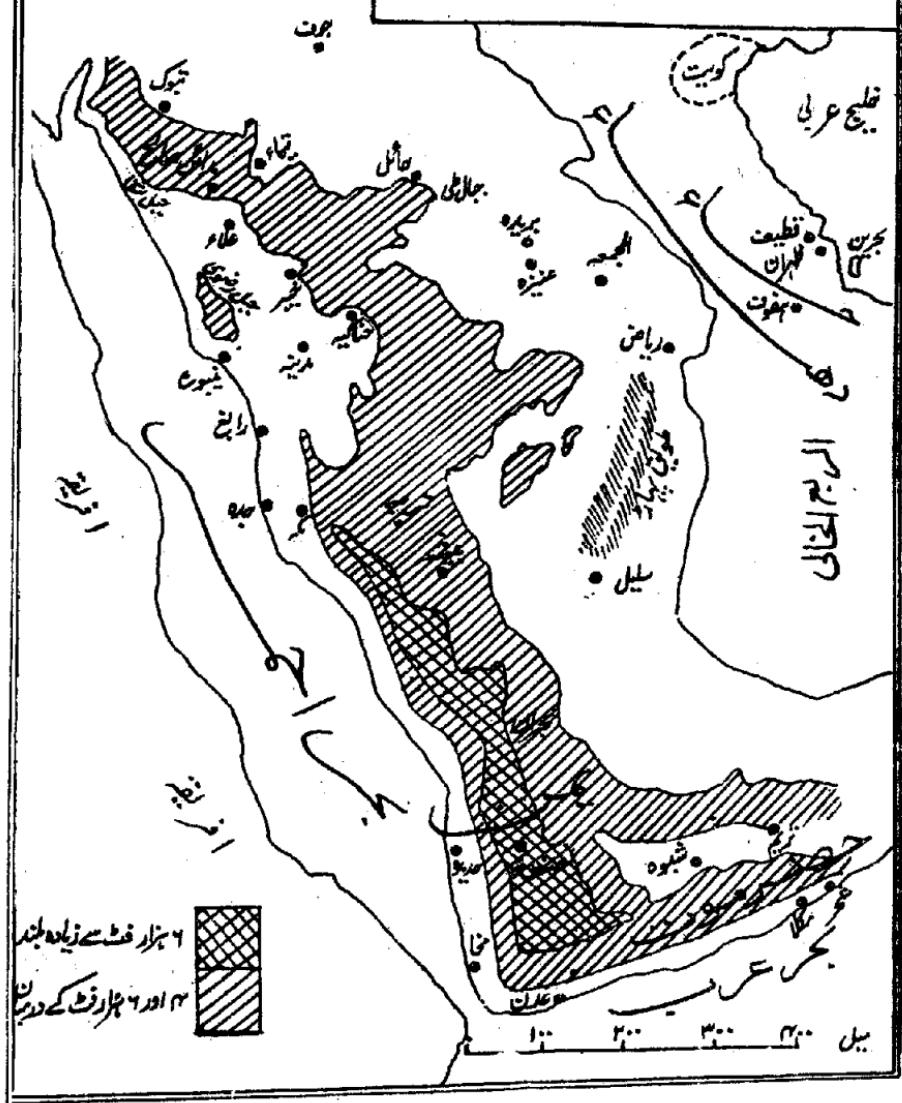
جِبَالُ السَّرَاۃ

جزیرہ نما کے مغربی رُخ پر شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلہ کو جبل السَّرَاۃ کہتے ہیں، یہ سلسلہ کوہ جزیرہ نما کو شمال سے جنوب تک اور کچھ جنوب مشرق سے گھرے ہوئے ہے، شمال میں اس کا رشتہ شام و فلسطین کے پہاڑوں سے مل جاتا ہے، اس میں منتہائے شمال سے وسط کے بعد تک کے حصے کو جبال الحجاز اور اس کے جنوب کے حصوں کو جبال العسیر اور جبال الیمن کہتے ہیں، جبال الیمن کے مشرق میں جو پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے، وہ جبال حضر مَوت کہلاتا ہے اس کے بعد کچھ دور تک پہاڑ نہیں ملتے، یہاں صرف ساحل اور میدان ہیں، یہ ساحل اور میدان شِحر مَہرہ اور ظِفار کے علاقے کہلاتے ہیں، ظفار کے شمال مشرق میں پھر پہاڑی سلسلہ ملتا ہے، جو جزیرہ نما کے جنوب مشرقی کونے پر ایک قدرے وسیع علاقہ میں پھیلا ہوا ہے یہ جبال عُمَان کہلاتا ہے۔

پہاڑوں کا یہ سارا سلسلہ عموماً اپنے سامنے کے سمندروں سے قریب ہے، بعض علاقوں میں ان کے اور سمندر کے درمیان کا ساحل خاصا وسیع ہے، جیسے حجاز کا ساحل جس کا عرض عموماً پچاس میل یا اس سے زیادہ ہے، اس کی اسی وسعت کی وجہ سے اس کو قدماء مستقل الگ علاقہ قرار دیتے ہوئے تہامہ کے نام سے موسوم کرتے تھے، اور جبال حجاز کو اس سے علٰحدہ ایک الگ علاقہ قرار دیتے تھے، اس تقسیم کے لحاظ سے چونکہ اس کے پہاڑ نجد اور تہامہ کے درمیان ایک دیوار کی سی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ان کا نام حجاز (یعنی رکاوٹ) ہوا۔

جبال حجاز کے علاوہ سلسلۃ السَّراۃ کے سب پہاڑ عموماً ساحلوں سے قریب ہیں، اور ان کے ساحل چوڑے نہیں ہیں، چنانچہ وہ سب ساحل اپنے اپنے پہاڑوں کے علاقوں کے جزء سمجھے جاتے ہیں، اور اب تو حجاز و تہامہ بھی ایک ہی علاقہ سمجھا جاتا ہے جس پر حِجَاز کا اطلاق ہوتا ہے۔

جبال السراۃ کی بلندی یمن اور عسیر کو چھوڑ کر اوسطاً پانچ سات ہزار فٹ بتائی جاتی ہے، البتہ اس سلسلہ کا عرض کئی کئی سو میل کا ہے، اس سلسلہ کو جگہ جگہ سے وادیاں (وسیع نالے) قطع کرتی ہیں، جن میں سے بارش کے بعد پانی سیلاب کی صورت میں بہتا ہوا گزرتا ہے جو مغربی جانب سمندر میں جاتا ہے، اور مشرقی جانب بہتا ہوا صحراؤں اور میدانوں یا ریگستانوں میں جذب ہوتا ہے، جبال السراۃ کے مشرقی جانب کا سارا علاقہ بتدریج پست ہوتا چلا گیا ہے، اسی لئے ان پہاڑوں سے مشرقی جانب اتر کر جزیرہ نما کے مشرقی ساحل تک ایک ہلکی سی ڈھال معلوم ہوتی ہے، البتہ مغربی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر بہت کافی نشیب شروع ہو جاتا ہے۔

پہاڑوں اور سمندر کے درمیان کے پورے ساحلی علاقوں کو جو پہاڑوں کے مغربی یا جنوبی جانب واقع ہیں، تہامہ اور غور کہتے ہیں، تہامہ اس کے گرم موسم کی وجہ سے اور غور اس کی سطح پست ہونے کی وجہ سے جو تہامہ جس علاقہ کا ہوتا ہے وہ اس علاقہ کے پہاڑوں کے نام کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے، سوائے تہامۂ حجاز کے، کیوں کہ وہ اپنی وسعت کی وجہ سے ایک مستقل خطہ بن گیا ہے، اور تہامہ اس کا مستقل نام بن گیا ہے۔

جبال حجاز

خلیج عقبہ سے یمن کے قریب تک سارے پہاڑی خطہ کو حجاز کہتے ہیں، یہ پہاڑوں کا ایک دیوار نما سلسلہ ہے جو جزیرہ نما کی سطح مرتفع (نجد) اور تہامہ حجاز کے درمیان حائل ہے اسی لئے اس کا نام حجاز پڑا۔

حجاز جبال السراۃ کا شمالی جزء ہے، اس کا طول سات سو میل اور اس کا عرض مع تہامہ اوسطاً پونے تین سو میل ہے، اس کے مشرق میں وسیع سطح مرتفع ہے جس کو نجد کہتے ہیں، اور مغربی جانب ایک وسیع ساحل تہامہ ہے، اسی تہامۂ و حجاز میں مکہ اور مدینہ کے مقدس اور مشہور شہر آباد ہیں، حجازی پہاڑوں کی عمومی بلندی ۶ ہزار فٹ ہے، لیکن اس کے مختلف اطراف مختلف بلندیاں رکھتے ہیں، اس کے شمالی پہاڑ زیادہ بلند ہیں، وسط میں اس کے پہاڑوں کی بلندی زیادہ نہیں بلکہ پورے جبال السراۃ میں اسی جگہ کے پہاڑ بہت کم بلند ہیں، البتہ اس کے جنوب کے پہاڑ وسط کے پہاڑوں سے بلند ہیں، اور ان ہی پر طائف کا شہر آباد ہے، علاقۂ حجاز میں شمال اور جنوب کے پہاڑوں کو مستثنیٰ کر کے دیکھا جائے تو حجاز کے سارے پہاڑ عموماً سپاٹ اور خشک ملیں گے، وہ بجائے شادابی کا

ذریعہ بننے کے ہواؤں کو گرم کرتے ہیں، اور اپنے علاقوں میں گرمی بڑھاتے ہیں، اسی لئے مکہ مکرمہ باوجود پہاڑوں سے گھرا ہوا اور پہاڑوں کے قریب ہونے کے گرم اور موسم گرما میں سخت موسم کا شہر ہو جاتا ہے، البتہ جبال حجاز کے مشرقی دامنوں میں وادیاں اور میدان نسبتاً شاداب ہیں۔

حَرّے
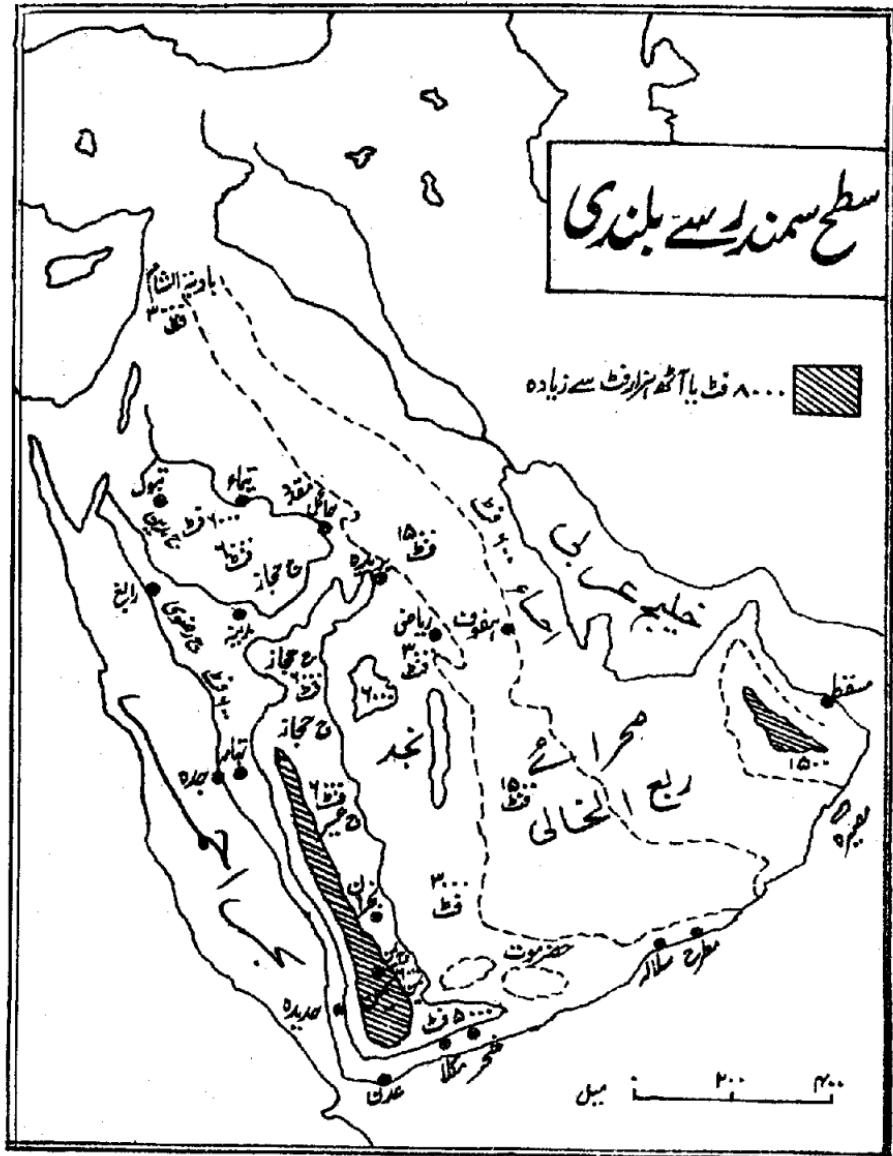
حجاز کے پہاڑوں میں بہت سے ایسے قطعے بھی ملتے ہیں، جن کے پتھر سیاہ کھنجر کی طرح ہیں، ان کو عربی میں حرّۃ اور لَابَہ کہتے ہیں، یہ حرّۃ جات سطح سمندر سے عموماً کافی بلند ہیں، بعض کی بلندی پانچ ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے، ان میں سے بعض بعض پر سرد موسم میں برف بھی گرتی ہے، ان حرّوں کی تعداد اچھی خاصی ہے، بعض نے سو۱۰۰ تک شمار کی ہے۔

حرّے کی زمین جو بعض جگہوں پر بیسیوں۲۰ میل تک پھیلی ہوتی ہے، اپنی ناہمواری اور سخت کھردری ہونے کی وجہ سے آدمیوں اور جانوروں دونوں کے چلنے کے قابل نہیں ہوتی، یہ حرّے زیادہ تر تبوک اور مکہ کے درمیانی علاقے میں واقع ہیں، ان میں سب سے بڑا حرّہ حرّۂ عُوَیرِض ہے، یہ تَبُوک اور عَلَاءُ کے درمیان تقریباً سو۱۰۰ مربع میل کے علاقے میں پھیلا ہوا ہے اس کے بعض حصوں کی بلندی پانچ ہزار فٹ ہے، اس کے بعد خَیبَر کے جنوب میں حرّۂ خیبر تقریباً تیس۳۰ میل مربع علاقے میں پھیلا ہوا ہے، اس کے مغربی جانب ذرا فاصلہ سے حرّۂ سُلَیم ہے، یہ حرّۂ مدینہ بھی کہلاتا ہے، یہ مدینہ سے قریب ہے، خود مدینہ منورہ دو حرّوں سے گھرا ہوا ہے، ایک حرّۃ الوَبَرَہ جو اس کے مغربی جانب ہے، دوسرا حرّۂ واقم جو اس کے مشرقی جانب واقع ہے، یہ دو حرّے جبال حجاز کا جزء نہیں سمجھے جاتے، یہ دراصل تہامہ کے منطقہ میں پڑتے ہیں۔

جغرافیہ دانوں کے نزدیک حرّے دراصل آتش فشانی مادے سے بنے ہیں۔

سطح سمندر سے بلندی
۸۰۰۰ فٹ یا آٹھ ہزار فٹ سے زیادہ
بادیۃ الشام
تبوک
تیماء
حائل
بریدہ
ریاض
ہفوف
خلیج عرب
صحرائے ربع الخالی
مسقط
نجد
حجاز
رابغ
جدہ
حدیدہ
عدن
مکلا
حضرموت
میل
۲۰۰
۴۰۰

مَدْیَنْ وَثَمُوْد

حجاز کے شمالی جزء کو جو عَقَبَہ سے الوَجْہ تک پھیلا ہوا ہے، مَدْیَنْ کہتے ہیں، اس منطقے میں قوم مدین، اصحاب ایکہ اور انھیں کے جنوب میں قوم ثَمُوْد اور اصحاب الحِجْر کی آبادیاں رہ چکی ہیں، ان قوموں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتیجہ میں عذاب نازل ہوا تھا، اور یہ تباہ کردی گئیں، ان کے آثار اب بھی موجود ہیں، ان میں سب سے زبردست قوم قوم ثمود تھی، جس کا مسکن اس علاقہ کی تاریخی وادی، وادی القُرٰی تھی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے ہوئے یہ جگہ ملی تھی، اس وادی کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے "وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" (اور قوم ثمود جنھوں نے وادی (وادی القری) میں پتھر کاٹے تھے) یہ اشارہ قوم ثمود کی سنگ تراشی میں مہارت کی طرف ہے، اس خطہ میں مَدَائِنُ صَالِحْ اور حِجْر نامی قدیم شہر ثمودی شہر تھے، قوم ثمود نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکانات بنائے تھے، یہاں کے پہاڑ بڑے متنوع قسم کے پہاڑ ہیں، ان میں ایک اَثَالِثْ نامی پہاڑ ہے، جو تین حصوں میں کٹا ہوا نظر آتا ہے، وَادِیُ القُرٰی کے شمال میں واقع منطقے میں وادی السِّرْحَانْ ہے، یہ بھی شام کو جانے والے قافلوں کی گذرگاہ رہی ہے۔

مدین کا شمالی سرا حِسمٰی کہلاتا ہے، اس حصہ کے پہاڑ اچھے خاصے بلند ہیں، حِسمٰی کی مٹی ملائم اور اس کے پہاڑوں میں نسبتاً شادابی ہے، اس کے پہاڑوں میں سے جبل مبارک، جبل المقنع اور جبل شِفَا قابل ذکر ہیں، ان کی بلندیاں زیادہ سے زیادہ ۶½ ہزار فٹ ہیں، جبالِ حِسمٰی کے جنوب میں ایک بلند پہاڑ جبل سارو ہے، منطقۂ حجاز کے جنوبی پہاڑوں میں ایک بلند پہاڑ جبل کرا ہے، جو مکہ کے جنوب میں اس کے اور طَائِفْ کے درمیان عُرَفَات سے

تھوڑی دور بعد ملتا ہے، مکہ طائف کا موجودہ راستہ اسی کے اوپر سے گذرتا ہے۔

کوہستان حجاز کے شہر

حجاز کے پہاڑی سلسلے پر واقع قابل ذکر شہروں میں تَیمَاء، خَیبر، حَنَاکیہ، طَائِف، غَامِد، زَہرَان اور بَنی شَہر ہیں، مدینہ منورہ کے متعلق بھی متعدد جغرافیہ دانوں کا خیال یہ ہے کہ وہ حجازی سلسلہ کوہ کا ہی شہر ہے اس کا جائے وقوع میدان تہامہ اور کوہستان حجاز کا مقام اتصال ہے، اس لئے وہ تہامی بھی کہا جا سکتا ہے اور حجازی بھی۔

تہامہ

الوَجہ سے مکہ معظمہ تک حجاز کے پہاڑ ساحل سے کافی ہٹ کر اور مشرقی جانب ہو کر گزرے ہیں، اس کی وجہ سے اس کے پہاڑوں کے مغربی جانب ایک خاصا عریض میدانی علاقہ بن گیا ہے، اسی کو تہامہ حجاز یا محض تہامہ کہتے ہیں، یہ جبال السَّرَاۃ کے تمام تہاموں سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے، عربی میں تہامہ کو غَور بھی کہا جاتا ہے، غور کے معنی پست زمین کے ہیں، اس کے مقابلہ میں بلند زمین کو نجد کہتے ہیں جس کے معنی بلند زمین کے ہیں۔

تہامہ اگرچہ میدانی خطّہ ہے لیکن یہ بھی پہاڑوں سے یکسر خالی نہیں ہے خصوصاً اس کے مشرقی بازو میں بکثرت چھوٹی بڑی پہاڑیاں اور پہاڑی ٹیلے ہیں جن کی بلندیاں کچھ زیادہ نہیں، وہ آخری حد تک ڈھائی ہزار فٹ کی پائی گئی ہیں، تہامہ حجاز کا شمالی جزء بہت کم عرض رکھتا ہے، یہ وہ خطّہ ہے جس کو مَدیَن کہتے ہیں، یہاں اس کا ساحل سات میل سے زیادہ چوڑا نہیں، بقیہ تہامہ جو مدین کے جنوب میں ہے، اچھا خاصا وسیع ہے، اس کا

عرض عموماً پچاس میل کا ہے، اسی تہامہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ دو بازوؤں پر مشتمل ملے گا، ایک مشرقی دوسرا مغربی، مشرقی بازو میں پہاڑیاں کافی ہیں، اور اس کی سطح بھی مغربی بازو کے مقابلہ میں بلند ہے اس کی پہاڑیوں کی آخری بلندی ڈھائی ہزار فٹ ہے، مکہ مکرمہ اسی بازو میں آباد ہے، تہامہ کا مغربی بازو پہاڑیوں سے بڑی حد تک خالی ہے، بلکہ ایک ساحلی اور میدانی خطّہ ہے، اس کی زمین پتھریلی مٹی اور چٹانوں کی بنی ہوئی ہے، تہامہ اور حجاز کے پہاڑ اور پہاڑیاں بالکل خشک اور سپاٹ پتھروں کی ہیں، تہامہ کے وسط میں ایک بلند پہاڑ بھی پایا جاتا ہے جس کی بلندی چھ ہزار فٹ ہے جس کا نام رَضْوَیٰ ہے، اور یہ اپنی بلندی کی وجہ سے نسبتاً شاداب ہے، اس کے دامن میں کچھ آبادیاں بھی ہیں، اس پہاڑ کے متعلق شیعوں کے کیسانیہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اس میں ان کے امام محمدؒ ابن الحَنَفِیّہ مخفی ہیں، اور کسی دن نکلیں گے، اسی لئے اس علاقہ میں شیعوں کی تھوڑی بہت آبادی بھی ہے، اور وہ اس پہاڑ سے ان کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں۔

تہامہ کا موسم اچھا خاصہ گرم رہتا ہے، اس کے سامنے کا سمندر چونکہ تنگ ہے اس لئے یہاں کے موسم پر بہت کم اثر انداز ہوتا ہے، تہامہ کی زمین عموماً ناقابل کاشت ہے کیونکہ اس کی مٹی صحرائی اور غیر زرخیز ہے، پانی کم ملنے کی وجہ سے وہ بالکل ناقابلِ استفادہ ہو جاتی ہے، البتہ اس کے جن حصوں سے بارش کا پانی سیلاب کی صورت میں گزرتا ہے یا جہاں پانی رُکتا اور جذب ہوتا ہے، وہاں نخلستان بن جاتے ہیں، جس میں کچھ کاشت بھی ہوتی ہے اور پانی بھی نکالا جاتا ہے، اور انہی کی بنیاد پر وہاں آبادیاں بھی قائم ہو جاتی ہیں، تہامہ کی اکثر آبادیاں انہی نخلستانوں میں ہیں، ان کے علاوہ کچھ آبادیاں سواحل سمندر پر قائم ہیں، جو جہازرانی اور نقل و حمل کے ذرائع سے فائدہ اٹھاتی ہیں

تہامہ سے جو وادیاں گزرتی ہیں، ان میں بعض طول سے اور بعض عرض سے گزرتی ہیں، طول سے گزرنے والی وادیوں میں سب سے اہم وادی عَقیق ہے، جو مدینہ سے مکہ تک آتی ہے، حجاج بیت اللہ کے قافلے عام طور پر اسی وادی کو راستہ بناتے تھے، عرض سے گزرنے والی وادیوں میں ایک بڑی وادی حَمْض ہے، اس کو قدیم عہد میں وادی اِضَم کہتے تھے، یہ وادی تہامہ کے وسط سے گذری ہے، اور قرب و جوار کی اکثر وادیوں کو اس نے سمیٹ لیا ہے، یہاں کی وادیوں میں ایک وادی صَفْرَاء ہے یہ مسجد سے بدر تک پھیلی ہوئی ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی کئی مرتبہ اس میں چلے ہیں، اس کا اہم گاؤں بواسطہ بدر سے تقریباً ایک منزل کے فاصلے پر ہے، اس میں کھجور کے باغات اور دوسری کھیتیاں ہیں، اسی وادی میں مقام ربذہ ہے، جس میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ گوشہ گیری اختیار کرنے کے لئے آکر آباد ہوئے تھے، اور یہیں وفات ہوئی، اور یہیں اُن کی قبر ہے، حجاج کے راستے میں ربذہ بھی پڑتا ہے۔

تہامہ کے مقامات و شہر

تہامہ کے شمالی حصہ کا مشہور شہر مدینہ منورہ ہے، تہامہ کے جنوبی جزء کا جو کہ خاصا وسیع ہے، مشہور شہر مکۃ المکرمہ ہے، شہر طائف مکہ کے جنوب مشرق میں ہے، لیکن حجاز کے کوہستانی سلسلہ کا شہر ہے، البتہ شہر جدہ مکہ کے مغربی جانب ساحل سمندر پر آباد ہے، اور نہ صرف تہامہ بلکہ سعودی عرب کے پورے اس منطقہ میں مکہ مکرمہ کے بعد سب سے بڑا اور اہم شہر ہے، تہامہ کے مشہور نخلستانی مقامات میں مدینہ منورہ، فَدَک، یَنْبوعْ، مَرُّ الظَّہران (وادی فاطمہ) ہیں، اور مشہور ساحلی مقامات میں جدّہ کے علاوہ مُوَیلِح، مَقنا،

ضَبَاء، الوَجہ، اُملُج، ینبُوع البحر رَابِغ اور لَیث ہیں، اور یہ سب علاقائی بندرگاہوں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں رَابِغ سب سے بڑا اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے راستہ کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔

مکہ کے جنوب سے تہامہ بہت تنگ ہو گیا ہے اور سراۃ کے پہاڑ سمندر کے قریب تک آ گئے ہیں یہاں ان کی بلندی بھی زیادہ ہو گئی ہے، حجاز کا منطقہ یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔

عَسِیر اور یَمَن

علاقہ ختم ہو جانے کے بعد جبال السراۃ کا علاقہ عَسِیر کہلاتا ہے، اس کے پہاڑ اچھے خاصے بلند ہیں، یہاں کے پہاڑوں کی چوٹیوں کی آخری بلندی دس ہزار فٹ ہے، عسیر کا علاقہ سعودی مملکت کا جنوب مغربی صوبہ ہے، اس کے پہاڑوں کی بلندی موسم کی ٹھنڈک اور زمین کی سرسبزی میں بہت ممتاز ہے، عَسِیر کے بہت سے علاقے ابھی تمدن کے اثرات سے زیادہ آشنا نہیں ہیں، وہاں اب بھی فطری انداز زندگی نسبتاً زیادہ ہے عسیر کے مشہور مقامات میں، تربہ، بلیشہ، خَمِیس مَشِیط، صَبْیَا، اَبْہَا اور نجْرَان اندرونی منطقہ ہیں، اور قنفدہ اور جیزان ساحلی منطقہ میں ہیں۔

عسیر کے جنوب میں واقع جبال السراۃ کے منطقہ کو یمن کہتے ہیں، یہاں جبال السراۃ کے پہاڑ اپنے تمام علاقوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ بلند ہیں، یہاں ان کی چوٹیوں کی آخری بلندی تیرہ[۱۳] چودہ[۱۴] ہزار فٹ بتائی جاتی ہے۔

یمن اور عسیر کے پہاڑ خاصے شاداب ہیں، چونکہ وہ موسمی ہواؤں کے رخ پر بھی پڑتے ہیں، لہذا ان پر خاصی بارش ہوتی ہے، یہی پہاڑ ہیں جو بادلوں کو جزیرۃ العرب

میں داخل ہونے سے روک لیتے ہیں، اسی لئے جزیرہ نما کے اندرونی حصوں میں جنوب سے آنے والے بادل نہیں پہنچ پاتے، یہ بادل حجاز میں بھی نہیں پہونچتے، اسی لئے حجاز اور جزیرہ نما کے سارے اندرونی علاقے صرف شمال سے آنے والے تھوڑے بادلوں سے سیراب ہوتے ہیں۔

عَسِیر اصلاً ایک قبیلے کا نام ہے جو پہلے یہاں آباد رہ چکا ہے، عسیر کے مغربی جانب تنگ ساحل ہے جس کو تہامۂ عسیر کہتے ہیں، عسیر کے پہاڑوں کے مشرقی جانب نشیبی علاقے ہیں، ان میں اور عسیر کے تہامہ میں پہاڑوں سے آنے والی وادیاں گزرتی ہیں، اور وہ شادابی اور آبادی کا سبب بنتی ہیں، عسیر کے شمال مشرقی حصہ میں نَجْرَان کا خطہ ہے، جہاں کسی زمانہ میں عیسائی آبادی تھی، اور وہ پورے جزیرۃ العرب میں عیسائیوں کا ایک اچھا مرکز سمجھا جاتا تھا، ان کے اسلاف کے ساتھ یمن کی یہودی حکومت نے بڑا ظلم کیا تھا، سورۂ بروج میں جن لوگوں کا ذکر ہے بعض مفسرین کے نزدیک ان سے وہی مراد ہیں۔ یہ مکّہ کے جنوب میں ۹۰۰ کلومیٹر پر ایک وادی میں ہے۔

یمن کے پہاڑ نصف شمالی حصّے میں زیادہ بلند اور نصف جنوبی حصّے میں نسبتاً کم بلند ہیں، یہ پہاڑ جزیرہ نما کے جنوب مغربی گوشہ تک چلے گئے ہیں، ان کے مغربی جانب ایک تنگ ساحل ہے، اور وہ تہامۂ یمن کہلاتا ہے، اور مشرقی جانب کچھ بلند میدانی علاقے ہیں، جو آہستہ آہستہ مشرقی جانب پست ہوتے چلے گئے ہیں، یہ نجدُ الیمن کہلاتے ہیں۔

یمن بڑا شاداب ملک ہے، جزیرہ نما میں سب سے زیادہ یہاں بارش ہوتی ہے جس کی مقدار ۳۰ انچ تک بتائی جاتی ہے اور جزیرہ نما کے سب سے بلند پہاڑ یہیں ہیں، جن کی آخری بلندی ۱۳-۱۴ ہزار فٹ بتائی جاتی ہے، ان میں مشہور جَبَلُ النَّبِی شُعَیْب ہے، یمن کے

پہاڑوں کے درمیان درمیان گہری وادیاں گذری ہیں جن کی وجہ سے یہاں کی آبادیوں کے درمیان سڑکوں کی تعمیر دشوار ہونے کے باعث ایک جگہ سے دوسری جگہ آمدورفت میں زیادہ سہولت نہیں ہے، یہاں سفر کرنے والے کو نشیب وفراز سے بہت گذرنا پڑتا ہے، یمن کا پورا علاقہ اس کے تہامہ کو چھوڑ کر گل وگلزار خطہ ہے، اور غالباً اس کے مادی یمن وبرکت کی وجہ سے ہی اس کو یَمَن کہا گیا، قوم سَبَا کے زمانہ میں جب یہاں ان کی ترقی یافتہ اور زبردست حکومت قائم تھی، یمن میں ایک زبردست بند بنایا گیا تھا جس سے پانی روک کر بیسیوں میل تک کے علاقے کو شاداب کیا جاتا تھا، وہ بند بڑی زرخیزی کا باعث تھا، یہ بند قوم سَبَا کے صدر مقام مَأرِب میں بنایا گیا تھا، اور اس کو سَدّ مَأرِب کہتے تھے، سَبَا کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ بند ٹوٹ گیا اور اس سے قوم کو زبردست خسارہ ہوا، اور اس کی ترقی وخوشحالی کا شیرازہ بکھر گیا، اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر سورۂ سبا میں کیا گیا ہے "لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ" کہ جب انھوں نے روگردانی کی تو ہم نے زبردست سیلاب بھیج دیا۔

یمن کا ساحل دوسرے ساحلوں کی طرح کم مفید اور شاداب ہے، اس کا بھی موسم گرم و مرطوب رہتا ہے، البتہ یمن کے پہاڑوں سے بکثرت بہہ بہہ کر آنے والا پانی یہاں کی وادیوں سے گذرتا رہتا ہے، جس سے کچھ تھوڑی بہت شادابی ہے، اس کے مشہور مقامات میں حُدَیدَہ، مُخَا اور عَدَن ہیں، جو کہ ساحل پر واقع ہیں، اور بڑی بندرگاہیں ہیں، اور اندرونی علاقے کے مقامات میں صَنعَاء (پایۂ تخت) تَعِز ملک کے بڑے شہر اور ان کے بعد صَعدَہ مَأرِب، زَبِید، ذَمَار اور ظفار ہیں، ان میں مَأرِب قدیم ہے اور قوم سبا کا مشہور مرکز

رہا ہے، اس طرح ظفار بھی قدیم تاریخی حیثیت رکھتا ہے، عدن اب حضرموت کے ساتھ شامل ہے، اور اس کا سب سے بڑا شہر اور بندرگاہ ہے۔

حضرموت

یمن سے گذر کر جبل السَّرَاۃ کا سلسلہ جزیرۃ العرب کے جنوب مغربی گوشے سے مشرق کی طرف مڑگیا ہے، پھر جنوبی ساحل کے قریب قریب دور تک چلا گیا ہے، جبل السَّراۃ کے اس حصہ کو حَضْرَمَوْت کہتے ہیں، حضرموت کے پہاڑ عموماً بنجر اور غیر شاداب ہیں، یہ زیادہ بلند بھی نہیں ہیں، اور ان پر بارش بھی کم ہوتی ہے، ان کے دامنوں میں کچھ آبادیاں ہیں لیکن بہت معمولی، اس کے باشندوں کی تعداد بھی کم ہے، اس کے پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ایک تنگ ساحل ہے، جو تہامہ حضرموت کہلاتا ہے، یہ تنگ ہونے کی وجہ سے اور شادابی کے اچھے ذرائع سے محروم ہونے کی وجہ سے عام طور پر ناقابل زراعت ہے، یہاں کا تہامہ اپنی تنگی میں عسر و یمن کے تہامہ سے مشابہ اور شادابی کی کمی میں حجاز کے تہامہ سے ملتا جلتا ہے، لہذا یہ ملک شادابی اور دولت کے لحاظ سے حجاز سے زیادہ غریب ہے، لیکن یہاں متعدد اچھی وادیاں ہیں، جن میں سے وادئ حضرموت ایک بڑی اور مشہور وادی ہے، جو حضرموت کے سلسلۂ کوہ کو درمیان سے قطع کرتی ہوئی سیکڑوں میل تک چلی گئی ہے، اور اس میں حضرموت کی بہت سی بستیاں ہیں، حضرموت میں رہنے والے یہاں کی وادیوں اور شادابی کے تھوڑے بہت ذرائع سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں زیادہ تر آبادیاں، وادیوں میں یا پھر ساحلوں پر ہیں، یہ ملک قدیم اور تاریخی ملک ہے، قدیم زمانہ سے یہاں کے لوگ تجارت کے عادی رہے ہیں، یہاں کا

اہم شہر تَرِیم ہے، جو وادی حضر موت میں واقع ہے اور قدیم سے اس علاقہ کے علمی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، ملک کا مشہور بندرگاہ جو بڑا شہر بھی ہے المُکَلّا ہے، اس کے علاوہ عدن کے قریب لَحِج نامی شہر بھی قابل ذکر ہے، حضر موت کو جدید نظام میں یمن جنوبی کا نام دیا جاتا ہے، اس کا پایہ تخت عَدَن ہے، جو اس پورے علاقہ کا سب سے بڑا شہر اور بندرگاہ ہے حضر موت کے اندرونی علاقے کے مقامات میں تریم کے علاوہ شَیْبُون، شَبَام، شَبْوَہ اور ساحلی علاقے کے مقامات میں المکلا کے علاوہ شِحْر قابل ذکر ہے، شحر قدیم تاریخی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

سواحل شحر و مہرہ و ظفار

یہ حضر موت سے متصل مشرق میں ایک میدانی وغیر پہاڑی علاقہ ہے جو جزیرہ نما کے جنوب مشرقی ساحل عمان کے پہاڑوں اور جزیرہ نما کے جنوب مغربی سلسلۂ کوہ جَبَلِ حَضرَموت کے درمیان واقع ہے، ان میں شحر و مہرہ اور ظفار نامی خطے ہیں، یہ دونوں طرف کی بارش کے آنے والے پانی سے تھوڑا بہت شاداب ہوتے ہیں، ان میں سے ظِفارعُمان کے پہلو میں اور شحر حضر موت کے پہلو میں اور مَہْرَہ ان دونوں کے درمیان میں واقع ہے یہ ظِفَار یمن کے ظِفَار سے علیحدہ مقام ہے، اس وقت ظِفَار سیاسی طور پر عُمان کا اور مہرہ اور شحر حضر موت کے جزء ہیں لیکن پہلے جب حضر موت یمن کا ایک صوبہ تھا، اس وقت مہرہ اور شحر حضر موت سے خارج تھے، بلکہ بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شحر کو عمان کا جزء سمجھا جاتا تھا، شاعر کہتا ہے ؎

دَارٌ سُعُدَیٍ بِشِحْرِ عُمَانِ
قَدْ کَسَاھَا الْبِلَی الْمَلْوَانِ

ظفار کا شمالی حصہ نسبتاً شاداب ہے، اس میں متعدد چراگاہیں ہیں، ظفار کے ساحلوں پر لوگ تجارت کرتے اور مچھلیاں پکڑتے ہیں، اور اس کے اندرونی علاقے میں گنّے کی کاشت بھی ہوتی ہے اور شادابی ہے، اس کا اہم شہر سلالہ ہے، جو ساحلی علاقہ میں واقع ہے اور اس میں ہوائی مستقر بھی ہے، دوسرا شہر مرباطؔ ہے جو بندرگاہ بھی ہے۔

مہرہ اور شحر شادابی کے لحاظ سے ممتاز نہیں، مہرہ کے علاقہ کے سامنے ایک خلیج ہے، اس کو خلیج القمر کہتے ہیں، مہرہ کے گھوڑے بہت مشہور رہ چکے ہیں، ان کو مَہرِی کہا جاتا تھا، بلکہ اچھے گھوڑے کے معنی میں مہری کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مہرہ کے مغربی جانب شحر کا علاقہ ہے، قدیم مقامی عربی میں شحر کے معنی ساحل کے ہوتے تھے، اسی سے اس خطّہ کا نام شحر پڑا۔

ان تینوں علاقوں کے جنوب میں بحر عرب اور شمال میں صحراء الربع الخالی ہے۔

جبال عمان

جزیرہ نما کے جنوب مشرقی ساحل پر بھی ایک چھوٹا پہاڑی سلسلہ ملتا ہے جس کو بعض لوگ جبال السّراۃ ہی کا جزء سمجھتے ہیں، اس کے پہاڑوں کی زیادہ سے زیادہ بلندی نو ہزار فٹ یا کچھ زیادہ ہے، یہ کئی پہاڑوں پر مشتمل ہے، جن میں جبل الظہیرہ، جبل الاُخضر قابلِ ذکر ہیں، ان میں سب سے بلند جبل الاخضر ہے، اس پر یہاں کی بڑی بستی نزدیٰ واقع ہے، جو عُمَانُ کے اندرونی علاقہ کا مستقر ہے، عُمَانُ کے پہاڑوں پر بھی خاصی بارش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کے دامن سرسبز و شاداب ہیں، یہاں بارش جاڑوں کے موسم میں خلیج عربی کے بادلوں سے ہوتی ہے، لیکن یہاں کی زمین اتنی شاداب نہیں ہے کہ اپنی

زراعتی پیداوار سے ملک کو دولت مند اور بہت آباد بنا سکے، البتہ ملک کی زمین سے اب پٹرول برآمد ہونے کی وجہ سے ملک میں دولت آنا شروع ہوگئی ہے۔

سواحل عُمَان

عمان کے ساحل جس کا جنوبی جزء ظفار پر مشتمل ہے اپنے حالات کے اعتبار سے حضر موت کے ساحلوں سے ملتے جلتے ہیں، اور یہاں کے ساحل کو بھی تہامہ عمان کہتے ہیں، اس کے کئی طرف سمندر رہے، اور ایک طرف پہاڑ، پہاڑی علاقہ ٹھنڈا اور تہامہ گرم ہے، یہاں کے مختلف خطوں کے باشندے عموماً موتی نکالنے اور مچھلیاں پکڑنے اور تھوڑی بہت تجارت کرنے کے عادی رہے ہیں، لیکن اب جب سے اس خطہ کے بعض حصوں میں پٹرول برآمد کیا جانے لگا ہے، اس خطہ کی آمدنی و ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ وہی بن گیا ہے۔

عمان کا شمالی ساحل زمین کی ساخت کے لحاظ سے خشک اور صحرائی ہے، اور سیاسی طور پر عمان کی سلطنت سے باہر ہے، وہ پہلے مختلف چھوٹی بڑی نیم آزاد بستیوں پر مشتمل تھا اور اب ایک وفاق کے ماتحت ایک متحدہ ملک ہے، اس کے مشہور شہر دُبَیّ اور شارِقہ نسبتاً قدیم اور ابوظبی جدید اور قابل ذکر ہیں، ملک کے اہم صوبہ کا پایہ تخت ابوظبی ہے، اس شمالی ساحل میں سب سے ممتاز شہر دُبی پھر شارقہ ہے، ابوظبی ایک چھوٹی بستی اور تعلقہ تھا لیکن یہاں پٹرول کی بڑی مقدار کا انکشاف ہوا، اور اس کے نکلنے کے ساتھ ابوظبی نے تیز ترقی کرنا شروع کی، آبادی بھی تیزی سے بڑھی، اب وہ پورے علاقہ کا سب سے بڑا شہر ہے، اور ملک کے وفاق میں اس کی ریاست سب سے زیادہ دولت مند ہے، اب شارقہ اور دبی میں بھی پٹرول برآمد کیا جانے لگا ہے جس کی بنا پر یہ دونوں بھی

ترقی کرتے جارہے ہیں، ان تینوں مذکورہ شہروں کے قریب اسی ملک کے وفاق میں شامل چار تعلقے اور ہیں، جو آبادی اور اہمیت کے لحاظ سے مذکورہ تینوں ریاستوں سے کم اہم ہیں، یہ عُجْمَان، ام القَیْوین، رَأْسُ الخَیْمَہ اور فُجَیْرہ ہیں، عُمَان کے اس شمالی ساحل کے لوگ کسی زمانہ میں جبکہ ملک میں پٹرول نہیں نکلا تھا بہت غریب تھے، اور مجبور ہو کر معاش کے لئے سامنے سمندر میں ڈاکے ڈالتے تھے، اسی وجہ سے اس ساحل کو ساحل القُرصَان کہا جاتا تھا، البتہ اس کے سامنے کے سمندر کا نام بحر البنات ہے (قرصان کے معنی عربی میں سمندری ڈاکو کے ہیں)

عمان کا مشرقی ساحل جنوبی ساحل کی طرح عمان کی سلطنت میں ہے، قدیم عہد میں یہاں بھی موتی نکالے جاتے تھے، اور تجارت بھی ہوتی تھی، اور یہ ساحل بھی زمین کی زراعتی صلاحیت کے لحاظ سے جنوبی ساحل سے مشابہ رہا ہے، یہاں بَطِیْنَہ نامی منطقہ اچھا زراعتی خطہ ہے، اس ساحل کا مشہور شہر اور بندرگاہ مسقط ہے جو پورے ملک عمان کا سب سے بڑا شہر ہے، اس کے متصل ہی شہر مَطْرُح ہے، وہ بھی بندرگاہ ہے۔

جزیرہ نما کا مشرقی ساحل

جزیرہ نما کا مشرقی ساحل چونکہ اس کے اندرونی علاقہ نجد کے ساتھ مختلف نوعیتوں سے ربط و مشابہت رکھتا ہے، اس لئے اس کا تذکرہ جزیرہ نما کے اندرونی خطوں کے تذکرہ کے بعد کیا جائیگا۔

وسطی جزیرۃ العرب

صحراء وریگستان

جزیرہ نما کا اندرونی علاقہ صحرائی اور نیم صحرائی ہر طرح کے خطّوں پر مشتمل ہے،

اس کے ٹھیک وسط میں ایک وسیع سطح مرتفع (نَجد) ہے اور جنوب و شمال میں الرُّبعُ الخَالی اور نُفُوذ نامی دو زبردست ریگستان ہیں شمالی ریگستان کے بھی شمال میں ایک وسیع صحرائی و خشک میدانی خطہ ہے جس کو بادیۃ الشام کہتے ہیں، اس کے علاوہ وسطی حِصّہ (نجد) کے مشرقی جانب بھی ایک ریگستانی پٹی ہے، جو الربع الخالی سے نُفُوذ تک چلی گئی ہے، جزیرہ نما کے مذکورہ بالا صحراء اس کے ایک ثلث سے زائد رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

الرُّبعُ الخَالی

جنوبی منطقہ میں پھیلا ہوا ایک بڑا اور بھیانک قسم کا ریگستان ہے، یہ جزیرہ نمائے عرب کا سب سے بڑا ریگستان ہے اور اس کے نصف جنوبی حصہ میں اس کے ساحلوں کے قریب قریب تک پھیلا ہوا ہے، اس کا کل رقبہ چار لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے لیکن اس کا اصل اور سخت ترین حصہ صرف دو لاکھ مربع میل ہے، یہ یمن سے عمان تک اوسطاً نو سو (۹۰۰) میل اور حضر موت سے نجد تک اوسطاً پانچ سو (۵۰۰) میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اس کے متعلق اندازہ یہ ہے کہ اس کی زمین عموماً ہموار اور سخت ہے، اس میں کنکر اور ریزوں کا سمندر پھیلا ہوا ہے جس کی ریت اپنی جگہ بدلتی اور اِدھر سے اُدھر منتقل ہوتی رہتی ہے، اس میں ریت کے لہردار ٹیلے بچھے ہوئے ہیں، اور پانی کے مرکز اور کنویں تقریباً مفقود ہیں، اور اگر اِکّا دُکّا ملتے بھی ہیں تو بعض وقت ایک کنوئیں سے دوسرے کنویں کا فاصلہ چار چار سو میل کا ہوتا ہے، اس ریگستان میں ریت کے مسلسل زبردست طوفان آتے رہتے ہیں جو اس کی سطح زمین میں تبدیلی کرتے رہتے اور ریت کے تودوں کو اِدھر سے اُدھر اُڑاتے رہتے ہیں، اگر ان میں کوئی قافلہ غلطی سے پڑ جائے

تو ریت کے اندر دفن ہو جاتا ہے اور جب تک ہوا ان پر سے ریت نہ اڑائے ان کی ہڈیاں بھی برآمد نہیں ہوتیں، یہ طوفان بڑی مسموم ہوا کے ہوتے ہیں، یہ طوفان جب غیر ریگستانی علاقے میں بھی پہونچ جاتے ہیں، بڑے مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں، ایک انگریز سیاح اسی طرح کے ایک طوفان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"ہم کو اس کا تجربہ اس طرح ہوا کہ قریباً دوپہر کے وقت کہ سورج ڈھل چلا تھا اور ہم چلتے ہوئے دشت پر مطلع صاف تھا جنوبی سمت سے دفعتہً نہایت ہی گرم ہوا کے جھونکے شروع ہوئے اور ہوا کی گرانباری لحظہ بہ لحظہ بڑھتی گئی، میں نے مڑ کر اپنے عرب رفیق کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی گردن سے لپٹ گیا ہے اور اس کے دوسرے ساتھی بھی اسی ہیئت میں پڑے ہوئے ہیں، میں نے جب اس سے بار بار سوال کیا تو اس نے سامنے ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وہاں جلد پہونچو ورنہ خیر نہیں اور اپنے اونٹوں کو قطعاً رکنے اور لیٹنے کا موقع نہ دو اور مار مار کر آگے بڑھاؤ، ہم اضطراب کے ساتھ خیمے کو دیکھ رہے تھے وہ ایک سو گز سے زیادہ فاصلہ پر نظر آرہا تھا، اسی اثناء میں ہوا کے جھونکے اور تیز ہو گئے، ہم بہ مشکل اونٹوں کو بڑھا پا رہے تھے، اُفق جلد ہی سیاہی مائل ہو گیا، اور اس عالم تاریکی میں ہوا کے ایسے گرم جھونکے شروع ہوئے کہ گویا یہ کسی جلتے ہوئے پہاڑ سے نکل رہے تھے، اور باوجود ہماری تمام کوششوں کے اونٹوں نے چکر کھا کر اپنے گھٹنے جھکانے شروع کئے اتنے میں سموم کا طوفان اور زوروں پر آ گیا، ہم نے بھی اپنے عرب رفقاء کی طرح اپنے چہرے ڈھانپ لئے، کرۂ ہوا اس قدر تاریک اور گرمی اس قدر جاں سوز ہو گئی کہ

یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا دوزخ زمین سے پیدا ہو گئی ہے، خوش قسمتی سے ہم عین وقت پر اپنے سر منھ لپیٹ کر خیمہ میں جا گرے اور ہمارے اونٹ بھی طوفان کے نکل جانے کے انتظار میں مُردہ لاشوں کی طرح باہر پڑ گئے" (ماخوذ از اردو ترجمہ سفرنامہ نجد و حساء از ولیم گیفرڈ پالگریو)

اس صحرائے الربع الخالی میں کسی کسی سال جب بارش ہو جاتی ہے، یا قرب وجوار سے وادیوں کے ذریعہ پانی پہونچتا ہے اس سے کچھ سخت جان پودے نکل آتے ہیں اور کچھ چراگاہیں بھی بن جاتی ہیں، جن میں قرب وجوار کے بدو آکر اپنے ریوڑوں کو رکھتے اور چراتے ہیں اور ان کے خشک ہو جانے کے بعد ان جگہوں کو چھوڑ کر وہ بھی چلے جاتے ہیں، یہ سلسلہ اس کے کناروں پر سال میں صرف چند ماہ رہتا ہے، ریگستان کے بالکل اندر جانا تقریباً ناممکن ہے، ریگستان کے اندرونی حصّوں کے متعلق آخری تحقیقات سے صرف اتنا پتہ چل سکا ہے کہ اس میں کچھ خانہ بدوش بدو پائے جاتے ہیں، جن کی تعداد کا اندازہ دو سو کا ہے، یہ قبیلۂ رَواشِدْ سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں بدوی اور عربی صفات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں اور یہ باہر کی دنیا سے بالکل بے خبر بھی ہیں، بہر حال مجموعی طور پر یہ ریگستان پتھر کی چٹان کی طرح خشک اور سمندر کے پانی کی طرح ناقابل استفادہ ہے۔

اس صحرا کے مختلف کناروں کو عرب مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں، یمن اور حضر موت سے متصل حصہ کو صَہْدَہْ اور حضر موت کے شمال مغربی کنارے کو اَحْقَافْ کہتے ہیں، احقاف ہی عربوں کی تاریخ میں وہ جگہ بتائی جاتی ہے، جہاں قوم عاد آباد تھی، قرآن مجید میں ہے "وَاذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَہٗ بِالْاَحْقَافِ" اور مَہْرَہ کے شمالی جانب کے گوشہ کو وَبَارْ کہتے ہیں، یہ خطّہ عربوں کے نزدیک جنوں کا مسکن تھا، یہاں کا سناٹا اور سنسان فضاء قرب وجوار کے رہنے والوں کے لئے حیرت ناک محسوس کی گئی ہیں، عرب یہاں کی چیزوں کو عموماً خوفناک اور

غیر معمولی سمجھتے تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جو آدمی اس علاقہ میں پڑجاتا ہے، پھر اس کو راہ نہیں ملتی اور وہ گم ہو جاتا ہے۔ فرزدق کا شعر ہے ؎

وَلَقَدْ ضَلَلْتَ اَبَاكَ يَطْلُبُ دَارِمًا

كَضَلَالِ مُلْتَمِسٍ طَرِيْقَ وَبَارِ

عرب یہاں کی مخلوقات اور اونٹ گھوڑوں کو غیر معمولی طاقت کے حیوانات سمجھتے تھے، اس صحراء کی ریت سُرخی مائل ہے، اس لئے اس کو الدہنا بھی کہا جاتا ہے، عربوں کے قدیم تجارتی عہد میں عربوں کے تجارتی قافلے اس طرف سے گزر کر مرباط اور ظفار جایا کرتے تھے۔

الربع الخالی کے شمال مشرقی گوشے کو یبرین کہتے ہیں، یہ یمامہ کے قریب واقع ہے اور اپنی ریت کی کثرت میں عربوں کے یہاں ضرب المثل ہے، اس کے ایک حصہ میں ایک نخلستان بھی ہے، جہاں عُمانؔ سے حج کو جانے والے قافلے اسٹیشن کرتے ہیں، اور یمامہ اور احساء کے درمیانی صحراء کو عَالج کہا جاتا ہے، یہ بھی ریت کی کثرت میں ضرب المثل ہے، اور کسی چیز کی تعداد کی زیادتی بتانے کے لئے رَمْلُ عَالِج سے مثال دی جاتی ہے۔

الربع الخالی درحقیقت ایک بڑا زبردست ریگستان ہے، اس کی وسعت اور اس کے ناقابل عبور ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر اس کا جائزہ نہیں لیا جا سکا ہے، البتہ کچھ باہمت سیاحوں نے اس کو سمجھنے کی بہت حد تک کوشش کی ہے، اور کچھ معمولی معلومات حاصل کی ہیں۔

النُّفُوْد

یہ شمالی صحرا جو سطح مرتفع (نجد) کے شمال میں واقع ہے، اور یہ بھی ایک بڑا صحرا ہے،

اس کو النفوذ کہتے ہیں، النفوذ بادیہ کی زبان میں ریت کے سُرخ ٹیلوں کو کہتے ہیں صحراء النفوذ صحرائے الربع الخالی سے تقریبًا آٹھ سو میل کے فاصلے پر ہے، اس کے اور جنوبی صحراء الربع الخالی کے درمیان وسیع سطح مرتفع نجد واقع ہے، اور وہ بھی اگرچہ ایک حد تک صحرائی خصوصیات رکھتی ہے لیکن وادیوں اور پانی کی دوسری سہولتوں کی وجہ سے شاداب قابل استفادہ ہے۔

صحرائے النفوذ دراصل ایک بہت بڑے اور چند چھوٹے چھوٹے ریگستانی قطعوں پر مشتمل ہے، بڑے کو النفوذ الکبریٰ اور چھوٹوں کو نفوذ البطراء، نفوذ قُنَیفِذَہ، نفوذ السّر اور نفوذ الشقیقہ کہتے ہیں، اور ان سب کے حالات ایک طرح کے ہیں، النفوذ الکبریٰ کا طول تقریبًا ایک سو اسّی میل اور عرض تقریبًا ایک سو چالیس میل ہے۔

النفوذ کی ریت الربع الخالی کے برخلاف عمومًا نرم ہے جس میں پیر دھنستے ہیں نفوذ میں چلنا آسان نہیں ہے، یہاں بھی ہواؤں کے زور سے ریت کے ٹیلے بنتے اور بگڑتے ہیں، ان میں سے بعض ٹیلے چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں، ان میں سے بعض بعض پانچ سو فٹ تک بلندی رکھتے ہیں، ان ٹیلوں کی وجہ سے جگہ جگہ کھڈ بن جاتے ہیں، جب عربوں کا کوئی قافلہ اس علاقہ سے گزرتا ہے تو وہ اس کے نشیب و فراز میں سے گزرتا ہے، اس میں اونٹ انسانوں اور تمام جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ آسانی سے چلتا ہے لیکن بعض وقت اس کے پیر بھی گھٹنوں گھٹنوں تک دھنس جاتے ہیں، یہاں اور تمام صحراؤں میں راستہ معلوم کرنے کے لئے عرب مسافر ستاروں سے خوب کام لیتے ہیں، اسی لئے صحرانوردوں کے لئے ستاروں کی بڑی اہمیت ہے، قرآن مجید میں ہے "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ"

نفوذ کے علاقہ میں موسم سرما میں بارش ہوتی ہے، اس کی وجہ سے اس کے اطراف میں کچھ صحرائی پودے پیدا ہو جاتے ہیں جن میں خانہ بدوش بدو اپنے ریوڑوں کو چراتے ہیں، اور

قیام کرتے ہیں اور ان کے خشک ہو جانے کے بعد پھر اس علاقہ کو چھوڑ دیتے ہیں اس کے علاوہ نفود کے علاقہ میں بارشوں کا پانی بھی جذب ہوتا ہے اور بعض وقت بعض کھڈوں میں تالاب کی صورت میں جمع بھی ہو جاتا ہے جن سے کبھی کبھی یہاں سے گزرنے والے قافلے فائدہ بھی اٹھا لیتے ہیں، نفود کے شمالی جانب ریگستان سے باہر ایک اچھا نخلستان بھی ہے جس کو دومۃ الجندل یا جَوف کہتے ہیں۔

الدَّہناء

النفود کے جنوبی سرے سے ایک ریگستانی پٹی جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نفود سے بہت ملتی جلتی ہے الربع الخالی تک چلی گئی ہے اور وہاں جاکر الربع الخالی میں شامل ہو گئی ہے یہ اپنی ریت کے سرخی مائل ہونے کی وجہ سے الدَّہناء کہلاتی ہے اس کے مغربی جانب جزیرۃ العرب کی سطح مرتفع "علاقہ نجد" ہے اور مشرقی جانب صَمَّانُ نامی ایک پست پہاڑی پٹی اور اس کے پہلو میں جزیرۃ العرب کا مشرقی ساحل الاَحساء ہے، صَمَّانُ نامی علاقہ کی زمین پہاڑی اور سفیدی مائل ہے۔

الدہناء تقریباً ۷۔۸ ریگستانی قطعوں پر مشتمل ہے، جن کے درمیان میں کچھ وادیاں یا نشیبی زمینیں ہیں، انہی سے احساء و نجد کے درمیان کے راستے گزرے ہیں ان میں بارش کا پانی جذب ہوتا ہے اور پودے نکل آتے ہیں ان سے بدو فائدہ اٹھاتے ہیں ان کو شقیقہ کہا جاتا ہے۔

بادیۃ الشَّامُ

النفوذ الکبریٰ کے متصلاً شمال میں صحرائے بادیۃ الشام ایک مثلث شکل کا وسیع صحراء

ہے جس کے مشرقی بازو پر عراق اور مغربی بازو پر شام کے ملک آباد ہیں، بادیۃ الشام النفوذ الکبریٰ سے ایک صفت میں نمایاں فرق رکھتا ہے وہ یہ کہ النفود میں ریت کے ایسے میدان ہیں جن کا رنگ سرخی مائل ہے، اور بادیۃ الشام میں پتھریلی مٹی کے میدان ہیں، جن کا رنگ سفیدی مائل ہے، بادیۃ الشام ایک سنگلاخ اور بے آب وگیاہ خطہ ہے، اس میں لوگوں کی جائے پناہ چند وادیاں ہیں، جو اس میں پائی جاتی ہیں، ان میں سے اہم وادی، وادی سِرحَان ہے، جو شمال سے جنوب کی طرف آتی ہے، اور جَوف میں پہونچ کر ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے دو رویہ نخلستانوں کے کچھ سلسلے ہیں، جن میں جگہ جگہ آبادیاں قائم ہیں، شام سے آنے والے قافلے اسی وادی سے گزرتے ہیں، بادیۃ الشام میں اس وادی کے علاوہ اور کئی چھوٹی چھوٹی وادیاں ہیں، جن کا رخ عموماً مغرب سے مشرق کی جانب ہے، اور وہ دریائے فرات پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں، ان میں قابل ذکر وادی، وادئ حوران ہے، بادیۃ الشام کے مشرقی، مغربی اور شمالی کناروں پر بلند پہاڑوں کے سلسلے ہیں، مشرقی وشمالی پہاڑ عجمی ممالک کے پہاڑوں کا جزو ہیں، شمال کے پہاڑ ترکی میں ہیں اور طَورُوس کہے جاتے ہیں، اور مشرق کے پہاڑ ایران میں ہیں اور زَغرُوس کہے جاتے ہیں، زَغرُوس پہاڑوں سے اتر کر بادیۃ الشام کا جو علاقہ ملتا ہے، وہ باوجود صحراء ہونے کے قابل کاشت ہے کیونکہ اس کے علاقہ سے دو بڑے دریا دِجلَہ اور فُرَات گزرتے ہیں، وہ اپنے درمیان کے علاقے اور اس کے کناروں کو شاداب اور زرخیز بناتے ہیں، ان کے دو رویہ کھجور کے باغات ہیں، ان میں دنیا کے کھجوروں کی سب سے زیادہ مقدار پیدا ہوتی ہے، اسلام سے قبل یہ علاقہ ایرانی ملک کا ایک جزو تھا، اور اسی میں ایرانی حکومت کا پایۂ تخت مَدَائِن آباد تھا، مسلمانوں نے اسی علاقہ کو فتح کرنے کے بعد یہاں کئی شہر آباد کئے، ان میں سب سے بڑا شہر بَغدَاد ہے جو صدہا سال تک اسلامی مملکت کا پایۂ تخت رہا، اور بعد میں اپنے علاقہ کا پایۂ تخت

بنا رہا، مسلمانوں کی فتوحات کے بعد انتظامی طور پر یہ علاقہ مستقل حیثیت حاصل کر گیا، اور عِراق کہلایا، عراق کے دونوں دریا جو بادیۃ الشام سے گزرتے ہیں، اپنے شمال میں واقع ترکی کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور بادیۃ الشام کی شمالی سرحد سے اس علاقہ میں داخل ہوتے ہیں، ان میں دجلہ شمال مشرق سے اور فُرات شمال مغرب سے عراق میں داخل ہوتے ہیں، فرات عراق سے قبل شام کے وسیع خطوں سے بھی گزرتا ہے، یہ دونوں دریا خلیج عربی تک پہونچنے سے دو سو چار (۲۰۴) کلومیٹر قبل شہر القرنہ کے قریب آپس میں مل جاتے ہیں، اور پھر سمندر تک ساتھ مل کر بہتے ہیں، ان کے سنگم شہر القرنہ سے شمال کے اس وسیع خطہ کو جو دونوں دریاؤں کے درمیان واقع ہے اس کی شادابی کی وجہ سے الجزیرہ کہا جاتا تھا، اور ملنے کی جگہ سے جنوب میں واقع علاقہ کو سَوَادُ العِراق کا نام دیا جاتا تھا، دونوں دریاؤں کے مجموعہ کو شطُّ العرب کہا جاتا ہے۔

شطُّ العرب کے دونوں کناروں پر کھجوروں کی زبردست کاشت کی جاتی ہے کیونکہ اس کی زمین جزیرہ نما کی طرح کھجور کے لئے بڑی سازگار ہے، عراق کا ملک پانی کی سہولت کی وجہ سے کافی شاداب ہے اور قدیم ترین تمدنوں کی آماجگاہ رہ چکا ہے، جن کے صدر مقامات نینوی، بابل مدائن اور حیرہ اب بھی کھنڈروں کی صورت میں ملتے ہیں، اس خطۂ زمین سے اُشوری، سومری اور کلدانی تہذیبوں کی ایک عظیم اور قدیم تاریخ وابستہ رہی ہے، جو دنیا کے تمدنوں میں قدیم ترین تاریخوں میں شمار کی جاتی ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اسی عراق کے جنوب حصہ میں تھا، کلدانی سلطنت کا شہر بابل اور ایرانی سلطنت کا پایۂ تخت وسطی عراق میں واقع تھا، وسطی عراق کے بادیہ کو بادیۃ الجزیرہ یا خُسَافُ بھی کہا جاتا ہے، اور اسی طرح شط العرب کے مغربی جانب کا علاقہ بادیۃ العراق یا سَمَاوہ بھی کہلاتا ہے، یہ تو ہوا بادیۃ الشام کا مشرقی حصہ جو عراق کے علاقہ میں واقع ہے، رہا بادیۃ الشام کا مغربی کنارہ تو وہ پہاڑوں کی اس شاخ سے گھرا ہوا ہے، جس کا

تعلق شمال میں ترکی کے جبال طُورُوس سے بتایا جاتا ہے، اور جنوب میں وہ جبال السَّرَاۃ سے وابستہ ہے، ان پہاڑوں کے مغربی جانب بحر روم ہے، بحر روم سے جو مانسون اٹھتے ہیں، وہ ان پہاڑوں کو بہت زیادہ شاداب بناتے ہیں، اور ان سے نکل کر عراق کے پہاڑوں کو بھی بہت کچھ شاداب کرتے ہیں، بادیۃ الشام کے مغربی کنارہ اور اس سے متصل شاداب پہاڑوں پر مشتمل خطہ کو شام کہتے ہیں، اس کا ایک جزء فلسطین بھی ہے، یہ حصہ کافی شمال میں ہونے اور بلند پہاڑوں پر مشتمل ہونے اور بارشوں سے متمتع ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ گل و گلزار خطہ ہے، اور قدیم عہد سے آباد اور متعدد تمدنوں کا گہوارہ رہا ہے، جن میں کنْعَانی اور فینیقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان پہاڑوں سے مشرقی جانب بادیۃ الشام میں اترتے ہی متصلاً جو صحرائی علاقہ ملتا ہے، وہ اس کے بالکل برعکس خشک، بنجر اور بے آب و گیاہ ہے، اور مشرق میں عراق کے پہاڑوں تک بلکہ اس کے دریاؤں تک پھیلا ہوا ہے، جو کہ بادیۃ الشام کے نام سے موسوم ہے، اس بادیہ کے مغربی حصہ میں اس کے شاداب پہاڑوں سے ہٹ کر بھی بعض چھوٹے پہاڑی یا نخلستانی یا نسبتاً شاداب اور سرسبز خطے ملتے ہیں ان میں سے ایک قابل ذکر خطہ تَدْمُر ہے، یہاں جاہلیت کے زمانہ میں عربوں کی حکومت رہی ہے، اور اسی طرح اسی کے قریب دِمَشْق کے جنوب میں غَسَّانِی عربوں کا اقتدار رہا ہے۔

بادیۃ الشام اگرچہ عراق اور شام دونوں ملکوں کے درمیان پھیلا ہوا ہے لیکن یہ نام خصوصاً شامی بادیہ کا ہے، عراقی حصہ کے بادیہ کو شمال میں بادیۃ الجَزِیْرَہ یا خُسَّاف اور جنوب میں بادیۃ العِرَاق یا سَمَاوَہ کہتے ہیں، سماوہ عربی میں اس ہموار زمین کو کہتے ہیں جو پتھروں سے خالی ہو، پورا بادیۃ الشام سنگلاخ اور نہایت دشوار گزار ہے، اس میں سے بدو قافلے بھی صرف خاص خاص راستوں سے گزرتے ہیں، اور یہ راستے وہ ہیں جو عموماً وادیوں میں سے ہو کر گزرے ہیں، یہ بادیہ اگرچہ باقاعدہ ریگستان نہیں ہے، لیکن اپنی خشکی اور پانی کی کمی کی وجہ سے النفوذ الکبریٰ

سے بھی زیادہ خشک اور غیر شاداب ہے، یہاں بھی ریت اور مٹی کے گرم طوفان آتے ہیں، جو انسانوں اور جانوروں کے لئے تباہ کن اور ایذا رساں ہوتے ہیں، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمان مجاہدین کے ساتھ اس بڑے صحراء کو بغیر پانی کے صرف پانچ دن میں طے کرلیا تھا، اور عراق سے شام اچانک اس طرح پہونچ گئے تھے کہ لوگ مشکل سے تصور کرسکتے ہیں، اس راستہ کے طول کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ بغداد اور دمشق کے درمیان جو موٹروں کا راستہ بنایا گیا ہے، اس کا طول تقریباً پانچ سو چالیس ۵۴۰ میل ہے، بادیۃ الشام کے مشرقی و مغربی شمالی کنارے پہاڑوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بارش سے متمتع ہوتے ہیں جس کے باعث وہاں شادابی و سرسبزی ہوتی ہے۔

بادیۃ الشام کا علاقہ آٹھ سو ۸۰۰ سال تک خلافت اسلامی کا مستقر رہا ہے، یہ عباسیوں کے زیر اقتدار تھی اور ان کا پایہ تخت بغداد تھا، اس سے قبل دور اموی میں مغربی بازو جس کا شہر دمشق پایہ تخت تھا خلافت اسلامی کا مستقر رہا، دور عباسی میں بادیۃ الشام کے مشرقی بازو عراق نے بڑی ترقی کی تھی، کہتے ہیں کہ اس وقت اس علاقہ کی آبادی آج کل سے چوگنی تھی، اور تمدن اور طاقت کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک تھا، اس قدیم زمانہ میں مواصلات کے معمولی ہونے کے باوجود بغداد میں ۲۰ لاکھ کی آبادی ذکر کی جاتی ہے۔

سطح مرتفع (نجد)

جزیرہ نما کے شمالی و جنوبی ریگستانوں یعنی النفود اور الربع الخالی کے درمیان واقع سطح مرتفع تقریباً آٹھ سو ۸۰۰ میل طویل اور سوا دو سو ۲۲۵ میل عریض ہے، اور اس کو نجد کہتے ہیں، نجد کے معنی بلند زمین کے ہیں، جس کے مقابلہ میں غور اور وہد کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں،

جس کے معنی پست زمین کے ہیں، ایک شاعر نے کہا ہے ؎

وَقَدْ يَعْقِلُ الْقُلُّ الْفَتَى دُوْنَ هَمِّهِ

وَقَدْ كَانَ لَوْلَا الْقُلُّ طَلَّاعَ أَنْجُدِ

ایک دوسرے شاعر نے نجد کے لفظ کے ساتھ غور کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، وہ کہتا ہے۔

نَبِيٌّ يَرَى مَالَا يَرَوْنَ وَذِكْرُهُ

أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا

نجد ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے اس میں متعدد وادیاں داخل ہوتی اور اس میں سے گزرتی ہیں، اور اس میں متعدد پہاڑ ہیں، ان دونوں ذرائع سے اس علاقہ کو اس کی ضرورت بھر کا پانی مل جاتا ہے جو اس کی شادابی کا ذریعہ بنتا ہے، نجد کی سطح، سطح سمندر سے اچھی خاصی بلند ہے لیکن مغربی کنارے سے مشرقی کنارے تک پست ہوتی چلی گئی ہے مغربی سرے پر اس کی بلندی ساڑھے تین ہزار فٹ اور مشرقی سرے پر ڈھائی ہزار فٹ ہے۔

نجد جزیرہ نمائے عرب کا ایک ممتاز ترین اور ٹھیٹ عربی خصوصیات رکھنے والا علاقہ سمجھا جاتا ہے، طبعی لحاظ سے یہ مختلف النوع علاقوں پر مشتمل ہے، اس میں پہاڑ بھی ہیں اور صحراء بھی، مختلف خصوصیات کے میدانی خطے بھی ہیں، اور متعدد اچھی شاداب وادیاں بھی ہیں، اس کے بعض حصوں میں بڑے اچھے اچھے نخلستان ہیں، ان خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ جزیرۃ العرب کے عام خشک اور گرم ماحول میں نجد کا یہ خطہ اہل عرب کی نظر میں پسندیدہ رہا ہے، اور اس میں بسنے والے عرب تو اس کے شیفتہ رہے ہیں، وہ جب نجد سے کسی اور علاقہ میں چلے جاتے، یا ان کو کسی وجہ سے نجد چھوڑنا پڑتا تو وہ نجد کو بہت یاد کرتے، اس کے تذکروں سے ان کی شاعری اور ادب معمور ہے، ایک شاعر کہتا ہے ؎

قِفا وَدِّعا نَجْداً ومَنْ حَلَّ بالحِمیٰ ۔۔۔ وَقَلَّ لِنَجدٍ عِنْدَنا أَن یُوَدَّعا

بِنَفسِی تِلكَ الأرضَ ما أطیبَ الرُّبیٰ ۔۔۔ وما أحسنَ المصطافَ والمتربَّعا

ولیست عَشِیّاتُ الحِمیٰ بِرَواجِعٍ ۔۔۔ عَلَیكَ ولٰکِنْ خَلِّ عینیكَ تَدمَعا

ایک نجدی صنعاء میں گرفتار ہوگیا تھا وہ نجد کو یاد کرتا ہے اور ایک زوردار قصیدہ میں اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرتا ہے ؎

لَا حَبَّذا أنتَ یا صَنعاءُ من بَلَدٍ ۔۔۔ وَلَا شَعُوبُ هوىً مِنّی وَلَا نُقُمُ

وحَبَّذا حِینَ تُمسِی الرِیحُ بارِدَةً ۔۔۔ وادی أُشَیٍّ وَفِتیانٌ بِهِ هُضُمُ

لیکن یہ نجد جس کے تذکرے ہم کو عربی شاعری میں بکثرت ملتے ہیں، عموماً نجد کا شمالی میدانی علاقہ مراد لیا گیا ہے، جو حجاز، شمر اور طویق پہاڑوں کے درمیان میں ہے، اور جس کو قصیم کہتے ہیں۔

مکمل نجد کئی علاقوں پر مشتمل ہے:۔

(۱) ایک تو یہی قصیم کا میدانی علاقہ جس سے وادی رُمَّہ گزرتی ہے، اور جو اپنے چاروں طرف پہاڑوں سے آنے والے پانی سے سیراب ہوتا رہتا ہے۔

(۲) دوسرے اس کے شمال میں واقع وہ میدانی منطقہ جس کو اَجا اور سَلمیٰ کے پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں، اور جو اب شَمَّر کہلاتا ہے۔

(۳) تیسرے یَمامہ جو قصیم کے جنوب میں واقع ہے اور نجد کا جنوبی جزء ہے اس کے شمال کی جانب ایک پہاڑی سلسلہ ہے، اس کو جبل العارِض اور جبل الطُّوَیق کہتے ہیں، یہ پہاڑ یمامہ اور اپنے جوار کے علاقوں میں شادابی پیدا کرتا ہے، اسی پہاڑ کے جنوب میں واقع علاقہ یمامہ کہلاتا ہے جس کو قدیم عہد میں..... یمامہ کے ساتھ عُرُوض بھی کہتے تھے آج کل اس کو خَرج بھی کہتے ہیں، پوری مملکت سعودیہ کا دارالسلطنت رِیاض اسی منطقہ میں ہے۔

تاریخ وادب میں قصیم اہمیت کا مالک رہا ہے، اس میں بہت سے مشہور اور اہم ترین شعراء پیدا ہوئے، قدیم بڑے شعراء میں خاص طور پر امرؤ القیس، طرفہ بن العبد، الحارث بن حلزہ اوس بن حجر، زُہیر بن ابی سلمیٰ، عنترہ ابن شداد اور آخر میں جریر اور الفرزدق قابل ذکر ہیں، یہاں کے شعراء نے یہاں کی زمین، فضا، پھولوں، پودوں اور ہواؤں کا خوب خوب تذکرہ کیا ہے، یہاں کے شعراء کے کلام میں حب وطن کے جذبات خاصے ملتے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

الا یا صبا نجدٍ متیٰ هجتَ من نجد	لقد زادنی مسراك وجدًا علی وجدِ
أأن هتفت ورقاءُ فی رونق الضحیٰ	علی فننٍ غض النبات من الرندِ
بکیت کما یبکی الولید ولم تکن جزوعًا	وأبدیتَ الذی لم تکن تُبدی
تمتع من شمیم عرار نجدٍ	فما بعد العشیّة من عرارِ

یہیں کے پودے عَرار، غَضا، بانہ، رِند وغیرہ ادب وشاعری کا خاصا موضوع بنے، یہاں کے شاداب میدان ریت، ٹیلے اور اس کے مختلف گوشے اور پہلو اور رتیلے میدان جیسے رَوضہ، قاع، اَجرَع، کثیب، نقا وغیرہ شاعری میں اچھے انداز سے ذکر کیے جاتے رہے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

سلی البانة الغیناء بالاجرع الذی

به البانُ هل حییتُ اطلال دارك

قصیم کے مغربی جانب جبال حجاز میں دو مشہور پہاڑ ہیں، ایک کو اَبانِ اسود اور دوسرے کو اَبانِ احمر کہتے ہیں، اور ان دونوں کو ابانَین کہا جاتا ہے، ان ہی کے درمیان سے جزیرۃ العرب کی طویل ترین وادی، وادی الرُمّہ گزرتی ہے، یہ ایک طویل وعریض وادی ہے، جو حجاز کے پہاڑوں سے نکل کر اس طرف آتی ہے، اور قصیم کے درمیان سے گذرتی ہوئی مشرقی جانب چلی گئی ہے، اس میں قصیم کے کئی مشہور شہر آباد ہیں، جیسے بُریدہ، عُنیزہ اور یہ وادی

شمال مشرقی جزیرۃ العرب کی جانب سے آنے والے اور مدینہ منورہ جانے والے حاجیوں کی گزرگاہ بھی ہے، قصیم کے ہی علاقہ میں بعض حصوں میں چھوٹے چھوٹے نفوذ ہیں، اور اس کے مشرقی جانب سَدِیر نامی ایک پہاڑی شاخ ہے، اور اسی جانب وشم نامی علاقہ ہے جس میں ثَرمَدا نامی تاریخی بستی ہے، قصیم میں وہ قدیم جگہ بھی ہے جس کا نام الرَّسُ ہے۔

قصیم کا میدان مختلف نشیب و فراز رکھتا ہے، اور کہیں کہیں میلوں تک بے قاعدہ نشیبوں میں چلا گیا ہے، ان نشیبوں میں بارش کے موقع پر جو یہاں جاڑوں میں ہوتی ہے، وادیوں کا پانی آ آ کر جمع ہو جاتا ہے، اور موسم سرما کے اختتام تک خشک نہیں ہوتا، اور کہیں کہیں مرطوب مقامات پر جھاڑیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، جن میں طَلْح، حِنَّاء، سِدْر کے درخت خاص طور پر ہوتے ہیں، البتہ اَثَل جو ایک قسم کا دیودار پودا ہے، اور غَضَا کی جھاڑیاں ریگستانی ڈھالوں اور نشیبوں میں ہوتی ہیں، غضا کی لکڑی آگ میں اچھی جلتی ہے، اس کی قدر اس حیثیت سے بھی کی جاتی ہے، اَرَاکْ (پیلو) کا پودا بھی صحرائی علاقوں میں خوب ہوتا ہے، اور اونٹوں کی مرغوب غذا بھی ہے، قصیم میں مشرقی ہوا بڑی پر کیف ہوتی ہے، اس سے یہاں کے بسنے والوں میں بڑی تازگی اور کیف پیدا ہوتا ہے، اس کو صبا کہتے ہیں، عربی شاعری اس کے ذکر سے معمور ہے، اور جو مشرقی زبانیں عربی سے متاثر ہوئی ہیں، ان میں دوسرے اثرات کے ساتھ صبا کی دلکشی کا تصور بھی منتقل ہوا ہے ؎

أَلَا یا صبا نجدٍ متی هجتِ من نجدِ

لقد زادنی مسراكِ وجداً علی وجدِ

قصیم کے شمال میں شَمَّر کا علاقہ ہے، اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے، ایک کا نام اَجَاء ہے، جو شمال میں ہے، اور اس کی بلندی ساڑھے پانچ ہزار فٹ ہے، دوسرے کا نام

سلمیٰ ہے' یہ پہلے کے مقابلہ میں نسبتاً کم بلند ہے' اور اجا سے تقریباً ۴۵ میل جنوب میں واقع ہے اجا اور سلمیٰ کے درمیان ایک وسیع اور شاداب میدان ہے' جو ان دونوں پہاڑوں سے بہہ بہہ کر آنے والے پانی سے سیراب ہوتا ہے' پورے خطہ کو جبال طے یا شمر کہتے ہیں' یہاں قدیم عہد سے قبیلہ طے آباد رہا ہے' یہ یمنی قبیلہ تھا، اس میں بھی متعدد اہم شخصیتیں پیدا ہوئیں، جن میں خاص طور پر قابل ذکر حاتم طائی گزرا ہے' یہ قبیلہ بڑی شہرت رکھتا ہے' اور شعراء کی کثرت میں بھی مشہور رہا ہے' ان کا سب سے اہم شاعر ابو تمام ہے جو عہد عباسی میں گزرا ہے' اس کے علاوہ اسلام سے قبل و بعد متعدد قابل ذکر شعراء ہوئے ہیں' اس قبیلہ کے شعراء کے یہاں بھی وطن کی محبت اور جذبات عشق کا بیان خاصا ملتا ہے' یہ طائیوں کا علاقہ ایران کے قریب واقع ہے' اس لئے ایرانیوں کو ان سے زیادہ واسطہ پڑا کرتا تھا چنانچہ وہ سارے عربوں کو طائی کہنے تھے' طائی بگڑ کر تازی ہوگیا تھا، چنانچہ عربی گھوڑے کو اسپ تازی کہا جاتا ہے، قبیلہ طے کی ایک مشہور شاخ بعد میں شمر نام سے موسوم رہی، جس کی شاخیں اب تک اس علاقہ میں آباد ہیں، باقی عراق کے جنوب مغربی علاقہ میں جا کر بس گئیں' اور اب تک وہاں موجود ہیں' اجا کے پہاڑ کے دامن میں اس پورے علاقہ کا صدر مقام حائل آباد ہے' اور سلمیٰ کے دامن میں قدیم شہر فَیْدُ آباد ہے' اجا و سلمیٰ پہاڑوں کا تذکرہ قدیم عربی روایات اور کہانیوں میں اہمیت کے ساتھ ملتا ہے' ان کو اختصاراً الجَبَلَین کہتے تھے' جس کے معنی دونوں پہاڑ ہیں، جبال طے کے چھوٹے پہاڑوں میں ایک پہاڑ جودی ہے' جس کی طرف ایک شاعر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

فما نطفۃٌ من ماء مُزنٍ تَقَاذَفَتْ	بہ جنبتا الجُودیِّ واللیلُ دَامِسُ
باطیبَ من فِیہا وما ذقتُ طعمہ	ولکنّنی فیما تری العینُ فارسُ

نجد کا پہاڑ جبل الطُوَیق قصیم کے جنوب میں ہلالی شکل میں پھیلا ہوا ہے اس کے شمالی جز کو

سَدِیر اور جنوبی جز کو طُوَیق کہتے ہیں، طویق کا شمالی سرا ٹھیک وسط نجد میں اور جنوبی سرا نجد

کے جنوب مغربی حصہ میں واقع ہے، طویق کے مشرقی جانب بھی ایک پہاڑی شاخ گئی ہے،

جو عَرَمَہ کہلاتی ہے۔

طویق کو قدیم کتابوں میں العارض بھی کہا گیا ہے۔

قصیم اور جبل طویق کے جنوب میں واقع علاقہ یمامہ ہے، یہ ایک شاداب اور

تاریخی علاقہ ہے، یمامہ کا علاقہ بھی عربی تاریخ میں بڑی اہمیت کا مالک رہا ہے،

یہ جبل طویق کے جنوب و مشرق میں پھیلا ہوا ہے، اس کو عہد قدیم میں جَوّ اور عَرُوض بھی کہتے تھے،

عربی تاریخ میں اس کی شادابی کا بڑا تذکرہ ملتا ہے، اس زمانہ میں اس کا صدر مقام حجر تھا،

جو مسیلمہ کذاب اور اس کے قبیلہ بنی حنیفہ کا وطن بھی تھا، اسی خطہ میں سعودی مملکت کا

دارالسلطنت ریاض واقع ہے، اسی علاقہ میں اَبَاضْ نامی بستی واقع ہے حضرت خالدؓ نے مسلمانوں

کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ مسیلمہ اور اس کی فوجوں سے بڑی خوں ریز جنگ کی تھی، اس کے

مسلمان شہداء یہیں مدفون ہوئے، خوارج کا مشہور فرقہ اباضیہ کی نسبت اسی اباض

نامی مقام سے ہے، مشہور جاہلی شاعر اعشیٰ کا وطن منفوحہ اسی علاقہ میں ہے، اور اب وہ شہر

ریاض کا ایک محلہ ہے، یمامہ کا علاقہ جوّ اور کھجور کی پیداوار میں مشہور رہ چکا ہے، یہاں کے

کھجور اپنی کثرت میں ضرب المثل تھے، ابو العلا المعری نے ایک موقع پر کہا کہ "وجدتُ

العلمَ بَعْدادَ اکَتَرمن الجَرِیدِ بِالیمَامَۃ"، یمامہ کا علاقہ ممتاز اور شاداب ہونے کی بنا پر

نسبتاً یہاں کی آبادی بھی اچھی رہی، یمامہ کے علاقہ میں ایک عورت گزری ہے جس کے

متعلق عربی تاریخ وادب کی کتابیں بتاتی ہیں کہ وہ تین روز کی مسافت سے دیکھ لیا کرتی

تھی، وہ یہاں کے مشہور تاریخی قبیلہ جدیس کی فرد تھی، اس کی آنکھیں نیلی تھیں، اس لئے اس کو زرقاء جو اور زرقاء الیمامہ کہتے تھے، عربی کی مثل ہے "فلانٌ ابصرُ من زرقاءِ الیمامۃ" متنبی کا شعر ہے ؎

وابصر من زرقاء جو لاننی
متی نظرت عینای ساواھما علمی

اس عورت کا نام حذامِ بھی تھا چنانچہ ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے ؎

اذا قالت حذام فصدّقوھا
فان القول ما قالت حذامِ

اور اسی یمامہ میں مشہور تاریخی قبائل بائدہ، طسم اور جدیس آباد رہے ہیں، یہ بڑے طاقتور قبیلے تھے، لیکن آپس کی جنگوں میں تباہ ہوگئے۔

اسی علاقہ میں بڑی وادی، وادی حنیفہ ہے، اس وادی کے دورویہ کھجور کے باغات ہیں، اور وہ شاداب وادی ہے، یہ بکر بن وائل ابن ربیعہ کی مشہور شاخ بنو حنیفہ کی طرف منسوب ہے، ان کی آبادی بھی یہیں تھی، اسی وادی کے قریب شہر ریاض واقع ہے، جو سعودی خاندان کا وطن اور حکومت کا صدر مقام ہے، ریاض کے مغربی رخ پر قریب ہی شہر الدرعیہ ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کا وطن و مستقر تھا، خرج کو ترقی دینے اور اس کو شاداب وزرخیز بنانے کے لئے آج کل حکومت سعودیہ بڑی توجہ دے رہی ہے، نجد کے جنوب و مغربی خطے میں ایک بڑی وادی، وادی الدواسر ہے، یہ یمن کے پہاڑوں سے نکل کر شمالی طرف بڑھتی ہوئی نجد پہونچتی ہے، اس کے مختلف خطوں میں کھیتی باڑی اور کاشت کی جاتی ہے، اس میں متعدد آبادیاں بھی ہیں، وادی الدواسر کا علاقہ نجد کے جنوب و مغرب سے یمن کے شمال

و مشرق تک پھیلا ہوا ہے، اس کو قدیم عہد میں عُرُوض کے نام سے مستقل علاقہ کی حیثیت دیتے تھے۔

سواحل منطقہ شرقیہ (۱) قَطَر

عمان کے شمال مغرب میں جزیرہ نما کی ایک ساحلی نوک بشکل زبان سمندر کے اندر تقریباً ایک سو میل طول میں اور چالیس میل عرض میں چلی گئی ہے، یہ جزیرہ نماء قطر کہلاتی ہے یہ چھوٹا جزیرہ نما ایک ساحلی لیکن صحرائی خطہ ہے اس کے بیشتر حصہ پر ریگستان کا عمل دخل ہے کہیں کہیں پر معمولی نخلستان ہیں، اس کی سرزمین و ریگستان الربع الخالی سے وابستہ ہے کچھ عرصہ سے جزیرہ نما کے دوسرے مشرقی ساحلوں کی طرح یہاں سے بھی پٹرول برآمد کیا جارہا ہے، لیکن اس سے قبل یہاں بھی بہت غربت تھی، اور جس طرح جزیرہ نما کے دوسرے مشرقی ساحلوں پر مچھلی پکڑنے اور موتی نکالنے کا کام ہوتا تھا، اسی طرح یہاں بھی ہوتا تھا، اس کا مشہور شہر الدَّوحہ ہے، جو بندرگاہ بھی ہے اور ملک کا صدر مقام بھی، یہ قطر کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔

جزیرۃ العرب کی قدیم تاریخ میں قطر کا نام ملتا ہے، اس کے نام سے بعض اچھے کپڑوں کی شہرت تھی، اور قطری کپڑے کہے جاتے تھے، مشہور خارجی سپہ سالار اور فرقۂ خوارج کا امیر قَطَرِی ابن الفُجَاءہ یہیں کا تھا، قدیم کتابوں میں خَطّ کی اصطلاح جس ساحل کے لئے استعمال ہوتی ہے اس میں اَحْسَاء کے ساتھ قَطَر بھی شامل ہے۔

(۲) اَحْسَاء

نجد کے مشرقی جانب واقع ساحل کو اَحْسَاء کہتے ہیں، یہ قطر کی شمالی سرحد سے کویت کی

جنوبی سرحد تک کئی سو میل پھیلا ہوا ہے، اس کے مغربی جانب دہنا اور نجد کا علاقہ ہے اور مشرقی جانب سمندر پھر بحرین کا جزیرہ واقع ہے، جزیرہ نما کی یہ وسیع اور چوڑی ساحلی پٹی ہے، پہلے زمانہ میں اس کا نام ہَجَر اور بَحْرَین تھا، حدیث شریف اور تاریخ کی کتابوں میں بحرین کا لفظ اسی علاقہ کے متعلق آیا ہے، اب اس کو احساء کہتے ہیں، یہ نام درحقیقت اس کی ایک جنوبی بستی کا ہے، جو اب ہَفُوف کہلاتی ہے، احساء کے معنی ہیں وہ ریتلی زمین جس میں بارش کا پانی جذب ہو کر ذرا سی گہرائی میں رک جاتا ہو اور کھودنے سے بآسانی برآمد کیا جاسکتا ہو، یہ لفظ حِسی کی جمع ہے، احساء کی زمین میں بارش کا پانی اچھا خاصا جمع ہو کر اندر رکتا ہے جو خود کہیں چشموں کی صورت میں نکلتا ہے، اور کہیں اس کو لوگ کھود کر نکالتے ہیں، اس کے علاوہ اس علاقے میں متعدد چھوٹے بڑے نخلستان بھی ہیں، ان کی وجہ سے اس علاقہ میں جزیرہ نما کے دوسرے صحرائی علاقوں کی بہ نسبت زیادہ کاشت ہوتی ہے، اس علاقہ کے کھجور بھی کثرت میں ضرب المثل ہیں، مثل ہے کہ "کنا قل التمر الی ھجر" اس کا سب سے بڑا نخلستان قَطِیف کا نخلستان ہے، قَطِیف ایک پرانی بستی ہے، یہ بھی عربوں کی قدیم تاریخ میں خَطّ نامی علاقہ کا جز رہی ہے، خط نامی علاقہ قطیف سے قطر تک سمجھا جاتا تھا، خط کا علاقہ نیزوں کی صنعت میں مشہور رہ چکا ہے، عربی شاعری میں خَطِّی نیزے مضبوط اور اچھے سمجھے جاتے تھے[1] یہاں حدّادی کی صنعت بھی، ابو عطاء سندھی شاعر کہتا ہے ؎

ذکرتك والخطي تخطر بيننا

وقد نهلت منا المثقفة السمر

خط کے علاقہ میں صنعتی کام کا رواج تھا، اس کے قطر کے جزء میں اچھا کپڑا بنتا تھا، اور

---

[1] نیزوں کی نسبت رُدَینہ اور سَمْہَری کی طرف بھی کی جاتی ہے، یہ دونوں کوئی مقامات نہیں ہیں بلکہ نیزوں کے وہ صناع تھے اور شوہر اور بیوی تھے۔

تلواریں بھی اچھی بنتی تھیں، نیز اس کے علاوہ جزیرہ نما کے مشرقی ساحل پر ہونے کی وجہ سے ہندوستان کا بنا ہوا مال نیز اچھی تلواریں درآمد کی جاتی تھیں یہ تلواریں سیوف مُہَنَّدہ، ہِندِیہ اور ہِنْدُوَانِیہ کہلاتی تھیں، پھر عرب شعراء ہر اچھی تلوار کو ہندی ہندوانی اور مہند کہنے لگے کعب بن زہیر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے ؎

إن الرَّسُولَ لسيفٌ يُستَضاءُ بِهِ — مهنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

ترى الجُودَ يجري ظاهراً فوقَ وجهِهِ — كما زانَ متنَ الهِنْدُوانِيِّ رونقُ[۱]

اب کچھ عرصہ سے اس کی زمین میں پٹرول کے زبردست کنوؤں کا انکشاف ہوا ہے جو سعودی عرب کی دولت کا اب اصل سرچشمہ ہے، پٹرول اب صرف احساء ہی میں نہیں بلکہ احساء کے اطراف کے تمام ساحلوں پر بھی نکلنے لگا ہے، لیکن احساء کی مقدار سب سے زیادہ ہے، احساء کے مختلف خطوں سے پٹرول کی اتنی کثیر مقدار نکل رہی ہے جتنی دنیا کے کم ملکوں سے نکلتی ہے اور اس کے اندر جو مقدار موجود ہے، وہ اندازے کے مطابق بہت زیادہ ہے، احساء کی ایک ساحلی بستی ظہران سعودی پٹرول کمپنی کا صدر مقام ہے، اور اب وہ ملک کا ایک ترقی یافتہ اور مشہور شہر بن چکا ہے، پٹرول کمپنی امریکی کمپنی ہے، اور امریکیوں نے اس کو خاصا ترقی یافتہ بنا دیا ہے، اس کے قریب دمام نامی ایک مزید بستی بن گئی ہے، جہاں ملازمین کی کالونی اور دیگر لوازمات ہیں، احساء کے دیگر قابل ذکر مقامات میں ساحل سمندر پر انجر اور اندرونی علاقہ میں ہفوف قابل ذکر ہیں۔

(۳) بحرین

احساء کے مشرق میں چھوٹے چھوٹے چھ جزیروں کا یہ ایک مجموعہ ہے اس کی زمین اپنی ساخت

---

[۱] یہ شعر اعشی شاعر کا ہے اور محلق کی مدح میں کہا گیا ہے۔

مشرقی ساحل
(قطر خط وغیرہ)
خلیج عرابی
الرویس
الحویلہ
لبانہ
الخور
بیضا
دوحہ
دکرہ
ام سعید
دخان
خلیج سلوی
سلوی
قیصر
دمام
ظہران
محرق
بحرین
ستره
میل
۲۰
۴۰
جنوب مغربی ساحل (عسیر یمن عدن)
احقاف
الربع الخالی
نجران
صعدہ
جیزان
زہران
صبیا
ابہا
جائل
بیشہ
خمیس مشط
درب
برق
مہدی
کامران
حدیدہ
زبید
مخا
ذمار
ظفار
مارب
صنعاء
نصاب
عدن
بحر عرب
عدن
شیخ عثمان
معلا
۱۰۰
۲۰۰
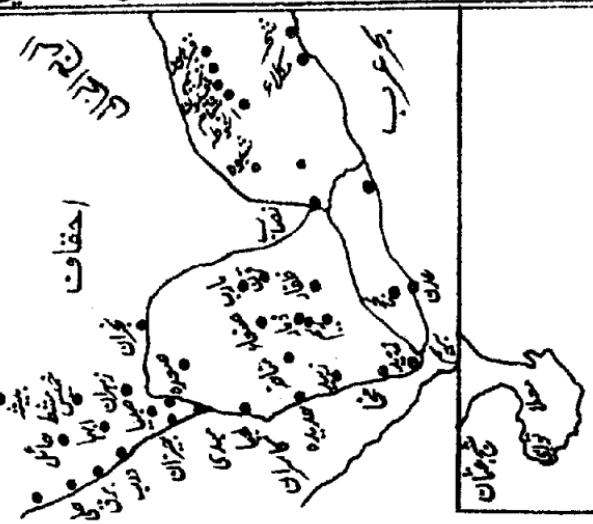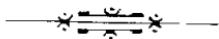
میں احساء سے ملتی جلتی نیم صحرائی اور ساحلی ہے جس میں تھوڑی بہت کاشت بھی ہوتی ہے، پہلے زمانہ میں جب احساء کو بحرین کہتے تھے اس کا نام اُوَال تھا، یہ بڑے تاریخی جزیرے ہیں، یہاں قدیم فاتحوں اور حکمرانوں کے آثار بھی ملتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ جزیرے غالباً ایک پرستش گاہ اور مرگھٹ تھی، یہاں کے ناموں میں اس کا اشارہ ملتا ہے، مثلاً مَنَامَہ، مُحَرَّق وغیرہ، یہاں ایک جگہ لاکھوں قبروں کے نشانات بھی بتائے جاتے ہیں جن کا معاملہ اب تک پُراسرار ہے، بحرین کی زمین سے بھی پٹرول برآمد کیا جاتا ہے، پٹرول کے نکلنے سے پہلے یہاں کا اصل پیشہ موتی نکالنا تھا، اور جو وقت اس سے بچتا وہاں کے لوگ اس میں مچھلیاں پکڑتے تھے، یہاں کا سب سے بڑا جزیرہ اور شہر منامہ ہے اور یہی ملک کا صدر مقام ہے، اس کے بعد جزیرہ مُحَرَّق ہے، جو مستقل شہر کی حیثیت رکھتا ہے، پھر جزیرہ سِترَہ ہے، پھر جزیرہ النبی صالح ہے، پھر جزیرہ حَدّ اور پھر اُمّ نِعْسَان ہے۔

کویت

یہ درحقیقت احساء کا شمالی سرا ہے، جو اب ایک مستقل اور الگ ریاست ہے، اس کی زمین صحرائی، ناقابل کاشت اور ناقابل زراعت ہے، پانی بھی سوائے چند خاص جگہوں کے سب جگہوں پر دستیاب نہیں ہوتا، دو ایک چھوٹے نخلستان بھی ہیں، یہ عراق اور احساء کی سرحد پر واقع ہے، اس کی زمین سے بڑی مقدار میں پٹرول برآمد کیا جاتا ہے، پٹرول کے انکشاف سے پہلے یہ علاقہ جہازرانی اور جہاز سازی میں مشہور اور ممتاز تھا، اس کے علاوہ یہاں بھی موتی نکالنے اور مچھلیاں پکڑنے کا رواج تھا، خلیج عربی میں یہاں کی کشتیاں اور یہاں کے لوگوں کی جہازرانی میں مہارت مشہور رہ چکی ہے، اس کے علاوہ عراق اور جزیرہ نمائے عرب

کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے یہ خطہ بھی تاریخی اہمیت کا مالک ہے، اب پٹرول کی وجہ سے اپنے قرب وجوار میں بڑا دولت مند خطہ بن گیا ہے، اس کے مشہور شہر کُوَیت، اَحْمَدی اور اَلْجَہْرَہ ہیں کویت اور الجہرہ پرانی بستیاں ہیں، پہلے چھوٹی تھیں دولت و ترقی کے بعد بڑی ہوگئی ہیں، کویت پایۂ تخت ہے، اور ساحل سمندر پر ہے اس کے تیس میل کے فاصلہ پر ساحل ہی پر احمدی ہے، جو تیل کمپنی کے ملازمین کی اقامت و دیگر ضروریات کے لئے بسائی گئی ہے۔

جزیرہ نمائے عرب
شام
بحر روم
اردن
بادیۃ الشام
عراق
کویت
ایران
الخلیج العربی
دومۃ الجندل
تبوک
تیماء
حائل
شمر
قطیف
ہفوف
احساء
نجد
سعودی عرب
الربع الخالی
عمان
صحار
مسقط
خلیج عمان
مدینہ
مکہ
حضرموت
یمن
صنعاء
صعدہ
زبید
عدن
میل

موسم اور پیداوار

جزیرۃ العرب میں پانی کی کمی

جزیرہ نمائے عرب منطقۂ حارّہ میں واقع ہے، اور وہ اسی کے ساتھ ساتھ عسیر و یمن اور عُمان کے پہاڑوں اور نجد کے بعض خطّوں کو مستثنیٰ کر کے عام طور پر بنجر اور خشک ہے، اس میں زندگی کا سہارا جزیرہ نما کے صحراؤں اور خشک میدانوں میں گزرتی ہوئی وادیاں یا متفرق چشمے اور نخلستان ہیں، جن سے وہاں کی آبادیوں کو تھوڑا بہت پانی مل جاتا ہے، اور کچھ کاشت کے مواقع میسر آجاتے ہیں۔

جزیرہ نما کے اکثر و بیشتر حصّے پانی کی سخت قلت کا شکار ہیں، بعض جگہوں کی آبادیوں کو اپنے استعمال کے لئے برسات کا پانی ذخیرہ کرنا پڑتا ہے تاکہ سال بھر ان کے کام آسکے، یہ پانی عموماً جتنی مدّت زیادہ گزرتی ہے میلا اور بدمزہ ہوتا جاتا ہے۔

جزیرہ نما اپنے مختلف جہات سے بلند پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے جو موسمی بادلوں کو اندر آنے نہیں دیتے صرف شمال کی جانب سے رکاوٹ کم ہونے کی وجہ سے تھوڑے بہت بادل آجاتے ہیں جن سے عام طور پر شمالی اور وسطی علاقوں خصوصاً ان کے پہاڑوں پر تھوڑی بہت بارش ہو جاتی ہے، اور چونکہ جزیرہ نما کی زمین پتھریلی یا ریگستانی اور صحرائی ہے، اور

پتھریلی زمین میں پانی کم جذب ہوتا ہے، لہٰذا بارش کے بعد جدھر ڈھال پاتا ہے اسی طرف سیلاب کی صورت میں بہہ کر نکل جاتا ہے یا کچھ تھوڑا سا جذب ہوتا ہے، جو کنوؤں اور چشموں کی صورت میں حاصل کئے جانے کے بعد کارآمد ہوتا ہے، پانی کی اس کمی کی وجہ سے بادیۃ الشام کے نصف جنوبی سے لے کر حضرموت تک پورے جزیرہ نما میں کہیں کوئی دریا یا پانی کا کوئی مستقل و باقاعدہ مرکز نہیں، اس کے محدود پہاڑی خطّوں کو چھوڑ کر ملک کا موسم خشک اور گرم رہتا ہے، صحرائے الربع الخالی میں عموماً اور بقیہ علاقوں میں خصوصاً کبھی کئی کئی سال تک بارش نہیں ہوتی، بارش سے خالی جانے والے سالوں کو عربی میں سنۃ شہباء اور السّنۃ کہتے ہیں، اور یہ قحط کے سال سمجھے جاتے ہیں، قرآن مجید میں ہے "وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ" (اعراف۔۱۳۰) اس میں جو تھوڑے بہت کنویں ہوتے ہیں، وہ بھی خشک ہو جاتے ہیں، عرب پانی اور سبزے کی تلاش میں دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، عربوں کی قبائلی اور لوٹ مار کی زندگی اسی آب و ہوا اور ان ہی حالات کا نتیجہ رہی ہے جس کو اسلام نے اپنی حیرت ناک طاقت اور اثر سے بدل دیا تھا، پانی کی اس قلّت کا اثر یہاں کی آبادی پر ہمیشہ رہا، اسی لئے یہاں کی آبادی ملک کی بڑائی کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے، آبادی جب جب بڑھتی رہی پیداوار کی کمی اور ذرائع معاش کی تنگی کی وجہ سے یہاں سے ہجرت کرتی رہی، اس کے نتیجہ میں اب عرب نسل کے لوگ صرف اپنے اصل جزیرہ میں محدود نہیں رہے بلکہ جزیرہ نما کے شمال میں واقع ملکوں اور افریقہ کے نصف شمالی براعظم میں اکثریتی شکل میں اور قرب و جوار کے ملکوں میں اقلیتی طور پر پھیل چکے ہیں، عرب نسل کے اس طرح مختلف علاقوں میں پھیل جانے میں، ان کے جزیرہ کی خشک سالی کی وجہ کے ساتھ ساتھ اسلام کے اولیں داعی ہونے کو بھی دخل ہے۔

موسم

شمالی جزیرۃ العرب میں سال موسم کے لحاظ سے چار فصلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، شتاء (جاڑا) ۲۲ر دسمبر سے، ربیع (بہار) ۲۲ر مارچ سے، صیف (گرمی) ۲۲ر جون سے خریف (خزاں) ۲۲ر ستمبر سے اصل بارش جاڑوں میں ہوتی ہے اور سخت ترین گرمی جولائی، اگست میں ہوتی ہے اس لئے عربوں کا فصلی مہینہ سنبلہ جو تقریباً اگست، ستمبر میں پڑتا ہے، وہاں کی سخت گرمی کے لئے بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

عربوں کے فصلی مہینے جو آسمانی برجوں کے ناموں سے موسوم ہیں، موسموں کی تقسیم کے اعتبار سے حسب ذیل ہیں، شتاء میں جدی، دلو، حوت ربیع میں حمل، ثور، جوزاء، صیف میں سرطان، اسد، سنبلہ اور خریف میں میزان، عقرب اور قوس۔

عرب ہر فصل کے برج اول کو منقلب سے تعبیر کرتے تھے، کیونکہ فصل اسی سے بدلتی ہے، اور ہر فصل کے آخری برج کو ذات جسدین کہتے تھے، عرب صیف کے لئے قیظ کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے، اور کبھی خزاں کے زمانہ کے لئے ربیع کا لفظ بھی استعمال کر لیتے تھے۔

عرب سال کی ابتداء شتاء سے اور شب و روز کی ابتداء شب سے کرتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں بھی ان کے تذکرہ میں اس کا اشارہ ملتا ہے:۔

"وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا" (النبا۔ ۱۰،۱۱) "وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ" (الاسراء۔۱۲) "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ"۔ (اللیل۔ ۱،۲)۔

اہلِ حجاز کے یہاں سال کی تقسیم چھ فصلوں میں بھی ہوتی تھی، جن کے نام اس طرح تھے، وسمی، شتاء، ربیع، صیف، حمیم، خریف، بارش کے لحاظ سے اہلِ عرب سال کی

آٹھ قسمیں کرتے تھے۔

وسمی، ولی، شتی، دفی، صیف، حمیم، رمضی، خریفی۔

عرب آسمان کو ۲۸ منازل میں تقسیم کرتے تھے، جن میں چاند گردش کرتا تھا، اور سوا دو منزل کا ایک برج ہوتا تھا۔

اور چونکہ گرمیوں اور جاڑوں کے فرق سے سورج کے مشرق و مغرب میں فرق ہوتا رہتا تھا، اس لئے سورج کے مشرق بھی متعدد تھے اور مغرب بھی متعدد، قرآن مجید میں ہے "رب المشارق والمغارب"۔

موسموں کے فرق کو عرب برجوں کے علاوہ ستاروں سے بھی ظاہر کرتے تھے، اس طرح پر راستے اور رخ سمجھنے اور سمجھانے میں اور موسم کا تعین کرنے میں ان کے یہاں ستاروں کا علم کام میں لایا جاتا تھا، اور وہ اپنی عملی ضرورت کے لحاظ سے اس علم سے واقف ہوتے تھے۔

مثلاً "الجوزاء" جو کہ بہار کا آخری برج ہے، اور آخر مئی و شروع جون میں پڑتا ہے، اور ثریا ستارہ جس کا طلوع اوائل جون میں ہے، حماسی شاعر حسب ذیل طریقہ سے ذکر کرتا ہے:۔

اذا شالت الجوزاء والنجم طالع فکل مغازات الفرات معابر

یعنی جوزاء جب بلند ہو رہا ہو اور ثریا ستارہ طلوع کی حالت میں ہو تو دریائے فرات کی تمام گذرگاہیں قابل عبور ہو جاتی ہیں، یوں تو عربی میں ہر ستارے کو نجم کہتے ہیں، لیکن ثریا کو اہم ستارہ ہونے کی وجہ سے النجم کہتے ہیں۔

بنات نعش کا رخ شمال کی طرف اور سہیل کا رخ جنوب کی طرف ہوتا ہے، لہذا ایک حماسی شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے:۔

ذَرِینی ما أَمَّتْ بناتِ نَعْشٍ من الطَّیفِ الَّذی یَنْتابُ لیلاً

وَکَیْفَ إِنْ أَرَدْتِ فَهَیِّجِیْنَا اذا رَمَقَتْ بأَعْیُنِها سُهَیْلاً

جب تک میرا رخ بنات نعش یعنی شمال یعنی شام کی طرف ہو تو میرے دل میں خیال بن کر نہ آیا کرو لیکن اگر چاہو تو مجھے متوجہ کر سکتی ہو جب میری سواریاں سہیل کے رخ پر یعنی یمن کے رخ کی طرف ہوں۔

جزیرہ نمائے عرب میں عام طور پر زیادہ گرمی ہوتی ہی ہے اس کے علاوہ گرمی، جاڑے اور رات و دن کے درمیان وہاں کے درجۂ حرارت میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بارش اور پانی کی کمی کی وجہ سے اس علاقہ کا موسم خشک اور غیر مرطوب ہے، غیر مرطوب موسم میں زمین و فضا جلد گرم اور جلد سرد ہو جایا کرتی ہے، لہذا موسم گرما میں جزیرہ نما کے تقریباً تمام علاقوں میں درجۂ حرارت کافی بڑھ جاتا ہے خصوصاً وسطی علاقوں میں سورج کی تمازت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، جزیرۃ العرب کے درجات حرارت میں کمی صرف ان جگہوں پر ہوتی ہے، جہاں سطح زمین کی بلندی زیادہ ہو، یا جہاں بارش کی مقدار اچھی خاصی ہو، جزیرۃ العرب کے سخت ترین گرمی کے علاقے اس کے مشرقی سواحل، بحر احمر کے سواحل، خلیج عدن اور الربع الخالی ہیں، اور کم گرمی کے علاقے عُمَان عَسِیر و یَمَن کے پہاڑی مقامات، نجد اور شمالی و جنوبی حجاز کے بلند خطے ہیں، یہ سب جگہیں بلند ہونے کے باعث کم گرمی والے علاقے ہیں۔

جزیرۃ العرب کے گرم علاقوں میں گرمی کے موسم میں درجہ حرارت ۳۵ سی تقریباً ۹۸ فارن ہائٹ سے نیچے نہیں اترتا اور بڑھ کر کبھی کبھی ۵۰ سی یعنی تقریباً ۱۲۰ فارن ہائٹ سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے (دیکھئے نقشہ درجات حرارت) یہ درجۂ حرارت "تہاموں" اور سمندر کے ساحلوں پر ہوائیں رطوبت زیادہ ہونے کے باعث زیادہ تکلیف دِہ محسوس نہیں ہوتا، قدیم ادبی کتابوں میں اس کا اشارہ موجود ہے، مثلاً بدیع الزماں ہمدانی مثال دیتے ہوئے اپنی "مقامات" میں لکھتے ہیں "لیل کلیل تہامہ لاحرٌ ولا بَردٌ ولا سأمۃ"

نقشہ درجات حرارت

جزیرہ نمائے عرب کے تمام حصص کے طبعی حالات چونکہ یکساں نہیں ہیں، اسی لئے ان کے موسم اور درجات حرارت مختلف ہیں، یعنی ریگستانوں کا پہاڑوں سے مختلف، اور پہاڑوں کا ساحلی مقامات اور میدانوں سے مختلف، اور میدانوں کا سطح مرتفع سے مختلف، ہر جگہ کا درجۂ حرارت اپنے طبعی اور موسمی حالات سے وابستہ رہتا ہے، بلند اور پہاڑی مقامات کا درجۂ حرارت کم اور ان کا موسم سرد رہتا ہے، میدانی علاقوں کا درجۂ حرارت زیادہ اور موسم خشک اور گرم ہوتا ہے، ساحلی مقامات کا درجۂ حرارت درمیانی اور موسم مرطوب اور نسبتاً کم گرم ہوتا ہے۔

چند مشہور مقامات کا عمومی درجۂ حرارت حسب ذیل ہے۔

	موسم گرما میں (اگست) دن	موسم سرما میں (جنوری) رات
مکہ مکرمہ	۴۷ سی +	۱۵
مدینہ منورہ	۴۵ سی +	۶ +
ریاض (نجد)	۴۵ سی +	۱
احساء (تہامہ)	۴۶ سی +	۵ +
جدہ (ساحل تہامہ)	۴۱ سی	۹
حائل (پہاڑی خطہ)	۳۹ سی	صفر
بریدہ (بلند پلیٹو)	۴۰ سی	۵ +
طائف (پہاڑ)	۳۷ سی	صفر
نفوذ (بلند صحرا)	۴۶ سی +	〃
ربع الخالی کے بعض مقامات میں	۵۰ سی اور کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ۔	

+ یوپی کے اکثر مقامات کا درجۂ حرارت اسی سے ملتا جلتا ہوتا ہے، فرق ہوا میں رطوبت کی مقدار کا ہے، یوپی میں ہوا کی رطوبت ضروری مقدار کے مطابق ہونے کی وجہ سے موسم کی شدت میں کمی محسوس ہوتی ہے، جزیرہ نمائے عرب کی ہوا میں رطوبت کی کمی موسم کو زیادہ خشک بنا دیتی ہے جس کی وجہ سے گرمی زیادہ شدید محسوس ہوتی ہے، سواحل پر رطوبت درجۂ اعتدال سے زیادہ ہونے کے باعث وہاں کی گرمی اذیت دیتی ہے، اسی لئے تہامہ کی رات کو سخت سمجھا گیا ہے۔

تہامہ ہائے یمن، حضرموت اور عمان وغیرہ میں وہاں کی بکثرت ہونے والی بارشیں گرمی کی تمازت کو خاصا کم کردیتی ہیں، اسی لئے ان علاقوں میں باوجود گرمی کے اسباب پائے جانے کے گرمی میں نسبتاً کمی ہو جاتی ہے۔

جاڑوں کے موسم میں جزیرہ نما میں ٹھنڈک بھی خوب ہوتی ہے، اس موسم میں جزیرۃ العرب کے شمالی اور وسطی خطوں میں شمال کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جن کی وجہ سے ان ...... خطوں میں سردی بہت تیز ہو جاتی ہے، اور اس مدت کی زندگی سخت اور معاش میں عموماً تنگی کی زندگی ہوتی ہے، اس لئے اس زمانہ میں فیاضی کی اہمیت دوسرے زمانہ کی فیاضی سے کہیں زیادہ سمجھی گئی ہے، اور سخاوت کا ذکر کرنے والے شعراء اس زمانہ کی سخاوت کا تذکرہ زیادہ کرتے ہیں، ایک شاعر چند دوستوں کی مدح میں کہتا ہے ؎

وَالْمُطْعِمُونَ اِذَا هَبَّتْ شَآمِيَةٌ ۔۔۔ وَبَاكَرَ الْحَيَّ مِنْ صُرَّادِهَا صِرَمُ

وَشَتْوَةٍ فَلَّلُوا اَنْيَابَ لَزْبَتِهَا ۔۔۔ عَنْهُمْ اِذَا كَلَحَتْ اَنْيَابُهَا الْاَزَمُ

حَتَّى انْجَلَى حَدُّهَا عَنْهُمْ وَجَارُهُمْ ۔۔۔ بِنَجْوَةٍ مِنْ حِذَارِ الشَّرِّ مُعْتَصِمُ

عہد اموی کا مشہور شاعر الفرزدق کہتا ہے ؎

اِذَا اغْبَرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكَشَّفَتْ ۔۔۔ بُيُوتًا وَرَاءَ الْحَيِّ نَكْبَاءُ حَرْجَفُ

وَاَصْبَحَ مُبْيَضُّ الصَّقِيعِ كَاَنَّهُ ۔۔۔ عَلَى سَرَوَاتِ النِّيبِ قُطْنٌ مُنَدَّفُ

تَرَى جَارَنَا فِينَا يُخَبِّرُ اِنْ جَنَى ۔۔۔ فَلَا هُوَ مِمَّا يُنْطِفُ الْجَارَ يُنْطَفُ

اس موسم میں نالابوں اور گڑھوں کا پانی نسبتاً صاف اور ستھرا ہوتا ہے اور خوب ٹھنڈا ہونے کے باعث اس میں ایک لذت سی محسوس ہوتی ہے، اسی لئے عرب سردی کھائے ہوئے سرد پانی کو زیادہ نفیس اور عمدہ سمجھتے تھے، اور صاف اور لذیذ ہونے میں مثال دیا کرتے تھے۔

شاعر کہتا ہے ؎

فَمَا نُطفَۃٌ مِنْ مَاءِ مُزْنٍ تَقَاذَفَتْ ‌ ‌ بِہٖ جَنْبَتَا الجُودِیِ وَاللَّیلُ دَامِسُ

فلما اقرّتہُ اللِصَابُ تنفسّتْ ‌ ‌ شَمَالٌ لأعلی مائِہٖ وھو قارسٌ

بأطیبَ من فیھا وَمَاذُقْتُ طعمہٗ ‌ ‌ ولکننی فیما تری العَینُ فَارِسٌ

شمالی اور وسطی خطوں میں موسم سرما میں سردی کی زیادتی کے اسباب شمال کی ٹھنڈی ہوائیں ہیں، اور جنوب میں سردی کی زیادتی کا سبب بلند خطوں میں ان میں بلندیاں اور نشیبی خطوں میں خشک سردی ہے ان دونوں اسباب کی بنا پر جزیرہ نمائے عرب میں موسم سرما میں سردی خاصی زیادہ ہوتی ہے اس موسم میں یہاں کا درجۂ حرارت عموماً ۸۰ اسی سے نیچے اتر جاتا ہے، اور بلند خطوں میں تو بعض وقت صفر تک پہونچ جاتا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کے موسم میں جس طرح سرما اور گرما دونوں زمانوں میں آپس کا کافی بُعد اور فرق پایا جاتا ہے اسی طرح موسم گرما میں دن ورات کے موسم میں بھی کافی اختلاف اور بُعد پایا جاتا ہے خصوصاً صحرائی مقامات پر دن میں انتہائی گرمی ہوتی ہے اور رات میں کافی خنکی بلکہ ٹھنڈک ہوتی ہے۔

جزیرۃ العرب کے شمالی اور وسطی علاقوں میں مشرقی ہوا باد صبا کہلاتی ہے، اور وہ معتدل اور نہایت خوشگوار ہوتی ہے شمالی ہوا خاص طور پر جاڑوں میں خاصی ٹھنڈی ہوتی ہے، اس کے برخلاف جنوبی ہوا گرم اور لوہ ہوتی ہے، لوہ جب اپنی آخری شدت کو پہونچتی ہے تو سموم کہلاتی ہے، لوہ اور سموم صحراء سے آتی ہے، اور وہ ایک طرح سے زہریلی اور مہلک ہوتی ہے، بحر متوسط میں گرمیوں کے موسم میں جو دباؤ اور موسمی اضطراب ہوتا ہے، وہ جزیرۃ العرب کی ہواؤں کو کھینچتا ہے اس کے نتیجہ میں صحراؤں کی گرم ہوائیں شمال کی جانب چلتی ہیں وہ لوہ

ہوتی ہیں، اس ہوا کو شمال کی ٹھنڈی ہواؤں کے مخالف سمت سے آنے کے باعث دَبُور بھی
کہا جاتا ہے، عرب بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں، اس کی نسبت ناپسندیدہ قوموں کے ساتھ کی جاتی ہے حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے "نُصِرْتُ بالصَّبَا واُهْلِكَتْ عَادٌ بالدَّبُوْرِ".........
سموم کی ہواؤں کے نقصان دہ ہونے کا تذکرہ الربع الخالی کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

بارش

بلاد عرب میں بارش کی بڑی اہمیت ہے، عرب اس کا بڑا انتظار کرتے ہیں، اور بڑی
مسرت کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں، اور اس کا تذکرہ پرمسرت انداز میں کرتے ہیں، ان کی
زندگی میں بارش کی اس اہمیت کی بنا پر عربی ادب میں بارش کی مختلف انواع واقسام کے لئے
مختلف نام ملتے ہیں، وَسْمِیٌّ بارش کے ابتدائی حصہ کو اور وَلِیٌّ اس کے بعد کے حصہ کو کہتے ہیں،
بارش چونکہ عربوں کے لئے زندگی کا ایک پیغام ہے اسی لئے اس کے ناموں میں ایک نام غَیْثٌ
(مدد) اور ایک نام حَیَا (زندگی) ہے، بارشوں کے بعد ان کی وادیاں پانی سے لبریز ہو جاتی ہیں،
اور قرب وجوار کے علاقوں کو سرسبز وشاداب بناتی ہیں، خشک پہاڑی علاقوں میں بارش کے
بعد گڑھوں میں جو پانی جمع ہو جاتا ہے عرب اس کی بڑی حفاظت کرتے ہیں، اور احتیاط کے
ساتھ اس کو استعمال کرتے ہیں، ان کے پانی کی مقدار کے لحاظ سے عربی میں ان گڑھوں کے
مختلف نام آتے ہیں، اور عربی شاعری میں ان کے پانی کا ذکر ملتا ہے۔

دنیا کے دیگر خطوں کی طرح بلاد عرب میں بھی بارش کے دو نظام ہیں، ایک موسم سرما
کا اور دوسرے موسم گرما کا۔

سرمائی بارش

شمالی و وسطی جزیرۃ العرب میں زیادہ بارش اسی موقع پر ہوتی ہے، اس کا نظام یہ ہے کہ موسم سرما میں بحر متوسط کے بادل شمالی و وسطی جزیرۃ العرب کے خطوں میں خطِ سرطان تک آکر برستے ہیں، اس میں نجد اور حجاز کے علاقے واقع ہیں، اس بارش کی مقدار بھی بہت زیادہ نہیں ہوتی، یہ صرف ۸۰ ملی میٹر سے ۲۰۰ ملی میٹر تک ہوتی ہے، نشیبی علاقوں اور ساحلوں پر جیسے احساء اور تہامہ حجاز کم اور بلند خطوں میں جیسے نجد اور شمالی حجاز، نسبتاً زیادہ بارش ہوتی ہے، جدہ میں بارش کی مقدار اوسطاً ۸۰ ملی میٹر بتائی جاتی ہے۔

دراصل جزیرۃ العرب کے صحراؤں میں اکتوبر تک جو شدید گرمی پڑتی ہے، وہی بحرِ متوسط کے بادلوں کو کھینچتی ہے، چنانچہ اکتوبر کے بعد سے یہاں بارش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو اپریل تک رہتا ہے، لیکن یہ بارش بھی مقدار کے لحاظ سے خاصی کم ہے، اور اس بارش کے بعض علاقے بعض سالوں میں بارش سے محروم بھی رہتے ہیں، جب کوئی سال بارش سے خالی جاتا ہے تو "سنۃ شہباء" یا "السنۃ" کہلاتا ہے۔

الربع الخالی سرمائی بارش کے منطقہ میں داخل ہے، کیونکہ اس کے جنوب و مغرب کی جانب بلند پہاڑ ہیں، جو موسم گرما کے موسمی بادلوں کو یہاں آنے سے روک دیتے ہیں، شمالی بادل الربع الخالی تک بہت تھوڑی مقدار میں اور کم پہونچتے ہیں، چنانچہ یہاں کئی کئی سال گزر جاتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی، البتہ صحرائے نفود میں تقریباً ہر سال بارش ہوتی ہے، ان صحراؤں میں جب بارش ہوتی ہے تو اس سے صحراء کے ان علاقوں میں جن کو پانی کی تھوڑی بہت مقدار مل جاتی ہے، صحراء کے پودے نکل آتے ہیں، اور وہاں تھوڑی بہت سرسبزی ہوجاتی ہے، یہ سرسبزی

خانہ بدوش بدوؤں کے لئے ایک نعمت عظیمہ ہوتی ہے، یہاں کی بارشوں کے نتیجہ میں یا اطراف سے بعض آنے والی وادیوں کے باعث یہاں جو شادابی اور ہریالی ہوتی ہے، قرب و جوار کے قبیلے آکر ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، بارش کے یہ اثرات تین چار ماہ سے زیادہ نہیں رہتے ان کے بعد یہ قبائل دوسری جگہوں کا رُخ اختیار کرتے ہیں، اور ان خطوں کو غیر آباد کر جاتے ہیں۔

شمالی اور سرمائی بارش کا سب سے زیادہ اثر نجد کے مختلف خطوں پر ہوتا ہے، وہاں بعض بلند پہاڑ ہیں، جو وہاں کے متعدد خطوں کو کافی شاداب بنا دیتے ہیں، ان میں ایک اجاء و سلمیٰ کے پہاڑ جبال طے جو علاقہ شمّر میں اور دوسرا جبل طویق جس کو جبل العارض کہا جاتا رہا ہے، اور جو یمامہ کے شمال میں واقع ہے، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، عمان میں بھی موسم سرما میں بارش ہوتی ہے، اور وہ خلیج عربی سے بن کر آنے والے بادلوں سے ہوتی ہے۔

موسم گرما کی بارش

بارش کا دوسرا نظام موسم گرما کا ہے، یہ نظام بلاد عرب کے جنوب کی موسمی ہواؤں کا تابع ہے، اس کے حلقہ میں عسیر، یمن، حضرموت اور ظفار پڑتے ہیں، یہ بارش بلاد عسیر میں ہواؤں کے رخ سے ذرا دور پڑنے کی وجہ سے اور حضرموت میں زیادہ بلند پہاڑ نہ ہونے کی وجہ سے نسبتاً کم ہوتی ہے لیکن یمن میں پہاڑوں کی بلندی زیادہ ہونے اور اس کے موسمی ہواؤں کے رخ پر پڑنے کی وجہ سے اچھی اور کافی ہو جاتی ہے، یہ بادل جنوب کے سمندروں سے بن کر آتے ہیں، یہاں کی بارش کا زمانہ وہی ہے جو شمالی ہندوستان کی بارش کا ہے، اور شمالی ہندوستان ہی کی طرح اس زمانہ کی بارش اس علاقہ کی اصل بارش ہوتی ہے، ـــــــــــ

ـــــ یہ جون سے اکتوبر تک ہوتی ہے، اس کے علاوہ جاڑے کے بعد اور گرمیوں کی ابتدا میں بھی

اس علاقہ میں کچھ بارش ہوتی ہے، یمن میں ہونے والی بارش کی مقدار تقریباً ۵۰۰ ملی میٹر (پانچ سالانہ ہے، اور کبھی کبھی اس کی مقدار ... ملی میٹر تک پہونچ جاتی ہے، بارش ہونے پر یہاں وادیاں بہت بھر جاتی ہیں لیکن وہاں کی صحرائی زمین کے باعث وادیوں کا پانی قائم نہیں رہتا، بلکہ بہ کر جلد سمندر یا ریگستانوں میں چلا جاتا ہے، چنانچہ اس علاقہ کے ترقی یافتہ عہد یعنی عہد سبا میں اس کے شہر مآرب میں بندھ بنایا گیا تھا جس میں پانی روک کر سال بھر استعمال کیا جاتا تھا لیکن شر وفساد اور خدا کی نافرمانی کی وجہ سے سبا کا یہ بند ٹوٹ گیا اور تباہی آئی اس کا تذکرہ قوم سبا کے تذکرہ میں آئے گا۔

بارش اور عرب

عربوں کی زندگی میں خاص طور پر ان کے شمالی علاقوں میں چونکہ بارش کو بڑی اہمیت حاصل ہے، لہذا وہ اس کی بڑی فکر رکھتے تھے، ان کی زندگی کا بڑا دارومدار اسی پر تھا، ان کی زبان وادب میں بارش کی مقدار اور مدت کے لحاظ سے مختلف نام ہیں، مثلاً رَذَاذ ہلکی پھوار کے لئے، طَش زیادہ پھوار کے لئے، طَل ہلکی بارش کے لئے، وَابِل زیادہ بارش کے لئے، دِیمہ مسلسل بارش کے لئے، قرآن مجید میں ہے "مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" اور شاعر کہتا ہے

هِجَانُ الحيِّ كالذَّهَبِ المُصَفَّى

صَبِيحَةَ دِيمَةٍ يَجْنِيهِ جَانِي

وَسمی موسم کی پہلی بارش کے لئے، امرؤالقیس کہتا ہے

وَقَدْ اَغْتَدِی وَالطَّیْرُ فِی وُکُنَاتِہَا

لغیثٍ مِنَ الوَسْمِیِّ رَائِدُہٗ خَالِی

ولی موسم کی دوسری بارش کے لئے، طرفہ کہتا ہے ؎

حدائقُ مولیِّ الاسرَّۃِ اغْیَدِ

اسی طرح بارش کا پانی جہاں رُکتا اور جذب ہوتا ہے ان جگہوں کے لئے بھی عربوں کے یہاں مختلف نام ہیں، مثلاً "غَدِیر" تالاب کو کہتے ہیں جس میں پانی گزرتے ہوئے رک کر جمع ہو گیا ہو" روضہ" اس کو کہیں گے جہاں زمین تقریباً ہموار ہو اور پانی رُکا اور جذب ہوا ہو اور اس میں پھول پودے بھی اُگے ہوں" قَاعٌ" وہ ہموار زمین ہے، جہاں کبھی کبھی پانی رُک جاتا ہو، "حِسْیٌ" وہ زمین ہے جس کا اندرونی حصہ سخت ہو اور پانی کو ایسا جذب نہ کرے کہ پانی گہرائی میں نیچے اتر جائے بلکہ زمین کو ذرا کھودنے کے بعد پانی برآمد ہو جاتا ہو "حسی" کی جمع "احساء" ہے، جزیرہ نما کے مشرقی ساحل کا نام بھی احساء ہے، پانی کے مختلف گڑھوں کے لئے عرب مختلف لفظ استعمال کرتے تھے، مثال کے طور پر قَرَارَہ، پہاڑ میں کا گڑھا جس میں پانی ٹھہر جاتا ہو، مشہور شاعر کہتا ہے ؎

جادَت عَلیہ کُلُّ بِکرٍ حُرَّۃٍ

فَتَرکْنَ کُلَّ قرارۃٍ کالدِّرھَم

اور وَشَل اس گڑھے کو کہتے ہیں جو پہاڑ یا کسی اونچی چٹان میں ہو اور پانی اندر سے رِستا ہو جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

اقرأ علی الوشل السلام وقل لہ　　　کل المشارب مذ ھجرت ذمیم

ثمد اس گڑھے کو کہتے ہیں جو تھوڑے جمع شدہ پانی کا ہو اور گرمی پڑنے پر خشک ہو جاتا ہو۔

حدیث حدیبیہ میں ذکر آیا ہے کہ "حتی نزل باقصی الحدیبیۃ علی ثمد قلیل الماء یتبرضہ الناس تبرضاً"

بارش کے بعد عربوں کو بڑی مسرت ہوتی ہے ان کی یہ مسرت ان کے اشعار سے صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے ان کے ملک کے جو حالات ہیں ان میں بارش سے مسرت بالکل فطری بات ہے۔

فلما نزلنا منزلاً طلّہ الندی — أنيقاً وبستاناً من النور حاليا

أجدّ لنا طيبُ المكان وحسنُہ — منىً فتمنّينا فكنتِ الأمانيا

الا يا حبّذا نفحاتُ نجدٍ — وريّا روضہ بعد القطار

وادیاں

بارش کا پانی پہاڑوں سے نکل کر میدانی علاقوں کی طرف بہتا ہے اور اس کو جو نشیب ملتے ہیں ان سے گزرتا ہے، پانی کی یہ گزرگاہیں، وادیاں کہلاتی ہیں، یہ سیلاب کے وقت دریا اور سمندر معلوم ہوتی ہیں اور سیلاب کے بعد عام خشک نشیب، البتہ ان میں پانی کے بار بار گزرنے سے شادابی پیدا ہو جاتی ہے، جو نخلستانوں میں اور دوسری جگہ سرسبزی کا ذریعہ و سبب بنتی ہے ان وادیوں کا طول و عرض مختلف ہوتا ہے، کہیں کئی کئی سو میل طویل ہیں اور کہیں مختصر سطح کہیں ۴۰ میل چوڑی ہیں اور کہیں صرف ۱۰۰-۲۰۰ گز، جزیرۃ العرب دریاؤں سے بالکل خالی ہے اس لئے اس کی زندگی میں اس کی وادیاں بڑی اہمیت رکھتی ہیں عربی شاعری میں بھی ان کا ذکر جا بجا ملتا ہے، ممتاز شاعرہ حضرت خنساء اپنے بھائی صخر کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں ؎

حمّالُ ألوِيَۃٍ هبّاطُ أودِيَۃٍ
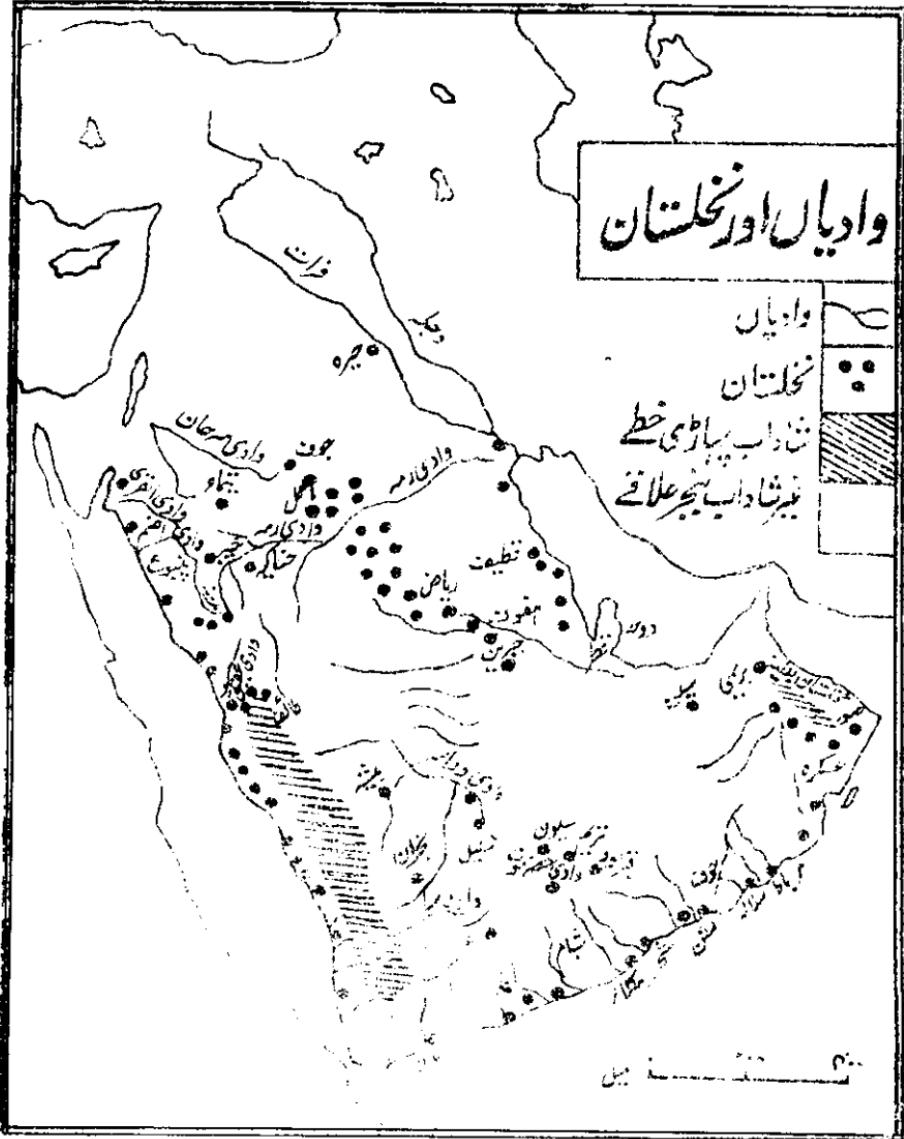
شهّادُ أنْدِيَۃٍ للجيش جرّارُ

کُثیّر اپنی محبوبہ عزّہ کے متعلق کہتا ہے ؎

وادیاں اور نخلستان
وادیاں
نخلستان
شاداب پہاڑی خطے
غیر شاداب بنجر علاقے
فرات
دجلہ
حیرہ
وادی سرحان
جوف
تیماء
وادی رمہ
خیبر
ریاض
ہفوف
دوحہ
میل

حَلَّتْ بِهٰذا احَلَّةً ثم أصبحتْ

باُخریٰ فطابَ لِوادیانِ کِلَاھُمَا

مشہور کہاوت "پانی سر سے اونچا ہوگیا" کے موقع کے لئے عربوں کے یہاں وادی سے مثال دی گئی ہے "طمّ الوادی علی القُرَی" وادی جب پہاڑی خطہ میں ہو تو اس کو ابطح یا بطحاء کہتے ہیں، جیسے: بَطْحَاءَ مکہ یا ابطح مکہ یعنی وہ وادی جس میں شہر مکہ واقع ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی نسبت سے ابطحی کہا جاتا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کی وادیوں میں کاشت وزراعت ہوتی ہے، ان میں نخلستان اور آبادیاں قائم ہوتی ہیں، جزیرہ نما کی وادیاں تعداد میں سیکڑوں ہیں، ان میں سے بعض طویل اور بڑی وادیاں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

وادی الرّمۃ

یہ مدینہ منورہ کے قریب سے شروع ہو کر پورے نجد کو طے کرتی ہوئی مشرق کی طرف جاتی ہے، یہ کافی چوڑی وادی ہے، کہیں کہیں پر اس کا عرض چالیس ۴۰ چالیس میل ہے، اس وادی کی مشہور بستیاں قصیم کی عُنَیْزَہ بُرَیْدَہ نامی بستیاں ہیں، اور عراق، کویت اور شمالی نجد سے مدینہ منورہ آنے والا راستہ اسی وادی سے گذرتا ہے، اس وادی میں نجد کی ایک چھوٹی وادی جَرِیْب نام کی بھی ملتی ہے۔

وادی الدَّوَاسِر

یہ جبال عسیر سے نکل کر جنوبی نجد میں سے گذرتی ہوئی الربع الخالی میں چلی جاتی ہے

اس کو فَلَجُ اور افُلاَجَ بھی کہتے ہیں، اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے مختلف بستیاں آباد ہیں، اس سے وابستہ علاقہ کو قدیم کتب میں عروض کہتے تھے۔

وادی حضرموت

یہ بھی بڑی وادیوں میں سے ہے، یہ کئی سو میل لمبی ہے، یمن کی طرف سے نکل کر جبال حضرموت کے درمیان ایک بڑے حصہ کو طے کرتی ہوئی جنوب و مشرق کی طرف چلی جاتی ہے، اس میں حضرموت کے اہم اور متعدد شہر اور بستیاں ہیں، جن میں شہر تَرِیم تاریخی حیثیت کا مالک اور حضرموت کے علاقہ کا علمی مرکز رہا ہے۔

وادی سِرحَان

بادیۃ الشام کے شمال و مغرب سے جنوب تک جاتی ہے، اور صحراء نفوذ کے شمالی کنارے پر واقع نخلستان جَوُف میں ختم ہوتی ہے، شام سے حجاز آنے والے قافلے اس وادی کے بڑے حصہ سے گزرتے ہیں، جوف پہلے زمانہ میں دومۃ الجندل کے نام سے مشہور رہا ہے، یہاں کے حاکم کے نام بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک گیا تھا۔
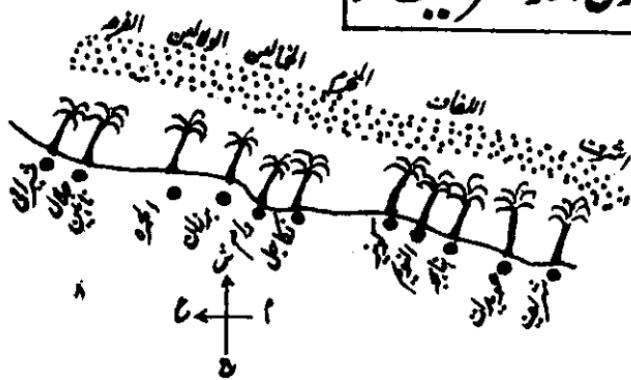
وادی نَجُرَان

یمن کے پہاڑوں سے نکل کر الربع الخالی کی طرف جاتی ہے، اس کے کنارے نجران نامی تاریخی مقام واقع ہے، جو اسلام سے قبل عیسائیوں کا مرکز تھا۔
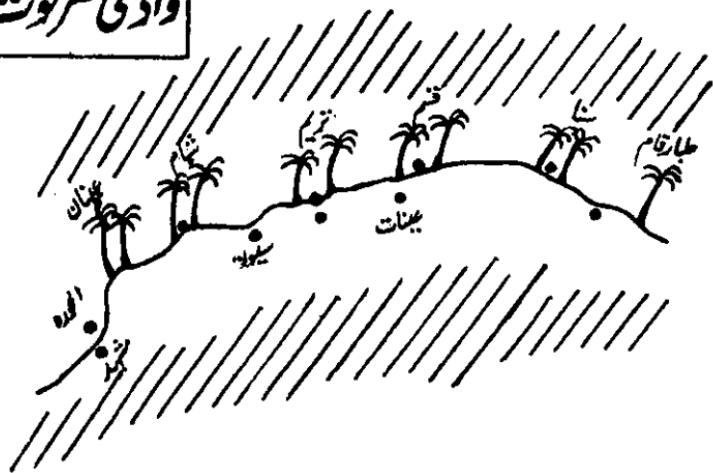
وادی اِخَم (حَمُضُ) یہ وادی مدینہ منوّرہ کے قریب سے نکل کر شمال کی طرف

وادی الدواسر کا ایک حصہ
الفاو
وادی
بستی
کھجور کے باغات
ریت
وادی حضرموت کا ایک حصہ
تریم
عینات
وادی
بستی
کھجور کے باغات
پہاڑی علاقہ
ش
غ
م
ج

تھوڑی دور جاکر پھر مغربی جانب بحر احمر میں چلی جاتی ہے، قرب وجوار کی ساری چھوٹی وادیاں عموماً اسی میں شامل ہو جاتی ہیں، یہ وادی مدینہ منورہ سے بھی گزرتی ہے، اس کو پہلے زمانے میں اضم ہی کہتے تھے، جس کے معنی ہیں اکٹھا ہونے کی جگہ، بوصیری کے قصیدۂ بردہ کا شعر ہے ؎

أم هبّت الريح من تلقاء كاظمة

أم أومض البرق في الظلماء من إضم

کاظمہ مدینہ منورہ کے قریب واقع ایک مقام تھا

وادی عقیق

یہ مدینہ منورہ کی طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف آتی ہے، مدینہ سے مکہ آنے والے قافلے پہلے اسی میں سے گزرا کرتے تھے، یہ وادی عقیق اس وادی عقیق کے علاوہ ہے، جو شہر مدینہ منورہ سے ملی ہوئی جنوب و مغرب سے شمال و مغرب کی طرف جاتی ہے، اور مدینہ منورہ کی کسی زمانہ میں تفریح گاہ رہی ہے۔

وادی القریٰ

وادی القریٰ وہی وادی ہے، جو قوم ثمود کی طرف منسوب ہے، یہ مدینہ منورہ کے شمال میں شام کے رخ پر گئی ہے، اس لئے مابین مدینہ و شام آنے والے قافلوں کی گزرگاہ بھی رہی ہے، قوم ثمود کی بستیاں اس کے بعض حصوں میں تھیں، قرآن مجید میں ثمود کا تذکرہ کے کے ساتھ اس وادی کا ذکر آیا ہے "وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" اس میں ثمود کے متعلق سے مدائن صالح کی بستی اب بھی ہے، اس میں حجر نامی مقام بھی ہے۔

جزیرۃ العرب کی یہ بڑی وادیاں ہیں، جو جزیرہ نما کے مختلف حصوں کو شاداب

بناتی ہیں، رہی چھوٹی وادیاں تو ان کا شمار ہی مشکل ہے، خود شہر مدینہ منورہ کے اندر سے پانچ وادیاں گزرتی ہیں۔

جزیرہ نما کے مختلف مقامات پر کچھ چشمے بھی ابلتے ہیں، ان پر اور ان وادیوں میں جزیرہ نما کے چھوٹے بڑے نخلستان ہیں، اس کے علاوہ چشموں پر اور وادیوں میں کھجوروں کی باڑھیں لگائی جاتی ہیں، اور مختلف پھلوں کے درخت اور دوسرے پودے لگائے جاتے ہیں۔

پانی

جزیرہ نما میں سوائے چند خطوں کے وہ کھلا ہوا پانی نہیں ملتا جو برابر جاری اور قائم ہو، یہاں تک کہ جہاں پر بہتا ہوا پانی پایا بھی جاتا ہے وہ کسی چشمے پر منحصر ہوتا ہے، جزیرہ نما میں پانی کے چشمے بہت سے ہیں، صرف مدینہ منورہ میں چوبیس[۲۴] بہتے ہوئے چشمے ہیں، جن میں سب سے اہم عین زرقاء ہے، مکہ مکرمہ میں بئر زمزم اور وہاں سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر عین زبیدہ ہے (جو طائف کے قریب ایک چشمہ ہے) اس کا پانی عرفات سے گزارتے ہوئے مکہ تک لایا گیا ہے، اس کے علاوہ احساء، نجد اور خصوصاً جبال طے میں متعدد اچھے چشمے ہیں اور یمن و حضرموت کے خطے اس صفت میں خاصے ممتاز ہیں، خاص طور پر یمن کی وادی اور مغربی حضرموت کی وادی حجر، عمان و یمن کی بعض وادیاں اور احساء کی بعض نہریں اور چشمے، اسی لئے ان علاقوں کے باشندے پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں، وادیوں کا جذب شدہ پانی کہیں کہیں زمین کے اندر ذرا دوری پر مل جاتا ہے، جیسے وادئ حضرموت اور شرقی الربع الخالی اور احساء و نجد کے بعض علاقے جزیرہ نما میں پانی دستیاب ہونے کی بعض مشہور جگہیں حسب ذیل ہیں:-

نفوذ کے شمالی کنارے پر جوف، شمر میں حائل، حجاز میں مدینہ منورہ، طائف اور عین زبیدہ،

جزیرہ نما کا پانی مختلف نوعیتوں کا ہوتا ہے، کہیں اتنا نمکین کہ صرف اونٹوں کے پینے کے لائق اور کہیں کچھ نمکین جو کھیتوں کو بھی سیراب کرنے کے لائق ہوتا ہے لیکن انسان کے پینے کے لائق نہیں ہوتا، اور کہیں گرم اور گندھکی اور کانوں سے متأثر ہوتا ہے، اس طرح کا پانی زیادہ تر جنوبی یمن، حضرموت، احساء اور حجاز میں ملتا ہے، ان کے علاوہ اور جہاں پانی ملتا ہے، وہ عموماً شیریں ہوتا ہے۔

نباتات

پانی کی کمی کی وجہ سے جزیرہ نما میں نباتات کی خاصی کمی ہے، جزیرہ نما میں جو پودے اور درخت پائے جاتے ہیں، وہ پانی کے علاقوں میں یعنی وادیوں اور سرسبز خطوں یا ان پہاڑوں کے دامنوں میں پائے جاتے ہیں، جن پر زیادہ بارش ہوتی ہے۔

کھجور۔ یہاں کا سب سے زیادہ پیدا ہونے والا درخت ہے، بلکہ اس درخت کا اصل وطن جزیرہ نمائے عرب ہی کو قرار دیا جاسکتا ہے، یہ اصلاً گرم خطوں کا پودا ہے، اس کے باغات جو النخیل کہلاتے ہیں، جزیرہ نما کی وادیوں اور چشموں کے گرد بکثرت ہوتے ہیں، جزیرہ نما کی زمین اس درخت کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے، یہ حجاز، حضرموت، عمان، یمامہ، نجد اور بادیۃ العراق کے مشرقی حصہ میں شط العرب کے کناروں پر بکثرت ہوتا ہے، (شط العرب جنوبی عراق کا وہ حصہ ہے جس میں دجلہ اور فرات دونوں اکٹھا ہو کر بہتے ہیں، اور وہ جزیرہ نمائے عرب کا شمالی مشرقی کنارہ ہے جس کو جزیرہ نما کے حلقہ میں بھی شامل سمجھا جاسکتا ہے) حضرموت کی وادیوں میں کھجور خود بخود اُگتا ہے، حجاز میں سب سے اچھی کھجوریں مدینہ منورہ کی ہوتی ہیں، وہاں اس کی تقریباً سو قسمیں ہوتی ہیں۔

ساری دنیا میں سب سے زیادہ کھجوریں شط العرب (عراق) میں ہوتی ہیں، دنیا کی تقریباً اسّی فیصدی کھجور کی ضرورت انہی کھجوروں سے پوری ہوتی ہے اگر عراق کے کھجوروں کو جزیرۃ العرب سے علیحدہ کر دیا جائے تو دنیا میں کھجور کے درختوں کی کثرت میں جزیرۃ العرب کا نمبر چوتھا ہے، جب کہ عراق کا نمبر پہلا ہے، عراق میں اس کے سوا تین کروڑ اور جزیرۃ العرب میں اس کے چالیس لاکھ درخت ہیں۔

عُمَانْ، یَمامہ اور حِجاز میں بھی کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہے اس کی کثرت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صدقۂ فطر میں غلّہ کا اس کو متبادل قرار دیا گیا ہے، یمامہ میں اس کی کثرت کا اندازہ اس جملے سے کیا جا سکتا ہے کہ:۔

"وجدتُ العِلْمَ بعْدَ أَكْثرَ مِن الجَرِيدِ باليَمامَة" اور عربی کا محاورہ ہے کہ "كناقل تمرٍ إلى هجرٍ"

ہجر یمامہ سے متصلاً مشرق میں احساء کی ایک بستی تھی، جہاں کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہے کھجور بھی نر اور مادہ ہوتی ہے، مادہ کھجور عموماً تلقیح کے بعد پھل دیتی ہے کھجور کا ایک درخت بیج ڈالنے کے پندرہ سال بعد پھل دینا شروع کر دیتا ہے، اور ایک سال میں عموماً چالیس سے پچاس کیلوگرام تک پھل دیتا ہے اس کے درخت کی بلندی عموماً بیس سے تیس میٹر تک ہوتی ہے، اور اس کی عمر عموماً سو سے دو سو سال تک ہوتی ہے، کھجور کا پھل جب کچا ہوتا ہے تو بلح کہلاتا ہے، اور جب پکا اور کھانے میں لذیذ ہو جاتا ہے تو رُطَب کہلاتا ہے، اور جب نیم خشک اور باسی ہو جاتا ہے تو تمر کہلاتا ہے، اور جب پرانا اور تقریباً خراب سا ہو جاتا ہے تو حشفہ کہلاتا ہے، قرآن مجید میں ہے "وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا" (مریم۔۲۵)

کھجور کی سیکڑوں انواع و اقسام ہیں، ان میں سے بعض اتنی معمولی ہوتی ہیں کہ صرف

اونٹوں کو کھلائی جاتی ہیں، اور بعض اتنی میٹھی ہوتی ہیں کہ شکر اور گڑ کے قائم مقام ہوتی ہیں، اور ان کی جگہ استعمال کی جاتی ہیں، اور بعض بڑی نفیس اور لذیذ ہوتی ہیں، کہ دنیا کا کوئی پھل شاید ہی ان کا مقابلہ کر سکے، کھجور عربوں کی غذا کا اہم ترین جزو ہے، وہ اس کے مختلف حصوں سے بے شمار کام لیتے ہیں، کھجور کی لکڑی، اس کے پتے، کھجور کا پھل اور اس کی گٹھلی یہ سب ان کی زندگی میں مختلف ضروریات پوری کرتے ہیں، کھجور عربوں کی زندگی میں اس طرح داخل ہو گئی تھی کہ بہت سی چیزوں کی مثال اس سے دی جاتی ہے۔

جب کوئی شخص خراب مال بھی دے اور ڈنڈی بھی مارے یا اس سے ملتا جلتا بد دیانتی کا معاملہ کرے تو کہتے ہیں "أَحَشَفاً وَسُوءَ كِيلَة"۔

کھجور جزیرۃ العرب میں عمومی ہونے اور بآسانی حاصل ہو جانے میں ضرب المثل ہے، ایک شاعر کہتا ہے ؎

لا تحسَبِ المجدَ تمراً أنتَ تأكُلُه

کہ حصول عزت کو تم کھجور نہ سمجھو کہ بآسانی کھا لیتے ہو۔

کھجور کے ہر شکل میں اور ہر حیثیت سے نفع بخش ہونے کی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو اس سے تشبیہ دی ہے، بخاری شریف میں ہے:۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من الشجرة شجرة لا يسقط ورقها وانها مثل المؤمن فحدثوني ماهي؟ فقال فوقع الناس في شجر البوادي، قال عبد الله ووقع في نفسي أنها النخلة فاستحييت ثم قالوا حدثنا ماهي يا رسول الله قال هي النخلة۔ (كتاب العلم)

کھجوروں کی اقسام میں سے عجوہ کی تعریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ فرمائی ہے،

اور اس کو زہر اور سحر میں مفید قرار دیا ہے فرمایا:-

من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذلک الیوم سم ولا سحر۔

(بخاری کتاب الاطعمہ)

کھجور کے بعض اجزاء سے قلت اور کثرت اور شدت وغیر شدت کے موقعوں پر مثالیں بھی دی جاتی ہیں جیسے قرآن مجید میں قطمیر، نقیر اور فتیل کے الفاظ آئے ہیں (قطمیر اس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی ہوتی ہے نقیر اس نقطہ یا گڈھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے ایک سرے پر ہوتا ہے اور فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے کٹاؤ میں پڑا ہوتا ہے) قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ" (سورۂ فاطر ۱۳) "فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا" (سورۂ نساء ۵۳) "وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا" (سورۂ نساء ۴۹)

جزیرۃ العرب میں کھجور جس افراط سے ہوتی ہے اس کے بعد یہ بات قطعی ہے کہ جزیرۃ العرب کے شاداب مقامات میں شاید ہی چند مقامات ایسے ہوں جہاں کھجور نہ پیدا ہوتی ہو، حجاز کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ چھ ہزار فٹ سے کم بلند کوئی بھی شاداب خطہ ایسا نہیں ہے جہاں کھجور نہ پیدا ہوتی ہو، کھجور گرم پودا ہونے کی وجہ سے بلند مقامات پر نہیں ہوتا، کھجور کی کثرت کی وجہ سے جزیرۃ العرب اور ہر صحرائی علاقے کے ہر شاداب اور زرخیز مقام کو نخلستان کہتے ہیں، نخلستان کے لفظ سے کسی جگہ کو صرف کھجور کا باغ نہیں سمجھنا چاہئے یہ اردو کا استعمال ہے ورنہ عربی میں کھجور کے باغ کو نخیل کہتے ہیں، عربی میں نخلستان کے لئے "واحۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

دیگر اہم اشجار

کھجور کے علاوہ اور بہت سے پھل بھی جزیرۃ العرب میں پیدا ہوتے ہیں جو عموماً

دوسرے ملکوں میں بھی مشترک طریقے پر پائے جاتے ہیں، جیسے انار، انگور، سیب اور اسی طرح کے دوسرے پھل، انار اور انگور کا تذکرہ تو قرآن مجید میں بھی جنت کی نعمتوں کے سلسلہ میں بار بار آیا ہے۔

کچھ درخت ایسے ہیں جن کا تعلق صحرائی زمینوں سے ہے اور جزیرۃ العرب میں درختوں اور پودوں کی کمی کی وجہ سے وہ بھی عربوں کی دلچسپی کا باعث ہیں، ان کی شاعری اور ان کا ادب ان کے ذکر سے خالی نہیں، ان پودوں میں سَمُر (ببول) اَثل، طرفاء، غضا (جھاؤ درخت کی مختلف قسمیں) اسل (کسرانی) بان (ایک قسم کا پودا) طَلح (کیلا) سِدر (بیری) حِناء (مہندی) سَلَم (ایک خاردار درخت) ضَال (ایک درخت) عَرار (جنگلی نرگس) اراک (پیلو) حَنظل (اندرائن) خُزامیٰ (ایک پھول دار درخت) معروف پودے ہیں طلح اور سدر کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے، "وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ، وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝" سمُر اور سلم نیم صحرائی خطوں میں خاصا ہوتا ہے، سیرت کے واقعات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، متعدد حدیثوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔

ان میں سے جھاؤ کے درختوں کا تذکرہ عام طور پر عشق و محبت کی شاعری میں خصوصاً نجد کے شعراء کے یہاں زیادہ ملتا ہے، غضا اور عرار خاص طور پر نجد کے علاقہ میں زیادہ پیدا ہوتے ہیں ؎

بلی إن بالجزع الذی ینبت الغضا — الیّ وإن لم آلفه لمداویا

فما لی ان اُحببت ارض عشیرتی — وأبغضت طرفاء القصیبة من ذنب

فجاء کخوط البان لا متتابع — ولکن بسیما ذی وقار و میسم

تمتع من شمیم عرار نجد — فما بعد العشیة من عرار

اسل کے درخت کی طویل نیزوں سے مشابہت کی وجہ سے نیزوں کے لئے اسل نام پڑ گیا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ؎

بیارین الأعنَّۃَ مصعدات

علی أکتافھا الأسل الظماءُ

اراک کا درخت اونٹوں کی محبوب غذا ہے، حتیٰ کہ اراک کھانا اونٹوں کی ایک صفت بن گئی، تابط شرا کا شعر ہے ؎

أھزُّبہِ فی ندوۃ الحیّ عِطفَہ

کما ھزَّ عِطفی بالھِجان الاوارکِ

جب فقر و فاقہ بڑھ جاتا تو عرب بچے حنظل کی گٹھلیاں پھوڑ پھوڑ کر ان کا گودا کھاتے تھے، جنگل میں گٹھلی پھوڑنے کے لئے بچے بعض وقت کہیں کہیں گٹھلی کی طرف نظر جھکائے بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے اس منظر سے اپنے کو تشبیہ دیتے ہوئے امرؤ القیس کہتا ہے ؎

کانی غداۃ البینِ یوم تحمَّلُوا

لدی سمُرات الحی ناقف حنظل

حسین بن مطیر کا شعر ہے جس میں محبت بھرے قلب کو خزامیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے ؎

یمتیننا حتی ترف قلوبنا

رفیف الخزامیٰ بات طلٌّ یجودھا

چھوٹے پودے اور گھاس پھوس کی وہ قسمیں جو صحراؤں سے تعلق رکھتی ہیں، ریتیلے میدانوں میں بارش کے اثر سے پیدا ہوتی ہیں، پھر بارش کے بعد جلد ہی خشک ہو جاتی ہیں، ان میں قابل ذکر عرار، اُشنان (ہاتھ منہ دھونے کی ایک کڑوی گھانس) اور اس کے

ساتھ ہی ساتھ غضا ہے، رہے شاداب علاقوں کے پودے اور نباتات تو وہ عام طور پر اسی قسم کے ہوتے ہیں جس قسم کے دنیا کے دوسرے شاداب خطوں میں پائے جاتے ہیں، جائے وقوع کے فرق کے لحاظ سے کچھ فرق واختلاف تو ضرور ہوتا ہے لیکن وہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

حیوانات

اونٹ

جزیرہ نما کی عموماً خشک اور دشوار گزار زمین پر کمتر جانور بآسانی پرورش پا سکتے ہیں، چونکہ دیگر جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ جفاکش متحمل اور گرم موسم نیز صحرائی زمین کے اثرات کو زیادہ برداشت کرنے والا جانور اونٹ ہوتا ہے اس لئے جزیرہ نما میں یہ جانور دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ اختیار کیا گیا، وہ یہاں کے رہنے والوں کے لئے بہت زیادہ کارآمد رہا ہے، وہاں کے صحراؤں میں صرف یہی بآسانی چل سکتا ہے اور بہترین سواری بن سکتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے پیروں کے تلوے گوشت کی گدیوں کے بنے ہیں، جو ریت میں پیروں کے دھنسنے سے مانع بنتی ہیں، دوسرے وہ بڑا صابر اور گرمی، بھوک پیاس کو سب سے زیادہ برداشت کرنے والا جانور ہے، تیسرے اس کے پیٹ میں کچھ تھیلیاں بھی ہوتی ہیں جن میں سے بعض میں وہ غذا اور بعض میں پانی جمع کر سکتا ہے تاکہ ان کو وقت ضرورت استعمال کر سکے، اس کی پیٹھ پر کوہان بھی ہوتا ہے جس میں چربی ہی چربی ہوتی ہے، وہ بھوک کے اوقات میں اس سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

عرب صحراؤں میں اپنے سفروں کے موقع پر اونٹ کو استعمال کرتے ہیں، اور وہ سفر وحضر میں

مختلف حیثیتوں سے ان کے بہت کام آتا ہے، ایک اونٹ فی گھنٹہ اوسطاً پانچ چھ میل اور
چوبیس گھنٹوں میں عام طور پر مسلسل پندرہ گھنٹے چلتا ہے، بغیر کھائے پئے جاڑوں کے موسم میں
دس روز اور گرمیوں میں مسلسل چھ روز گزارہ کرسکتا ہے، اونٹ کی اوسط عمر تیس سال اور اس کی
قیمت اس کی حیثیت کے مطابق چار پونڈ سے اسی پونڈ تک ہوتی ہے، اونٹ کا اون اچھا
اور نفیس اون ہوتا ہے خصوصاً نجد و عمان کے اونٹوں کا اون نہایت نرم، عمدہ اور بھیڑ کے
اون سے ہر طرح بہتر ہوتا ہے اور اس کا دودھ کافی قوت بخش اور مفید اجزاء پر مشتمل ہوتا
ہے، البتہ اس کے دودھ سے گھی اور مکھن نہیں نکلتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ چکنائی کے لئے
عربوں کے یہاں صرف چربی کا ذکر ملتا ہے، اور دودھ سے نکلنے والی چکنائی کے لئے کوئی
علیحدہ لفظ... نہیں ہے، عرب اب بھی چکنائی کے لئے چربی ہی کو ترجیح دیتے ہیں، وہ
چکنائی کے لئے سمن کا لفظ استعمال کرتے ہیں، موٹے انسان اور جانور کو سمین کہتے ہیں جس کا
مطلب چربیلا یعنی موٹا ہوتا ہے، اونٹ کی عمر جب نو سال کی ہوجاتی ہے، تو وہ بازل کہلاتا
ہے، اس وقت وہ اپنے قویٰ اور جسم کے لحاظ سے اپنے شباب و کمال کو پہونچ جاتا ہے،
اونٹ صحراؤں کی تکلیفوں ہی کو برداشت کرنے میں کمال نہیں رکھتا، بلکہ وہ صحراؤں میں
راستے پہچاننے اور پانی کے مواقع کو محسوس کرلینے کی بھی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا ہے،
اس کو اپنی قوت شامہ سے زمین کے اندر پانی کی موجودگی کا اندازہ ہوجاتا ہے، اونٹ
کینہ پرور جانور بھی ہے، جب وہ ناراض ہوجاتا ہے تو شدید ترین انتقام لیتا ہے، لیکن وہ
نیک اور سیدھا بھی بہت ہوتا ہے، ایک چھوٹا بچہ بھی نکیل پکڑ کر... کو اس کو جہاں چاہے
لے جاسکتا ہے، اور قابو میں رکھنے کے لئے مارتا پیٹتا بھی ہے، مطیع اتنا ہوتا ہے کہ اونٹوں کی
قطاریں ہر اونٹ اسی راستے پر چلے گا جس راستے سے پہلا اونٹ گزرا ہے، اس کے اس

سیدھے پن اور اطاعت شعاری کو بعض وقت اس کی عباوت کی علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ اتنا بڑا ڈیل ڈول اور بے احساس، شاعر کہتا ہے ؎

لقد عظُمَ البعیر بغیر لبٍّ — فلم یستغن بالعِظَمِ البعیرُ

یُصَرِّفه الصبیُّ بکل وجهٍ — ویحبسه علی الخسف الجَرِیرُ

وتضربه الولیدةُ بالهراوی — فلا غِیَرٌ لدیه ولا نکیرُ

اونٹ کافی طاقتور بھی ہوتا ہے، خصوصًا اس کے جبڑے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔

اونٹ کی بے شمار قسمیں ہیں، ان میں سے وہ جس کو ہجین اور ذلول کہتے ہیں، ممتاز اور بہتر سمجھا جاتا ہے، ایک شاعر اپنے محسن کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے، جس نے اس کو منتخب اونٹ ہدیہ کئے تھے ؎

الی لمهد من ثنائی فقاصدٌ — به لابن عم الصدق شمس بن مالك

أهزّبه فی ندوة الحی عطفه — کما هزّ عطفی بالهجان الاوارك

عربوں کے نزدیک سرخ اونٹ سب سے زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں، اور وہ کم ہی پائے جاتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں قیمتی مال کی مثال کے طور پر سرخ اونٹ کا حوالہ ملتا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لئن یهدی الله بك رجلا خیر لك من حمر النعم"

چونکہ بدوی عربوں سے اونٹوں کا بڑا ساتھ رہتا ہے، اور عمومًا ان کے سفروں کی تنہائیوں میں وہ ان کا رفیق ہوا کرتا ہے، اسی لئے ان کو اونٹوں سے قلبی لگاؤ ہوتا ہے، اور وہ اپنے جذبات اور اونٹوں کے جذبات میں کبھی کبھی مماثلت بھی نکال لیتے ہیں، عربی شاعری میں مختلف جگہوں پر اس کے اشارے ملتے ہیں، شاعر کہتا ہے :-

اذا ما قمتُ ارحلها بلیلٍ — تأوّه آهة الرجل الحزینِ

تقول إذا وزأت لها وضيني — أهذا دينه أبداً ودينى

اكلّ الدهر حلٌّ وارتحالٌ — أما يُبقي علىَّ وما يقيني

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

أراراللہ نقيلكِ فی السلامیٰ — علی من بالحنين تعوّلينا

فانی مثل ما تجدين وجدی — ولكنی أسرّ وتعلنينا

ولی مثل الذی بذہ غير أنی — أُجِلُّ عن العقال وتُعقلينا

اونٹ یوں تو بہت ہی وقار و سنجیدگی کی چال سے چلتا ہے، لیکن جب دوڑتا ہے تو تیز دوڑتا ہے، اس کی دوڑ سے بھی بعض لوگ گھوڑ دوڑ کی طرح لطف حاصل کرتے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اونٹوں کی مسابقت سے دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا ہے، اونٹ کا اون وَبَر کہلاتا ہے، عرب اس کو خاصا استعمال کرتے ہیں، اس کا حصول ان کے لئے آسان بھی تھا، اس سے خیموں کا کپڑا اور کمبل بناتے، اور چونکہ بدو لوگوں کے یہاں اس کا استعمال زیادہ تھا، اس لئے بدوؤں کے لئے عربی اصطلاح اہل الوبر کی چلتی تھی، ان کے مقابلہ میں شہری لوگوں کی اہل المدر (یعنی مٹی کے مکان والے کی) کی اصطلاح تھی۔

گھوڑا

اونٹ کے بعد عربوں کی زندگی میں جس جانور کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، وہ گھوڑا ہے، ان کی شاعری اور ادب سے اور ان کی تاریخ اور ان کے واقعات سے عربوں کی زندگی میں گھوڑے کی ضرورت اور اہمیت کا پتہ لگتا ہے، جزیرۃ العرب میں قبل مسیح گھوڑے نہیں پائے جاتے تھے، آہستہ آہستہ گھوڑے وسط ایشیا کے علاقوں سے

بادیۃ الشام کی بعض منڈیوں میں پہونچے اور وہاں سے عربوں تک، یہ جانور منتقل ہوا، عربوں کا ملک جن حالات سے تعلق رکھتا تھا، اور جن کی وجہ سے عربوں کی زندگی میں جنگ و دفاع کی ضرورت ایک بنیادی ضرورت بنی ہوئی تھی، اس میں گھوڑا بہت زیادہ مفید جانور تھا۔ چنانچہ بہت جلد گھوڑا عربوں میں عام ہو گیا، اور انھوں نے اس کی بڑی قدر کی اور اس کی پرورش و دیکھ بھال پر بڑی توجہ صرف کی، حتیٰ کہ کچھ ہی دنوں میں دنیا کے گھوڑوں میں عربی گھوڑا سب سے بہتر نوع سمجھا جانے لگا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں عربی گھوڑے کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"عربی گھوڑے کا گرچہ مشرقی نسلوں (کے گھوڑوں) میں سب سے زیادہ قدیم ہونا کسی ذریعہ سے ثابت نہیں لیکن سب سے زیادہ ترقی یافتہ (ہونا ثابت) ہے، اور (اس کی تربیت) دنیا کے تربیت یافتہ گھوڑوں پر وسیع پیمانہ پر اثر انداز رہی ہے، عربی گھوڑے پست قد ہوتے ہیں، عام طور پر اس کی اونچائی ۴ فٹ ۱۰ انچ اور زیادہ سے زیادہ ۵ فٹ ہوتی ہے، اس کے سر سے اس کی امتیازی خصوصیت اور ذکاوت ظاہر ہوتی ہے، پیشانی چوڑی، آنکھیں بڑی اور منخرے (نتھنے) کشادہ ہوتے ہیں، مونڈھے کافی جھکے ہوئے، پیٹھ چھوٹی اور مضبوط لیکن بازو وسیع اور جھکے ہوئے ہوتے ہیں، اس کا پچھلا حصہ بہت ہموار، ہڈیاں سخت اور چکنی، سم (کھر) سے اوپر کا حصہ ڈھلوان اور پیر چھوٹے مگر مضبوط ہوتے ہیں، عام طور پر سفید بھورے اور مائل بہ سرخی رنگ کے ہوتے ہیں، کالے رنگ کے کم پائے جاتے ہیں، عربی گھوڑے میں طاقت جسم کے اعتبار سے بہت زیادہ ہوتی ہے، اس کی قوت برداشت بجا طور پر ضرب المثل بن گئی ہے، اور اس کی برق رفتاری بھی

بہت مشہور ہے۔"[1]

اردو، فارسی میں عربی گھوڑے کو اسپ تازی کہتے ہیں، تازی طائی کا فارسی لفظ ہے، اور طائی سے مراد عربی ہے۔

ایک یورپین سیاح جس نے نجد کا سفر کیا تھا، جو کہ جزیرۃ العرب کا وسطی اور اصل خصوصیات کا مالک خطہ اور منطقہ ہے، گھوڑے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:-

"نجدی گھوڑے سرعت میں اور تکان برداشت کرنے میں لاثانی ہیں، پورے چوبیس گھنٹے سڑک پر ان کا بغیر پانی کے کام کرتے رہنا بلاشبہ بڑا بھاری وصف ہے اور پھر عرب کی جھلسا دینے والی تمازت آفتاب میں تقریباً اڑتالیس گھنٹے ایک ہی حالت میں رواں دواں رہنا اسی نسل کے گھوڑوں کا حصہ ہے، اس کے علاوہ ان کا ایک بڑا وصف یہ ہے کہ منھ کے ذریعہ ان سے اطاعت کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی، چونکہ عرب زین اور لگام کے بغیر عام طور پر سواری کرتے ہیں، اس لئے یہ سوار کے منھ سے ذرا آواز نکالے بغیر بھی صرف گھٹنوں اور اشاروں پر کما حقہ فرمانبرداری کرتے ہیں، اس میں یورپ کے گھوڑوں سے بدرجہا بہتر ہیں، میں نے خود ان کے مالکوں کے کہنے سے ان گھوڑوں پر بغیر زین اور لگام کے سواری کی اور ان کو خوب دوڑایا اور چکر دلایا لیکن ہر حال میں میں نے اپنی مرضی اور گھوڑے کی حرکات میں فرق نہیں پایا، یہ خوبی صرف عربی گھوڑوں کی ہے جس میں اہل یورپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"[2]

عربوں کی زندگی کا گھوڑے سے ربط اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آدمی کی صفتِ شجاعت و حوصلہ مندی کے اعتبار کے لئے اسی سے صفت بنائی گئی تھی، اس کو فروسیت اور اس کے حامل کو فارس سے تعبیر کرتے تھے، وہ اپنے گھوڑے کو اپنے اہل و عیال سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے، ایک عرب سے اس سے تعلق رکھنے والے ایک بادشاہ نے ایک گھوڑا مانگا تھا تو اس نے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ص۵۶، گیارہویں جلد۔ چودھواں ایڈیشن ۱۹۲۹ء [2] سفرنامۂ نجد و حساء

بادشاہ کی طرف سے مطالبہ ہونے کے باوجود اس کے دینے سے انکار کر دیا، اور کہا ؎

أبيتَ اللعنَ ان سَكَابِ علقٌ نفيس لا تعارُ ولا تباعُ

مفداةٌ مكرمةٌ علينا يُجاع لها العيالُ ولا تجاعُ

عرب اپنے گھوڑے کی بہت خدمت کرتے تھے، اور ان کو اچھی غذا پہونچانے کی کوشش کرتے تھے، ایک عورت نے اپنے شوہر سے گھوڑے پر بہت زیادہ خرچ کرنے اور اس کو گھر والوں سے بہتر غذا پہونچانے پر اعتراض کیا تو اس نے اپنی بیوی کو جھڑک دیا اور کہا ؎

تلوم على أن أمنح الورد لقحة

وما تستوي والورد ساعة تفزع

دیگر حیوانات

اونٹ اور گھوڑے کے مقابلہ میں جزیرہ نما کے دوسرے جانوروں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے، البتہ ان کی زندگی سے جو جتنا زیادہ قریب ہے، اس سے وہ اتنا زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

جزیرہ نما میں بھیڑ بکریاں بکثرت ہوتی ہیں، اور تقریباً تمام علاقوں میں پائی جاتی ہیں، اور عربوں کی غذا میں کافی صرف ہوتی ہیں، عرب کی بھیڑوں میں چربی خاصی ہوتی ہے، ان کے پچھلے حصہ میں ایک چکی کی طرح کا حصہ چربی پر خاصا مشتمل ہے، اونٹ اور بھیڑ کی چربی کی کثرت نے عربوں کے ذوق میں چربی سے دلچسپی بہت بڑھا دی ہے، حتیٰ کہ ان کے ادب میں چربی کا تذکرہ مرغوبات کے لئے بطور مثال کے آتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ؎

بکری اور بھیڑ کے بعد ہرن، نیل گائے، خچر اور جنگلی گدھے بھی ہوتے تھے، اور عربی شاعری میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے، عرب شعراء عورت کو گردن کی موزونیت میں ہرن سے اور آنکھ کے حسن میں نیل گائے سے تشبیہ دیتے ہیں، اور شکار کے تذکروں میں بھی ہرن اور نیل گائے کا خاصا تذکرہ کرتے ہیں، مذکورہ جانوروں کے علاوہ مختلف جانور علیحدہ علیحدہ بھی مختلف جگہوں پر پائے جاتے ہیں، اور عربوں کی شاعری اور ادب میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے، ان جانوروں میں شیر کو بہت اہمیت حاصل ہے بہادری میں بکثرت اس سے مثال دی جاتی ہے، اور وہ متعدد ناموں اور صفتوں سے معروف ہے متعدد کچھاروں کے ساتھ اچھے شیروں کی نسبت کی جاتی ہے، اور ان میں اچھے شیر کے لحاظ سے فرق کیا جاتا ہے، ہمدانی نے جزیرۃ العرب میں مشہور چودہ[۱] کچھار گنائے ہیں، ان میں سے چار خاص طور پر ضرب المثل ہیں جن کے نام بِیْشَۃ، خَفَّان، شَرَیٰ اور تُرْج ہیں، اور خفیّہ نامی ایک کچھار اور بھی قابل ذکر ہے، ان میں بیشہ عسیر کے مشرق میں واقع وادی بیشہ میں تھا، اور خفان کوفہ کے قریب ایک جنگل تھا، شری دریائے فرات کے کنارے ایک جنگل تھا، ترج وادی بیشہ کے قریب ایک دوسری وادی میں تھا، اور خفیہ اب جزیرہ نما میں شیر کم پایا جاتا ہے۔

صحرائی اور غیر آباد علاقوں میں شیر کے علاوہ چیتا، تیندوا، بجّو، لومڑی، بھیڑیا، بندر گدھا، اور پھر گائے، شتر مرغ، خرگوش اور دوسرے جانور ہوتے ہیں، لومڑی عربی میں بھی چالاکی کے ساتھ موصوف کی جاتی ہے، گدھے کو معیوب جانور نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اس پر سنجیدہ لوگ بھی سواری کرتے رہے ہیں، اور عرب کا گدھا ذرا بڑا اور مضبوط بھی ہوتا ہے، مضبوطی اور برداشت میں اس کی مثال بھی دی جاتی ہے، بنی امیہ کے آخری خلیفہ کو

اس کے بکثرت جنگوں کو جھیلنے کی وجہ سے حمار کا خطاب دیا گیا تھا، شتر مرغ کو تیز بھاگنے میں ضرب المثل سمجھا جاتا ہے، اور اونٹ کی تیز رفتاری کی مثال شتر مرغ سے دیتے ہیں، ان جانوروں میں سے بندر صرف یمن میں ہوتا ہے، گدھا یمن، احساء اور حجاز میں پایا جاتا ہے، شتر مرغ صحرائے نفوذ اور وادی الدواسر میں ہوتا ہے، پہاڑی بکرے زیادہ تر یمن میں اور اس کے سوا تھوڑے بہت تمام علاقوں میں پائے جاتے ہیں، گائے عموماً احساء میں پائی جاتی ہے۔

عربوں کے ادب وشاعری میں ضب (گوہ) ضبع (بجّو) کا تذکرہ بہت ملتا ہے اور اس کے متعلق متعدد کہانیاں بھی منقول ہیں، بجّو کا تذکرہ انسان کے گوشت کو کھانے کے تذکرہ میں اور ضب کو متعدد مواقع کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، خاص طور پر ضب کے اپنے بل میں گھس کر جم جانے اور نہ نکلنے سے سینہ کے اندر کینہ قائم رہنے کی مثال دیتے ہیں، اور مجازاً سینہ کو ضب سے تعبیر کرتے ہیں، نیز عرصۂ دراز تک بغیر پانی کے رہنے میں ضب کو فائق سمجھتے ہیں، درندوں میں شیر کے بعد سب سے زیادہ بھیڑیئے کا تذکرہ ملتا ہے، جنگلی گدھے کا بھی خاصا تذکرہ ملتا ہے اور اس کی چال سے اونٹ کی چال کو تشبیہ بھی دی جاتی ہے، نیز اس کے پیٹ میں ہر طرح کی چیز پہونچ کر مختلف اشیاء کے اجتماع سے بھی مثال دی جاتی ہے، عربی کی مثل ہے "کل الصید فی جوف الفراء"

شتر مرغ کے انڈوں کا بھی ذکر ملتا ہے، اس کی سفیدی سے عورتوں کی صباحت کی تشبیہ دی جاتی ہے، قرآن مجید میں ہے "كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ" پہاڑی بکرا انسانوں سے گھبراہٹ میں ضرب المثل سمجھا جاتا ہے، کثیر شاعر کہتا ہے ؎

وأدنيتني حتى اذا ما ملكتني بقول يحل العصم سهل الأباطح

تناهبت عنی حین لالی حیلۃٌ وغادرت ماغادرت بین الجوانح

جزیرہ نما میں پرندوں کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں، شاداب علاقوں میں تو تقریباً وہی ہیں جو دنیا کے دوسرے شاداب خطّوں میں پائی جاتی ہیں، البتہ خشک علاقوں میں ان کی تعداد بہت کم ہے اور اقسام بھی تھوڑی ہیں، بہر حال وہاں کے معروف پرندوں میں جن کا عرب زندگی سے خاصا تعلق ہے، قطا (لوا یا سنگ خور) حمام، کبوتر اور اس سے ملتے جلتے دوسرے پرندے اور سمانی (بٹیر) کا ذکر زیادہ ملتا ہے، قطا بعض باتوں میں ضرب المثل بھی ہے اور عربی شاعری میں مستعمل بھی، کہتے ہیں کہ اس کی آواز اور اس کے نام قطا میں مماثلت ہے کقول القطا قطا کبوتری کا تذکرہ عرب شعراء اپنے سوزِ عشق کے بیان میں کرتے ہیں اور اس بارے میں اس کو اپنا ہم مذاق قرار دیتے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

حمامۃ جرعی حومۃ الجندل

فانت بمرائی من سعاد ومسمع

شاعر کہتا ہے ؎

اقول وقد ناحت بقربی حمامۃ

ایا جارتا لو تشعرین بحالی

کبوتر کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جس کے گردن میں ایک حلقہ نما دائرہ ہوتا ہے، جس کو اردو میں فاختہ سے تعبیر کیا ہے، عرب اس کو الحمات المطوقہ کہتے ہیں، ان کے ادب و شاعری میں اس کا بھی ذکر خاصا ملتا ہے۔

شکاری پرندوں میں عقاب، شاہین (باز) نسر (گدھ) صقر (شکرہ) حداءہ (چیل) اور اخیر میں غراب (کوّا) قابل ذکر ہیں، باز اور صقر سے بہادروں کو تشبیہ

دی جاتی ہے، غراب سے غلط رہنمائی دینے کی مثال دی جاتی ہے، شعر ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکین

زہریلے جانوروں میں سانپ کی مختلف اقسام بچھو، ورل (گوہ کے طرز کا ایک جانور) مذکور ہیں، ان کے علاوہ ٹڈی بھی کثرت سے ہوتی ہے اور کھائی بھی جاتی ہے، اس کی کثرت سے لوگوں کی کثرت کی مثال بھی دی جاتی ہے "کجراد" شہد کی مکھیاں بہت ہوتی ہیں، اوران سے شہد لینے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، ان مکھیوں کی مختلف انواع واقسام کے مختلف نام بھی ملتے ہیں، خاص طور پر یمن اور حضرموت کا شہد اچھا ہوتا ہے۔

ہوائیں

ہواؤں کے معاملہ میں بھی عربوں نے خاص اہتمام کیا ہے، ان کے اختلاف حرکت، ان کی سمتوں اوران کی دوسری خصوصیات کو علیحدہ علیحدہ متعین کیا ہے، اسی لئے ہواؤں کے عربی زبان میں بہت سے نام ملتے ہیں، جوان کی خصوصیات یا نوعیتوں کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں، ان سب کا استقصاء غیر ضروری ہے، البتہ ان میں نمایاں اسماء بہ تفصیل ذیل بتائے جاتے ہیں:۔

اختلاف حرکت کے لحاظ سے ہوا کو رُخاء، عاصِفْ اور ہَوجَاء کہتے ہیں، ان میں سے اس قدر ہلکی ہوا جس کو جسم محسوس کرے، لیکن وہ اشیاء کو متحرک نہ کرتی ہو رخاء کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے "فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (ص ۳۶)

اور وہ ہَوا جو تیز چلے وہ عَاصِفْ کہلاتی ہے، وہ چیزوں کو متحرک کرتی ہے اور ہلکی چیزوں کو الٹ پلٹ کرتی ہے، اور وہ ہوا جو بہت تیز چلے اور آندھی کے طرز کی ہو لیکن بہت تیز و طاقتور اور مؤثر نہ ہو وہ "ہَوْجَاءْ" کہلائے گی، آندھی کے لئے اس کی اقسام کے لحاظ سے اِعْصَار و ہُبُوب اور بگولے کو زوبعہ کہتے ہیں۔

اور سمتوں کے لحاظ سے صَبَا، دَبُور، نَکْبَاء، مُتَنَاوِئِبَہ، شَمَال، جَنُوب اور نُعَامیٰ کہتے ہیں، صبا مشرقی ہَوا کو کہا جاتا ہے، یہ نجد کی خاص ہَوا ہے جس کا تذکرہ شعراء کے یہاں بہت ملتا ہے، اور یہ ہَوا بہت خوشگوار سمجھی جاتی ہے، اس کے چلنے سے لوگ تازگی محسوس کرتے ہیں، اس لفظ کا مادّہ بھی تازگی، محبت اور ترنگ کے معنی بتاتا ہے۔

أَلَا یَا صَبَا نَجْدٍ مَتَیٰ هِجْتَ مِنْ نَجْدٍ

لَقَدْ زَادَنِی مَسْرَاكِ وَجْداً عَلیٰ وجدِ

غزوۂ احزاب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ"

دَبُور اس ہوا کو کہتے ہیں، جو مغربی سمت سے چلتی ہے، اس کو قرآن مجید میں عقیم بھی کہا گیا ہے، صبا، دبور کو ایک طرح سے شمالی ہند کی ہواؤں میں سے پروا اور پچھوا سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، لیکن شمالی ہند میں پروا ہوا خوشگوار نہیں ہوتی، نکباء اس ہَوا کو کہتے ہیں، جو مقررشدہ سمتوں میں سے کسی سمت سے نہ چلے بلکہ اس کی سمت درمیانی سمت ہو، "متناوئبہ" اس ہوا کو کہتے ہیں جس کی سمت کا تعین نہ کیا جاسکے اور وہ کسی بھی سمت سے چلے اور اپنی سمت بدلتی بھی رہتی ہو، اس لفظ کا مادّہ ذِئْب ہے یعنی جس طرح بھیڑیا بغیر کسی سمت کے تعین کے آجاتا ہے، اسی طرح یہ ہوا بھی بلا معلوم سمت کے چلتی ہے "النعامیٰ" اور شمال، شمال سے چلنے والی ہوا کو کہتے ہیں، اور اس کے لئے شمال اور

شمأل دونوں لفظ بولے جاتے ہیں، ایک شاعر کہتا ہے ؎

فلما أقرتہ اللِّصاب تنفست

شَمَالٌ لأعلی مائہٖ وھو قارسٌ

اور امرؤ القیس کہتا ہے ؎

فَتُوضِحَ فَالمِقْرَاۃِ لَمْ یَعْفُ رَسْمُھَا

لِمَا نَسَجَتْھَا مِنْ جَنُوبٍ وَشَمْأَلِ

شمالی ہوا چونکہ شمال سے چلتی ہے اور ٹھنڈے ملکوں اور بحر احمر سے ہوتی ہوئی آتی ہے، اس لئے یہ ہوا کافی ٹھنڈی ہوتی ہے، اور اس کا زمانہ عموماً جاڑوں کا زمانہ ہوتا ہے، اس لئے اس میں تکلیف دہ ٹھنڈک محسوس کی جاتی ہے، اس زمانے میں عربوں کی اقتصادی حالت زیادہ کمزور ہو جاتی تھی، لہٰذا اس زمانے میں سخاوت، بڑے بلند اخلاق کی نشاندہی کرتی تھی، جنوب سے چلنے والی ہوا جَنُوبْ اور اَزْیَبْ کہلاتی ہے، فصلِ بہار میں جنوب کی طرف سے چلنے والی ہوا لَوَاقِحْ بھی کہی جاتی ہے، قرآن مجید میں ہے "وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ" جاڑے کی ہواؤں میں حَرْجَفْ اور بَلِیل بھی ہے، حَرْجَفْ شدت سے چلنے والی ہوا کو کہتے ہیں۔

صبا زیادہ تر نجد میں چلتی ہے، مغربی ہوا عرب کے شمالی حصوں میں زیادہ تر چلتی ہے، اور مشرقی ہوا جنوبی ساحلوں پر اچھی خاصی چلتی ہے، جزیرۃ العرب میں موسم گرما میں نہایت گرم ہوا چلتی ہے جو سَمُوْم یا سموم سے ملتی جلتی ہوتی ہے، یہ ہوا خطرناک اور مہلک ہوتی ہے، یہ عموماً الربع الخالی سے شمال کی جانب چلتی ہے حجاز کے پہاڑ چونکہ خشک اور سپاٹ پتھر کے ہیں، اس لئے جو ہوا ان پر سے گزر کر آتی ہے، وہ بھی عموماً

گرم ہوتی ہے خواہ وہ حجاز جائے یا نجد آئے۔

بعض ثقافتی پہلو

جو زمین ریت کے دو قطعوں کے درمیان میں واقع ہو وہ شَقِیقَہ کہلاتی ہے، لہذا دھناء میں درمیان کے قطعے شَقَائِق کہلاتے ہیں، اور جو میدانی خطہ میں ریت کے بجائے مٹی کا قطعہ ہو تو وہ اَجرع یا جَرعَاء کہلاتا ہے، شاعر کہتا ہے ؎

سَلِی البَانَۃَ الغَیْنَاءِ بِالأَجْرَعِ الَّذِی

بِہِ البَانُ ھَلْ حَیَّیْتُ اَطْلَالَ دَارِکِ

اور جو زمین کھلی ہوئی صاف ریت سے بنی ہو وہ النّقا کہلاتی ہے اور جو ٹیلا ایسی مٹی کا بنا ہو جو ہواؤں کے اثر سے اپنی جگہ بدل سکتا ہو وہ تَلّ کہلائے گا، میدانی زمین میں جو زرخیزی کے لائق بلند قطعے ہوتے ہیں وہ ربوۃ یا رابیۃ کہلاتے ہیں، ان کی جمع رُبیٰ اور روابی آتی ہے، عرب شعراء ایسے قطعوں یا ٹیلوں کی شادابی اور پھول سبزہ سے آراستگی کا تذکرہ بہت کرتے ہیں، ریت کے ٹیلے کو کثیب کہتے ہیں، جمع کثبان آتی ہے، ریت کے قطعات میں راستہ جہاں موڑ رکھتا ہے، لِوَی سے تعبیر کرتے ہیں، کثیب اور لوی کا تذکرہ عرب شعراء کی محبت کی داستانوں میں خاصا ملتا ہے۔

جس جگہ سَمُر کے بہت سے پودے ایک جگہ اکٹھے ہوں اس کو حَرجَہ کہتے ہیں، اور جس جگہ سَلَم کے بہت سے پودے اکٹھا ہوں اس کو ضَارِبُ السَّلَم کہتے ہیں، اور جس جگہ اراک کے بہت سے پودے اکٹھا ہو جائیں اس کو غَرِیفَ کہتے ہیں، اراک اونٹوں کی

پسندیدہ غذا ہے اور اگر اراک کے ساتھ کچھ دوسرے پودے بھی شامل ہوں تو اس کو ایکہ کہتے ہیں، ایکہ کا لفظ توسعاً مختلف پودوں کی جھاڑی یا جنگل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

جزیرۃ العرب کی جن جگہوں کو دوری کے لحاظ سے ضرب المثل سمجھا جاتا ہے ان میں "خراسان" جو ایران کے مشرق میں افغانستان کے مغربی پہلو میں واقع ہے، اور شحر جو حضرموت اور عمان کے درمیان ہے، اور یَبْرِیْن جو الربع الخالی کے شمال میں ہے اور حضرموت جو جنوب کا علاقہ ہے اور صَنْعَاء جو یمن کا صدر مقام ہے، اور بَرْکُ الغِمَاد جو یمن ہی کے ایک سرے پر ہے، عربی زبان میں ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہیں، مثال دیتے وقت کہا جاتا ہے کہ :۔

لستَ بمعجزِلنا ولو بلغتَ الشحرَ اَوْر ولو حَالَت دونك يبْرِين اَوْر بلغتُ حضرموت اَوْر لابد من صنعاءَ ولو طالَ السفرُ اور ولو بَلَغَ بَرْكَ الغماد — بَرک ان پتھروں کو کہتے ہیں جو سفید اور حرے کے پتھروں کی طرح سخت اور پیچ دار ہوتے ہیں، ان میں چلنا آسان نہیں ہوتا۔

جزیرۃ العرب کی جن جگہوں کے متعلق عربوں کا عقیدہ یہ تھا کہ یہاں پر جن یا غول (بھوت) رہتے ہیں، ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔ البدِی، عَبْقَر، ذُوسُمار اور وَبَار، ذُوسُمَار (علاقۂ نجد میں) اور وَبَار (جنوبی الربع الخالی میں) واقع ہیں، عبقر سے عَبْقَرِی بنا اور اس میں غیر معمولی طاقت رکھنے والے مافوق الفطرت اور عظیم الشان خصوصیات کا مالک ہونے کا جو تصور پیدا ہو گیا یہ تصور اگر کسی نہ کسی پہلو سے کسی چیز کے متعلق پیدا ہوتا تو عرب اس کو عبقری کے لفظ سے ادا کرتے تھے،

اس لئے غیر معمولی طاقت، غیر معمولی صلاحیت غیر معمولی خوبی رکھنے والی چیز یا شخص کے لئے عبقری کا لفظ استعمال کرتے تھے، اور اس راہ سے یہ لفظ اور زیادہ وسیع طریقے سے استعمال ہونے لگا، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ غالباً اسی طرح کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے، اسی طرح پرانی چیز کو عرب کبھی عاد کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس سے محض اس کے قدیم ہونے کی وضاحت مقصود ہوتی ہے، چنانچہ قدیم مٹتے ہوئے اور پرانے آثار قدیمہ کو عربی میں عادیات کہتے ہیں۔

اقوام وقبائل

تمہید

اجداد

حضرت نوح علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انسانی آبادی کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے، طوفان نوح کے بعد زمین پر انہی کی نسل باقی رہی جزیرۃ العرب کی آبادی ان کے "سام" نامی بیٹے کی اولاد میں بتائی جاتی ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ مختلف اندازوں اور تاریخی اشاروں کے لحاظ سے ۲۹ تا ۳۸ سو قبل مسیح بتایا گیا ہے، اور ان کی جائے اقامت کے سلسلے میں محققین کا خیال ہے کہ یہ وہ جگہ تھی، جو اب عراق کا شمالی کنارہ ہے، یعنی جزیرۃ العرب کے شمال مشرقی رخ پر، ترکی کے جنوب مشرق میں، یہیں سے ان کی نسلیں پھیلیں، توریت کی روایت کے مطابق نوحؑ کے تین بیٹے سامؑ، حامؑ، یافثؑ وہ بیٹے ہیں، جن کی نسلیں اب دنیا میں موجود ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بیٹے رہے ہوں گے، جن کی نسلوں کا پتہ نہیں، ان میں سے ایک بیٹا کنعان تھا، جو طوفان نوح میں غرق ہوا، ان تینوں میں سے حام کی نسلوں کا مسکن افریقہ کے مختلف علاقے اور یافث کی نسلوں کا مسکن چین و ترکستان بتایا جاتا ہے، یافث کی ایک شاخ کے بارے میں

بتایا جاتا ہے کہ وہ آرین کہلائی جس کی شاخیں کچھ ہندوستان میں کچھ ایران میں اور پھر یورپ میں آباد ہوئیں، سام کی نسلوں میں عرب، اسرائیلی نیز بعض اہل علم کے نزدیک ایران اور دیگر قرب وجوار کے علاقوں کے باشندے ہیں۔

سام کے کئی بیٹے تھے لیکن مورخین کے یہاں ان کے صرف دو بیٹوں کی نسلوں کا سراغ ملتا ہے ان میں سے ایک کا نام آرَام یا اِرَم اور دوسرے کا اَرْفَخْشَذ تھا، جزیرۃ العرب میں جن کی نسلیں بار آور ہوئیں یا جن کا عمل دخل رہا، ان کا تعلق انہیں دو فرزندوں سے ہے، ان میں سے ارم کی کئی نسلیں جزیرۃ العرب میں عرصہ تک زندہ رہیں، اور ترقی کرتی رہیں، اور یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے تباہ ہوتی رہیں، اور اخیر میں جزیرۃ العرب سے بالکل مٹ گئیں، ان کو عربی میں "اُمَمْ بَائِدَہ" کہا جاتا ہے ان میں سے قابل ذکر نسلیں عَادْ، ثَمُودْ، جُرْہُمْ، طَسْمْ، جَدِیْسْ، عَبْدضَخْم اور عَمَالِقَہ ہیں، عمالقہ کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فراعنۂ مصر بھی اسی کی ایک شاخ تھے، جو شمالی جزیرۃ العرب سے مصر منتقل ہوگئی تھی۔

ارفخشذ کی نسلوں میں ایک شاخ تو وہ ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ اور ان دونوں کے خاندان ہوئے، اور دوسری شاخ وہ ہے جس کے مورث قَحْطَان کہلائے، حضرت ابراہیمؑ والی شاخ کی نسلیں حضرت ابراہیم کی ہجرت کے بعد عموماً شام میں آباد ہوئیں، البتہ وہ نسلیں جو اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور تیسرے بیٹے مدین سے ہوئیں، وہ جزیرۃ العرب کے شمالی علاقہ میں آباد ہوئیں، رہی قحطانی نسل تو وہ جزیرۃ العرب کے جنوبی علاقے میں پہلے سے آکر آباد ہوگئی تھی، اور اس کا مسکن یَمَنْ سے عُمَانْ تک تھا۔

لہذا جزیرۃ العرب میں سب سے قدیم باشندے آرامی نسل کے ہوئے، ان کے بعد قحطانی آئے، اور ان کے بعد وہ نسلیں جو حضرت ابراہیم سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں حضرت اسمٰعیلؑ

کی اولاد زیادہ وسیع علاقے میں آباد ہوئی اور مدین کی اولاد صرف حجاز کے شمالی کنارے پر آباد ہوئی، حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں کئی پشتوں کے بعد عدنان نامی ایک شخص ہوئے وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تقریباً تمام باقی رہنے والی نسلوں کے مورث ہیں۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ آرامی نسلیں کچھ عرصہ آباد رہ کر جزیرۃ العرب سے یکسر مٹ گئیں، ان کے بعد جزیرۃ العرب کے قدیم باشندے قحطانی نسل کے لوگ کہلائے، اسی لئے قحطان کی اولاد کو عرب عاربہ یعنی اصلی عرب کہا جاتا ہے، جزیرۃ العرب میں ابراہیمی خاندان کی اسماعیلی شاخ بعد میں آئی مکہ مکرمہ میں قیام ہوا اور قحطان کی بعض شاخوں سے رشتہ قائم ہوا، اور قحطانیوں کے مقابلہ میں ذرا بعد میں عرب ہونے کے باعث عرب عاربہ کے بجائے عرب مستعربہ کہے گئے، ان کا دوسرا نام عدنانی ہوا کیوں کہ ان کی موجودہ تمام نسلوں کا سلسلہ ان کے مورث عدنان سے ملتا ہے، جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں تھے، جزیرۃ العرب کے تمام باشندے صرف دو ہی نسلوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں، ایک قحطانی، دوسرے عدنانی، اور جزیرۃ العرب کا سارا خطہ ان دونوں میں تقریباً تقسیم رہا ہے، اس کے جنوبی حصے عاربہ یعنی قحطانی نسلوں کے پاس رہے، اور شمالی حصے مستعربہ یعنی عدنانی نسلوں کے پاس رہے، اگرچہ زندگی کے بہت سے تقاضوں کی بنا پر دونوں کی بعض نسلوں نے اپنے علاقہ کو چھوڑ کر دوسروں کے علاقوں میں قیام بھی کیا، خصوصاً قحطانیوں کا زبردست بند "سَدِّ مَأرِبْ" جب ٹوٹا تو اس کی بہت سی نسلیں جزیرہ کے شمالی حصوں میں جا کر آباد ہوئیں۔

حضرت ابراہیمؑ عراق میں پیدا ہوئے تھے، وہاں جب ان کی دعوت توحید کی شدید مزاحمت ہوئی، اور ان کا وہاں رہنا دشوار ہو گیا تو وہ ہجرت کر کے شام میں آئے، یہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کا زمانہ تھا، ان کے ساتھ ان کے چچازاد بھائی یا بھتیجے حضرت لوطؑ بھی تھے، جو ان پر ایمان لا چکے تھے،

اور خدا کے برگزیدہ بندے اور نبی ہوئے تھے، دونوں نے شام کے وسطی اور جنوبی حصوں میں قیام کیا اور ان علاقوں میں دعوت توحید و صلاح اخلاق دیتے رہے، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت سارہؑ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جزیرۃ العرب کے اندر حجاز کے وسط میں لے جاکر آباد کیا، وہاں حضرت اسمٰعیلؑ رہے اور ایک قحطانی شاخ سے ان کا رشتہ ہوا، اور یہی رشتہ مستعربہ نسل کے ظہور کا سبب ہوا، ان کے علاوہ دوسری ابراہیمی نسلیں عموماً شام میں یا اس سے کچھ اتر کر حجاز کے شمالی کناروں تک آباد رہیں۔

دورِ اوّل

(میلادِ مسیحؑ تک)

بنی آرام ——— (عرب بائدہ)

عاد

حضرت نوحؑ کی نافرمان اولاد کی تباہی کے بعد عرب میں ان کی نجات یافتہ اولاد میں سے جو سب سے پہلی مقتدر اور حکمراں قوم ظاہر ہوئی، قرآن میں اس کا نام عاد بتایا گیا ہے[1]، قرآن مجید نے عاد کو خلفائے قوم نوحؑ (قوم نوح کے جانشین) کہا ہے، عاد حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد میں ارم کی ایک نسل تھے، قرآن مجید نے بھی ان کو ارم کی طرف منسوب کیا ہے "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝"[2]

عاد کی عظمت و جلالت اور تفوق سیاسی اور قوت جسمانی مسلم تھی، گزشتہ آیت کے آخری جزو میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ ان کا دعویٰ تھا، "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" وہ خوبصورت اور بڑی عالی شان عمارتیں بناتے اور باغات لگاتے تھے، ان کا علاقہ بھی ایسا علاقہ تھا کہ اس کا مشرقی پہلو صحرائی اور ریگستانی تھا، اور غربی و جنوبی

---

[1] طوفانِ نوحؑ کا زمانہ تقریباً ۳۰ ویں صدی قبل مسیح کا بتایا جاتا ہے، اور حضرت ہود ان کی چوتھی یا پانچویں پشت میں بتائے جاتے ہیں، اس سے اندازاً ان کا زمانہ دو سو سال بعد کا رہا ہوگا۔ [2] الفجر۔ ۶۔ ۸

یمن دحضرموت کے شاداب پہاڑ اور سبزہ زار تھے لہذا ایک طرف کے حالات ان میں جفاکشی اور محنت کا مزاج بناتے اور دوسری طرف کے حالات ان کے لئے عیش و لطف کے ذرائع مہیا کرتے تھے، قرآن مجید میں ان کے نبی حضرت ہودؑ کی زبانی ان کا حال حسب ذیل بیان کیا گیا ہے "اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝" (الشعراء: ۱۲۸-۱۳۰)

قوم عاد کو جس زمانے میں عروج حاصل تھا وہ جزیرہ نما کے بیشتر حصوں پر اقتدار رکھتے تھے اور وہ پورے علاقے کی زبردست قوم سمجھے جاتے تھے، ان کا اصل مستقر یمن اور اطراف یمن تھا، قرآن مجید میں اس کا ذکر احقاف کے نام سے کیا گیا ہے، جو معنی کے لحاظ سے صحرائی ریگستان کو کہتے ہیں، اور اس سے تقریباً الربع الخالی کا وہ کنارہ مراد ہے جو یمن کے مشرقی پہلو میں واقع ہے اور اس کے جنوب میں حضرموت کا علاقہ ہے، قرآن مجید میں ہے "وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝" (الاحقاف: ۲۱)
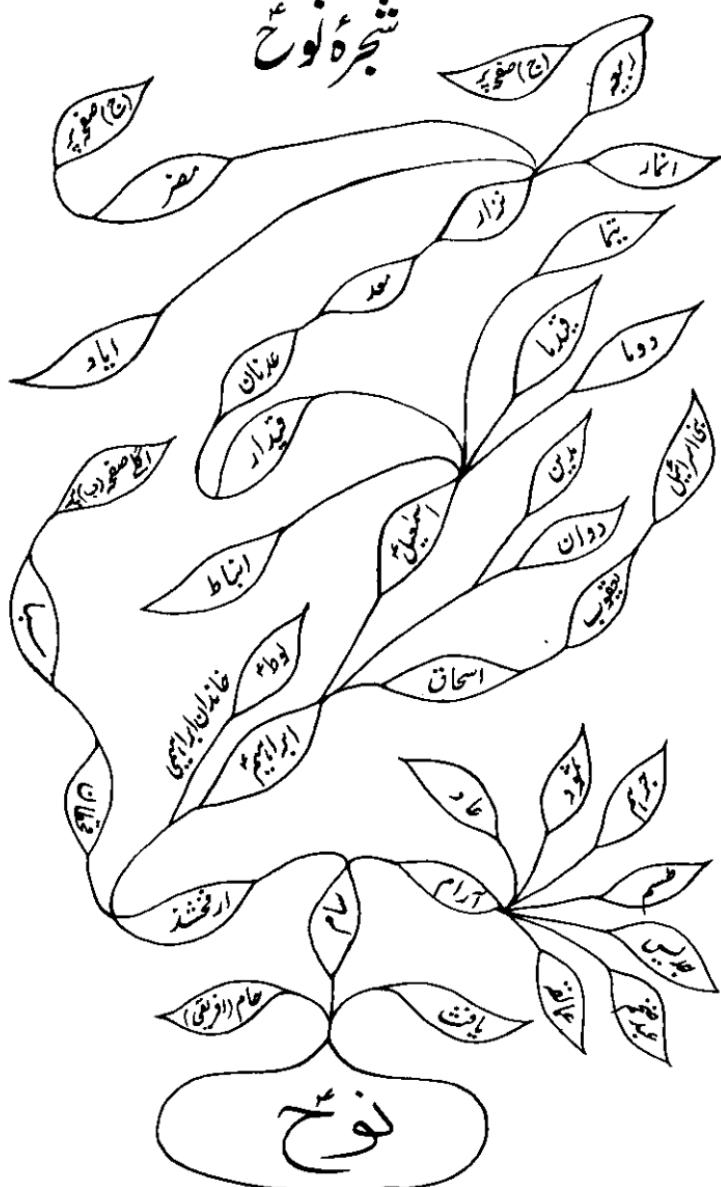
جب قوم عاد نے اپنے نبی کی دعوت کو ٹھکرایا اور اللہ کی نافرمانی پر اڑے رہے اور ان کے نبی حضرت ہودؑ دعوت دیتے دیتے تھک گئے اور ان کی اصلاح سے مایوس ہو گئے تو اللہ نے ان پر عذاب بھیجا جس سے وہ تباہ کر دیئے گئے، یہ عذاب آندھی کی صورت میں آیا، یہ آندھی سات رات آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی، قرآن مجید میں ہے "وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا" (الحاقۃ: ۶-۷) یہ لوگ جن علاقوں میں آباد تھے، وہ صحرائے الربع الخالی کے عموماً کناروں پر واقع ہیں، وہاں صحرا کی طرف سے آندھی کا چلنا یوں بھی خطرناک ہے چہ جائیکہ عذاب کے طور پر چلے، بہرحال آٹھ دن تک یہ عذاب باقی رہا اور ساری قوم تباہ ہو گئی، عذاب کے بعد ان کی حالت کی قرآن مجید نے یوں تصویر کشی کی ہے کہ "فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ" اور "فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝"
(الاحقاف: ۲۵) (الحاقۃ: ۷-۸)

(الف)
شجرۂ نوحؑ
ربیعہ
(ج) صفحہ پر
انمار
(ج) صفحہ پر
مضر
نزار
ایاد
معد
یتما
عدنان
قیذار
دوما
ابناط
اسمٰعیلؑ
بنی اسرائیل
یعقوب
اسحاق
خاندان ابراہیمی
لوطؑ
ابراہیمؑ
عاد
ثمود
جرہم
طسم
آرام
ارفخشد
سام
حام (افریقی)
یافث
نوحؑ

(ب)
شجرۂ سباء قحطان
اوس
غسان
خزرج
خزاعہ
ازد
نبو منذر
راسب
تنوخ
عذرہ
جہینہ
نہد
قضاعہ (تبابعہ)
مہرہ
حمیر
شعبان
کہلان
جذام
عاملہ
کندہ
مذحج
سعد العشیرہ
ہمدان
طی
سباء قحطانی

۱۱۴
شجرۂ قریش
(د)
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عبد اللہ
والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حمزہ رض
عباس رض
عبد اللہ
ابو لہب
الغیداق
حجل
علی رض
ابو طالب
الحارث
المقدم
الزبیر
قثم
ضرار
عبد الکعبہ
عبد المطلب
ہاشم
مطلب
نوفل
عبد شمس
امیہ (جد سیدنا عثمان رض)
عبد مناف
قصی
آمنہ
والدۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہب
زہرہ
عبد مناف
کلاب
تیم (جد سیدنا صدیق رض)
یقظہ
مخزوم (جد ابو جہل)
مرہ
عدی
جد سیدنا فاروق رض
ہصیص
کعب بن لوی بن غالب بن فہر
قریش البطاح

وہ بڑے بڑے ڈیل ڈول کے مضبوط لوگ آندھی گزر جانے کے بعد کھجور کے تنوں کی طرح پھیلے ہوئے پڑے تھے، اس عذاب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مومن بندوں کو محفوظ رکھا، وہ بعد میں زندہ رہے اور پھلے پھولے اور شاید یہی وہ لوگ ہیں، جو عاد ثانیہ کہلائے، کیونکہ قرآن مجید میں تباہ ہونے والوں کو عاد اولیٰ کہا گیا ہے "وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى" (النجم ـ ۵۰)

عاد کے بعد

عاد اولیٰ جزیرہ نمائے عرب کی پرانی قوم تھی اور غالباً وہ اپنے زمانے میں پورے جزیرۃ العرب کی تنہا با اقتدار قوم تھی، اور شاید اس وقت تک یمن اور اطراف یمن میں قحطانیوں کا بھی پتہ نہ تھا، ان کے بعد جزیرۃ العرب میں جو قومیں اُبھریں، وہ عموماً ان کے بنی اعمام تھے، یا عاد ثانیہ، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یمن، حضرموت اور جنوبی سواحل خلیج عربی میں عاد ثانیہ یا قوم معین (ان کا مرکز بھی یمن اور حضرموت کے درمیان تھا) شمالی حجاز میں ثمود بن ارم اور یمامہ میں طسم بن ارم اور جدیس بن ارم تھے، جزیرۃ العرب کے دوسرے علاقوں میں ارم کی نسلوں میں سے عبیل، عبد ضخم، جرہم اور عمالقہ تھے۔

اہل معین کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے بعض مؤرخین ان کو عاد ثانیہ کہتے ہیں، اور بعض ان کو عمالقہ کے اجداد بتاتے ہیں، اور بعض لوگ ان کو مستقل ایک الگ نسل قرار دیتے ہیں۔

عاد ثانیہ

حضرت ہودؑ اور ان کے ماننے والوں نے اللہ کے رحم و کرم سے عذاب سے نجات پائی

اور امن و اطمینان کے ساتھ زندگی گزاری، یہی لوگ غالباً عاد ثانیہ ہیں، ان میں لقمان نامی ایک نیک بادشاہ گزرے ہیں، یہ کون تھے؟ روایات عرب میں ایک شخص لقمان نامی مشہور ہے جس کو اب لوگ حکیم لقمان کہتے ہیں، اور جن کی طرف حکیمانہ روایات اور تمثیلات کثرت سے منسوب ہیں، قرآن میں بھی لقمان کا تذکرہ ہے اور ان کے بعض نصائح کا حوالہ ہے، یہ دونوں غالباً ایک ہی ہیں، ایک عرب شاعر تباہ ہونے والی قوموں کا اس طرح پر تذکرہ کرتا ہے کہ لقمان کا عاد سے تعلق ثابت ہونے میں مدد ملتی ہے، وہ کہتا ہے ؎

اَھْلَکْنَ طَسْمًا وَبَعْدَہٗ غَذِیَّ بَھْمٍ وَذَاجُدُونِ

وَأَھْلَ جَاْشٍ وَمَارِبٍ وَحَیَّ لُقْمَانَ وَالتُّقُوْنِ

عرب میں لقمان بہت مشہور تھے، ان کا صحیفۂ حکمت عرب میں موجود تھا، لوگ اس کو پڑھتے تھے، عاد ثانیہ کے متعلق مؤرخین کچھ زیادہ قطعی اور تفصیلی بات نہیں بتا سکتے ہیں، ان کا اندازہ ہے کہ یہی مذکورہ لوگ عاد ثانیہ تھے، اور جس طرح قوموں کا عروج وزوال ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی عروج وزوال کی منزلوں سے گزرے۔

معین

یمن میں حضرموت کے قریب ایک قدیم شہر کے آثار ہیں جس کا نام معین بتایا جاتا ہے، جغرافیہ دانوں کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں ایک متمدن قوم آباد تھی جس کو ایک زمانے تک عروج رہا ہے، بعض لوگوں کی تحقیق یہ ہے کہ عاد ثانیہ یہی لوگ تھے، اور بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ عمالقہ ان ہی کی نسل سے تھے۔

ثمود

قوم عاد کے بعد شہرت اور سیاسی جانشینی قوم ثمود کو حاصل ہوئی، قرآن میں ہے،

"وَاذْكُرُوْا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ" (الاعراف - ۷۴)

ثمود جزیرۃ العرب کے شمال مغربی حصہ میں یعنی حجاز کے شمال میں آباد تھے، ان کا قیام وادی القریٰ میں تھا، یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے، اس وادی میں عہد قدیم میں چھوٹی چھوٹی بہت سی آبادیاں تھیں، شاید اسی لئے اس کو وادی القریٰ کہتے ہیں، یہ وادی اب بھی مدینے اور شام کے درمیان ملتی ہے، اس کی آبادیوں کے پتھریلے کھنڈر اور آثار قدیمہ مسلمان جغرافیہ دانوں نے بھی دیکھے ہیں، اور وہ اب بھی باقی ہیں، سورۂ فجر میں وادی سے غالباً یہی وادی مراد ہے (وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ) ثمود کے علاقہ کا مرکزی مقام حِجر تھا، یہ شہر اس قدیم راستے پر واقع ہے جو حجاز سے شام کو جاتا ہے، اب اس کو مدائنِ صالح کہتے ہیں، ثمود وادی القریٰ کے جن حصوں میں آباد تھے، ان ہی میں حِجر، علا اور تبوک کے شہر واقع ہیں۔

قوم ثمود کے سیاسی حالات بالکل معلوم نہیں ہیں، صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ شمالی عرب کی ایک زبردست قوم تھی، اور کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے یمن میں آباد ہوئے لیکن قوم سبا نے ان کو وہاں سے نکالا، اس وقت وہ حجاز آکر حِجر اور حِجر کے قرب وجوار میں آباد ہوئے، فن تعمیر میں اس قوم کو بھی کمال حاصل تھا، پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانا، پتھروں سے عمارتیں اور مقابر تیار کرنا اس قوم کا خاص پیشہ تھا، یہ یادگاریں اب تک باقی ہیں، ان کو دیکھ کر ثمود کی تعمیری مہارت کا پتہ چلتا ہے، ان پر آرامی اور ثمودی خط میں کتبے موجود ہیں، لیکن ان میں سے اکثر آرامی کتبات نبطیوں کے بنائے جاتے ہیں، جن کے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ اسی علاقے میں حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل اور بعد ان کا اقتدار رہا ہے، انباط کا تذکرہ آگے بنی اسرائیل کے تذکرہ میں آرہا ہے۔

قوم ثمود کی عظمت تعمیر کا قرآن مجید نے متعدد آیات میں تذکرہ کیا ہے "وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" (فجر ۹) "وَبَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا" (اعراف ۷۴) "وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ" (شعراء ۱۴۹)

قوم ثمود میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح و نصیحت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے " وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" (الاعراف ۔۷۳)

انھوں نے قوم کو اللہ کے راستے پر چلانے کی پوری کوشش کی اور جب ان کو بالکل مایوسی ہوگئی، اور قوم نے نافرمانی و تکبر میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اس اونٹنی کو جو بطور معجزہ پتھر سے پیدا کی گئی تھی، محض اپنے کبر و نخوت ... اور حق بیزاری میں مار ڈالا، تو ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ کر دیئے گئے، اس عذاب سے صرف حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے محفوظ رہے، طریقۂ ہلاک کو کہیں خدا نے عذاب کہا ہے، اور کہیں "صاعقہ" یعنی بجلی کی کڑک، کہیں "صیحۃ" یعنی چیخ سے ادا کیا ہے، بعض مفسرین نے کڑک اور چیخ سے زلزلہ مراد لیا ہے، اس بنا پر کڑک اور چیخ کے لحاظ سے یہ آتش فشانی زلزلہ ہوگا اور جغرافیہ نویسان سابق و حال تسلیم کرتے ہیں کہ ثمود کے مقامات آتش فشانی مادے سے لبریز ہیں[1]۔

طسم و جدیس

یہ دونوں قبائل یمامہ میں آباد تھے، بعض لوگ ان کا قیام بحرین یعنی احساء میں

---

[1] ارض القرآن۔

بتاتے ہیں، لیکن اختلاف تقریباً لفظی ہے، یہ دونوں قبیلے آرامی نسل کے قبیلے ہیں اور ان کو امم بائدہ میں شمار کیا جاتا ہے، زمانۂ قدیم میں یہ دونوں قبیلے اسی یمامہ کے علاقے میں حکومت کرتے تھے، آپس میں اختلاف تھا، اور اقتدار کی جنگ تھی جس میں کبھی ایک قبیلہ کامیاب رہتا کبھی دوسرا۔ ایک زمانہ کے بعد عُملُوقْ نام کا ایک ظالم بادشاہ تخت نشین ہوا، اس کا تعلق قبیلۂ طسم سے تھا، اس کے شرمناک قواعد سے قبیلۂ جدیس کو بڑی غیرت آئی، اور یہ غیرت آگ بن کر اٹھی اور دونوں قبیلوں میں سخت جنگیں ہوئیں، قبیلۂ جدیس کو شکست ہوئی لیکن قبیلہ طسم بھی حکومت سنبھالنے سے قاصر رہا، اور حکومت غیروں کے ہاتھوں میں چلی گئی اور بالآخر دونوں قبیلے مٹ گئے، طسم کا نام ہلاکت اور بربادی میں عبرت کے طور پر مشہور رہا ہے، عربی قصوں میں طسم اور جدیس کا تذکرہ ملتا ہے، اندازہ یہ ہوتا ہے کہ طسم کا زمانہ عاد ثانیہ کے بعد رہا ہوگا، طسم کے آثار بہت زمانہ تک یمامہ کے اطراف میں پائے گئے ہیں، ان ہی میں ایک قلعہ بھی ہے جس کا نام جَون ہے، شاعر کہتا ہے ؎

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْجَوْنَ أَصْبَحَ رَاسِيًا

تُطِيفُ بِهِ الْأَيَّامُ مَا يَتَأَيَّسُ

قبیلۂ جدیس کی ایک عورت اپنی (تیز نگاہی) دور نگاہی میں مشہور رہ چکی ہے جس کو حذامِ اور زَرْقَاءُ الْيَمَامَہ کہتے ہیں، وہ عربی میں اپنی دور نگاہی میں ضرب المثل ہے۔

عمالقہ

شام اور شمالی حجاز کی یہ ایک با اقتدار اور مضبوط قوم تھی جس نے اپنی طاقت اور محنت سے ان علاقوں کی ساری حکومتوں کو زیر کر لیا تھا، اور قرب و جوار میں دھاک بٹھا دی

تھی، اس کے افراد قوی ہیکل اور دیو پیکر لوگ تھے، ان کو بعض عوزعین معینی نسل سے بتاتے ہیں، اور بعض مستقل آرامی نسل قرار دیتے ہیں، ابتداء میں یمن ان کا وطن تھا، وہاں سے نکل کر مکہ اور یثرب میں آباد ہوتے ہوئے پھر شام اور مصر میں آباد ہوئے، ملوک مصر کی ایک شاخ انہی میں سے بتائی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ مدینہ کا سابقہ نام یثرب انہی کا رکھا ہوا ہے، یہ عاد کی طرح ایک مضبوط اور طاقتور قوم تھے، اپنے زمانہ میں قرب وجوار کی حکومتوں کو انھوں نے خاصا پریشان کیا، بنی اسرائیل جب مصر سے جزیرہ نمائے سیناء پہنچے ہیں تو اس وقت شام میں عمالقہ کا اقتدار تھا اور بیت المقدس انہی کے قبضہ میں تھا، بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے بیت المقدس لڑکر واپس لے لیں، لیکن وہ ان سے ایسے مرعوب تھے کہ ان کی ہمت نہیں پڑی اور انھوں نے مقابلہ پر جانے سے انکار کر دیا اور کہا "يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ" (المائدہ-۲۲) حضرت موسیٰ کے سمجھانے اور ہمت دلانے کا بھی اثر نہیں پڑا، بالآخر بیت المقدس کچھ مزید عرصہ کے لئے عمالقہ کے قبضہ میں رہا لیکن بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ نے نافرمانی کے نتیجہ میں صحرائے سینا میں چالیس سال تک بھٹکتے رہنے کی سزا دی "قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ" (المائدہ-۲۶)

اس مدت کے بعد بنی اسرائیل نے فلسطین عمالقہ سے لڑکر واپس لے لیا اور اس وقت سے ایک عرصہ تک بنی اسرائیل کے پاس رہا۔

بعض دوسری نسلیں

امم بائدہ میں سے مشہور نسلیں یہی مذکورہ نسلیں تھیں، ان کے علاوہ کچھ چھوٹی نسلوں میں

اقوام قدیمہ کے مساکن
قوم نوح
حضرت ابراہیم کا وطن
قوم لوط
نبطیوں کا علاقہ
دوما (جوف)
تبوک
تیماء
حجر
قوم ثمود کا علاقہ
جبال طی
مدینہ
مکہ
طائف
ریاض
احساء
یمامہ
طسم و جدیس
خلیج عرب
صحار
عمان
الربع الخالی
احقاف
قوم عاد کا علاقہ
یمن
معین
حضرموت
مرباط
صنعاء
مارب
ظفار
مخا
شحر
میل
۲۰۰
۴۰۰

عُبَیل، عَبدضخم اور جُرہُم وغیرہ نسلیں تھیں۔

ان میں سے عُبَیل، عاد کے اہل قرابت بتائے جاتے ہیں، ان کا قیام مکہ و مدینہ کے درمیان جحفہ میں تھا، یثرب کو انہی لوگوں نے آباد کیا، ان پر سیلاب کا عذاب آیا، عبدضخم طائف میں تھے، بتایا جاتا ہے کہ عربی رسم خط میں سب سے پہلے لکھنے والے یہی لوگ ہیں، جرہم یمن سے مکہ آئے اور کعبہ پر قابض ہوئے بعد میں ان کو خزاعہ نے نکالا، آخر میں وہ مٹ گئے۔

بنوارفخشذ (۱)

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ سام بن نوح کے ان دو بیٹوں میں جن کی نسلیں مشہور اور معروف ہیں، ایک اَرفَخشَذ تھے، ان کے بھائی آرام کی نسلوں کا تذکرہ گزر چکا ہے، یہاں اب ان کی نسلوں کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ارفخشذ کی نسل میں دو شاخیں ہمارے موضوع سے متعلق ہیں، ایک قحطان کی شاخ دوسرے حضرت ابراہیمؑ کی شاخ، قحطان کے بیٹے یَعرُبْ، یعرب کے بیٹے یشجُب، یشجب کے بیٹے سبا تھے، قحطان کی ساری معروف نسلیں سبا کی اولاد ہیں، جن میں سے مشہور قوم سبا، قوم حِمیَر اور قبائل کہلان ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی شاخ میں ان کے بیٹے اِسحاقؑ، مَدیَن اور اسمٰعیل تھے، اسحاق کے بیٹے یعقوب تھے، جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے، اسمٰعیل کی اولاد میں انباط، قیدار اور متعدد نسلیں تھیں، قیدار کی اولاد میں مشہور اور قابل ذکر نسلوں کے مورث عدنان ہیں، جن سے ساری مستعربہ نسلیں منسوب ہیں، خصوصاً قبائل رَبیعَہ، مُضَر اور جزیرہ

کے دوسرے تمام شمالی قبائل ہیں۔

بَنُوقَحْطَانْ

بنوقحطان کو بعض وجوہ سے اپنا اصل وطن عراق چھوڑنا پڑا جس کے بعد وہ یمن اور اطراف یمن میں آکر آباد ہوئے، ان کی اولاد میں ایک مشہور شخص سبا تھا، سبا متعدد شاخوں کا مورث ہے، بلکہ تمام معروف قحطانی نسلوں کا مورث یہی ہے، اس کی تین شاخیں قابل ذکر ہیں، ایک سبا، دوسری حمیر، تیسری کہلان، یہ ساری شاخیں اور نسلیں جنوبی جزیرۃ العرب خصوصاً یمن میں پھلی پھولیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ نسل قوم سبا تھی۔

سبا

سبا نامی نسل اپنے زمانہ میں یمن کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور نسل تھی۔

یمن چونکہ نہایت شاداب اور زرخیز علاقہ ہے اس لئے یہاں تمدن اور ترقی کی کافی گنجائش تھی، یہاں سب سے پہلے سبا نامی نسل کو عروج حاصل ہوا، ان کا اقتدار پہلی صدی عیسوی تک رہا، پایہ تخت شہر مأرِبْ تھا، مأرِب صَنْعَاء سے تقریباً ساٹھ میل مشرق میں تقریباً چار ہزار فٹ بلند سطح زمین پر واقع ہے، سبا ایک تاجر قوم تھی، اس وقت کی عالمی تجارت کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھوں میں آگئی تھی، ان کی نگرانی میں تجارتی قافلے مشرق میں سندھ اور مشرق اقصیٰ تک اور مغرب میں مصر اور رومۃ الکبریٰ کے بازاروں تک جاتے تھے، یمن سے غزہ تک یہ قافلے خشکی میں چلتے تھے، اس تجارتی شاہراہ کا مرکز مأرِب تھا، خشکی میں یہ حضرموت کے شہر شَبْوَہ سے سفر شروع کرتے، راستے

میں ان کے بڑے بڑے اسٹیشن مَارِبْ، صَنْعَاءْ مَکَّہ، مَدِیْنَہ، بَطْرَاءْ اور غَزَّہ ملتے تھے، اس کے بعد ان میں سے کچھ قافلے مصر کی طرف چلے جاتے اور کچھ فلسطین اور شام کی طرف چلے جاتے اور مشرق میں شبوہ سے نکل کر سمندری سفر شروع ہوتا اور کچھ قافلے افریقہ کے مشرقی ساحلوں تک جاتے اور کچھ سندھ اور ہندوستان اور مشرق اقصیٰ کی بندرگاہوں تک جاتے، شبوہ بھی چونکہ اس راستے کا ایک اہم اسٹیشن تھا لہذا اس نے بھی خاصی ترقی کی تھی، وہ حضرموت کی سلطنت کا پایۂ تخت بھی تھا، یہ سلطنت عرصہ تک قائم رہی لیکن اس کو وہ مقام نہیں حاصل ہو سکا، جو سبا کو اور ان کے بعد حمیر کو حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ نے سبا کو اس کے تجارتی کاروبار میں بڑی برکت عطا فرمائی، شام تک ان کا راستہ شاداب خطوں سے گزرتا تھا، اور ان کے قافلوں کو اس تجارتی سفر میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تھی، غالبًا اسی راستہ کی شادابی کی طرف قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں اشارہ ملتا ہے "وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ" (سبا ۱۸) "الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" سے مراد غالبًا شام ہے، جہاں ان کے قافلے جایا کرتے تھے، اور ان کے اس تجارتی راستہ کو قرآن مجید میں ایک جگہ "اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" کہا گیا ہے، یمن کا ملک چونکہ ایک شاداب ملک ہے، وہاں بکثرت بارش ہوتی ہے اس لئے ملک کو زرخیز بنانے کے امکانات بہت ہیں، قوم سبا نے اس سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور شہر مارب میں ایک زبردست بند بنایا، جس سے وہ ایک بڑی وادی کا پانی روکتے تھے، اس پانی سے ملک کے تقریبًا تین سو مربع میل علاقے کی آب پاشی کی جاتی تھی، یہ چپ و راست دو قطعے تھے، جن میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت پیدا ہوتے، غالبًا اسی کی طرف

قرآن مجید میں اشارہ ہے "جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ" (سبا۔ ۱۵)

تجارت اور زراعت کے ان دونوں ذریعوں سے سبا بڑی دولت مند اور ترقی یافتہ قوم بن گئی اور بڑی شان و شوکت سے اس نے حکومت کی، قرب و جوار میں اس کا بڑا شکوہ و دبدبہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی پے بہ پے نافرمانی کے نتیجہ میں اس قوم سے اس کی نعمتیں سلب کر لی گئیں، یہ قوم مذہبًا آفتاب پرست تھی، تجارت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے نکل گئی، اور تجارت پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہو گیا جنھوں نے تجارتی قافلوں کو یمن کی خشکی سے گزارنے کے بجائے یمن کے سامنے کے سمندر سے گزارنا شروع کر دیا، ادھر ان کا بند بھی ٹوٹ گیا، اس سے نہ صرف یہ کہ یہ ذریعہ ختم ہو گیا بلکہ سیلاب سے بڑی تباہی آئی اور تقریبًا برباد ہو گئے ان کی بہت سی نسلوں کو جزیرہ عرب کے دوسرے حصوں میں رزق کی تلاش میں پھیلنا پڑا حتیٰ کہ عربی میں مثل بن گئی "تفرقوا ایدی سباء" ان کے بند کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے "فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ" (سبا ۱۶-۱۷)

یہ وہ نسل تھی جو سبا کہلائی، ورنہ سبا کے وہ دو بیٹے جن کی نسلوں ہی کو بعد میں قحطانی کہا گیا، وہ کہلان اور حِمیَر ہیں، ان میں سب سے زیادہ قحطانی قبائل کہلانی شاخ سے ہیں، اور تھوڑے قحطانی قبائل حمیر کی شاخ سے ہیں اور قوم سبا کے بعد یمن کے باشندے انھی دونوں شاخوں کے قحطانی قبائل ہیں، ان میں حمیر اور حمیر کی اولاد میں تُبّع کی شاخ یمن کے بادشاہوں کی شاخ ہے، ان کے علاوہ سبا کے بنی اعمام یمن کے مشرقی جانب آباد تھے، ان کا نام حضرموت تھا۔

بنی ابراہیم

قحطانیوں کے بنی اعمام یعنی حضرت ابراہیمؑ کا خاندان اور ان کے اہل قرابت کی نسلوں کا قیام زیادہ تر جنوبی شام اور شمالی حجاز میں رہا، حضرت ابراہیمؑ تک ان کا خاندان عراق ہی میں تھا، ان کا وطن شہر اُور تھا، جو خلیج عربی کا اس وقت ایک بندرگاہ تھا' اب اس کا جائے وقوع بصرہ سے کچھ فاصلے پر بتایا جاتا ہے' زمین کھود کر ان کے کھنڈرات برآمد کر لئے گئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت اپنے ملک کی مشرکانہ فضا ناقابل تحمل پاکر ملک سے ہجرت کی، قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے کہ "اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ" حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کر کے شام کے علاقہ کنعان میں قیام کیا، جو علاقہ فلسطین کے وسطی خطہ میں پھیلا ہوا ہے' ان کے ہمراہ ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ تھے، یہ اکیسویں صدی قبل مسیح کا زمانہ ہے' یہ دونوں حضرات مع خاندان کے شامی علاقے میں مقیم رہے، بعد میں اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو وسط حجاز میں لے جاکر "وادی غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" میں آباد کیا جس کا نام مکہ پڑا، قرآن مجید میں ہے "رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ" یہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پرورش پائی اور بڑے ہوئے اور پھر یہیں ان کی نسلیں پھیلیں، بڑے ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انھوں نے وہاں بیت اللہ تعمیر کیا، مختلف دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اس جگہ متعین ہو چکا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو تعمیری شکل اللہ کے حکم سے دی اور اس طرح پر وادی کا

وہ حصہ ایک شہر میں تبدیل ہو گیا، اس وادی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے وادی ابراہیم کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بقیہ اولاد جن میں حضرت اسحٰق کی اولاد خاص طور پر بنی اسرائیل قابل ذکر ہیں، شام و فلسطین میں رہے، دیگر اولادیں سے ایک شاخ یعنی مدین وغیرہ شمالی حجاز کے بعض حصوں میں بھی پھیلی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر مبارک فلسطین میں ہے، اب اس جگہ ایک شہر بھی آباد ہے، جو الخلیل یا خلیل الرحمٰن کہلاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر توریت کی روایت کے مطابق ۱۷۵ سال کی ہوئی، سالِ وفات ۱۹۸۵ قبل مسیح بتایا جاتا ہے، حضرت اسمٰعیل کا سنہ وفات ۱۹۳۷ء ق م اور حضرت اسحٰق کا ۱۸۵۳ء تھا، اول الذکر کی عمر ۱۳۷ سال اور آخر الذکر کی ۱۸۰ سال عمر بتائی جاتی ہے۔

قوم لوط

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنو اعمام ہیں، ان میں حضرت لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، اور انہی کے ساتھ اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے شام آئے تھے، ان کو اللہ تعالےٰ نے اہل سَدُوم میں مبعوث فرمایا، اہل سدوم، بحرِ میّت کے پاس آباد تھے، ان کی بستیوں کو مُؤتَفِکَات کہتے ہیں، اس کا صدر مقام سَدوم تھا، نافرمانی کے نتیجہ میں اس قوم پر عذاب آیا اور یہ تباہ کردی گئی، بحرِ میّت کو قوم لوط علیہ السلام کی مناسبت سے بحر لوط بھی کہتے ہیں، بحر میت اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں مچھلیاں وذی حیاۃ مخلوق نہیں ہوتی۔

مدین

مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں، سارہ، ہاجر، قطوراء، حضرت سارہ کے بیٹے اسحاق، ہاجر کے بیٹے اسمٰعیل، قطوراء، کے بیٹے مدین تھے، مدین شمالی حجاز میں خلیج عقبہ کے پاس مقیم ہوئے، ان کی آبادی خلیج کے دونوں کناروں پر تھی، جنوب میں ان کا علاقہ بندرگاہ ضبا تک پھیلا ہوا تھا، ان میں حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف ۸۵)

یہ قوم شرک کے ساتھ کاروبار اور لین دین میں بددیانتی کی عادی تھی، قوم کی نافرمانی کے نتیجہ میں اس پر عذاب آیا اور قوم تباہ کردی گئی، قوم مدین سے تعلق کی بنا پر حجاز کے پورے شمالی جزو کو مدین کہتے ہیں۔

اصحاب ایکہ و ابناء دوان

مؤرخین میں بعض ان کو اور قوم مدین کو ایک ہی قوم قرار دیتے ہیں، اور بعض دوسرے لوگ الگ قوم بتاتے ہیں، الگ قوم بتانے والے کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی آبادی قوم مدین کی آبادی سے متصلاً مشرق میں تھی، اور یہ لوگ دوان ابن قطوراء کی اولاد تھے، ایکہ خاردار درختوں کو کہتے ہیں، غالباً اس وقت یہاں کوئی جنگل تھا جس کی طرف

یہ قوم منسوب کی گئی، اور یہ جگہ وہ تھی جس کے قریب تبوک ہے، ان میں بھی حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے، اور یہ بھی انہی امراض میں مبتلا تھے، جن میں قوم مدین تھی، اور یہ بھی نافرمانی کے نتیجہ میں تباہ ہوئے۔

اَدُوم

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، ایک یعقوب (اسرائیل) دوسرے عِیْسُو (اَدُوْم) اَدُوم کی نسل شام کے جنوبی حصے میں پھیلی اور ان کا ملک بحر میت اور خلیج عقبہ کے درمیان میں تھا، جس کے مغرب میں جزیرہ نمائے سینا اور مشرق میں مواٰبیوں کا ملک تھا، ملک ادوم کا صدر مقام بُطْرَاء یا رَقِیم تھا، بطراء ان سے قبل قوم مدین کا شہر تھا، یہ خلیج عقبہ کے شمالی ساحل سے قدرے شمال میں واقع ہے، قدیم تجارتی راستے یہاں سے گزرتے تھے، اور یہ بڑا تجارتی مرکز اور اس علاقہ کا بڑا ترقی یافتہ اور متمدن شہر رہ چکا ہے، رومیوں کی لڑائی میں یہ شہر تباہ ہوا، اور رومیوں کے قبضہ میں آیا، قوم ادوم میں حضرت ایوبؑ مبعوث ہوئے تھے۔

بنی اسرائیل

یہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہیں جو اسباط بھی کہلاتے ہیں، حضرت یوسفؑ جو حضرت یعقوب کے بیٹے ہیں، جب مصر کے بادشاہ ہوئے، اس وقت تک یہ خاندان شام ہی میں آباد تھا، لیکن اس کے بعد تقریباً ۱۸۷۰ ق م میں اپنے مورث حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمراہ مصر منتقل ہوا، اور وہاں پھلا پھولا اور بڑھا اور

وہاں کی قدیم نسل قوم قبطی کے ساتھ مل کر رہا، ایک عرصہ کے بعد فراعنہ نے ان کو کمزور سمجھ کر ان کے ساتھ ظالمانہ طور وطریق اختیار کئے، اور ان کو غلاموں کی طرح استعمال کرنے لگے، آخر میں ان کو نجات دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "فرعون" کو جو مصر کا قبطی النسل بادشاہ تھا، اور جس کا نام رَمسِیس دوم بتایا جاتا ہے، حق قبول کرنے کی دعوت دی اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنے سے منع کیا۔

"فرعون" مصر کے ہر بادشاہ کا خطاب ہوا کرتا تھا اور وہ اپنے کو مظہر خدا سمجھتا تھا، اور لوگوں کو اپنے ساتھ اس برتاؤ پر مجبور کرتا تھا، جو صرف خدا کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، فرعون اور اس کی قوم کا اصل مذہب آفتاب پرستی تھا، سورج ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا مصری قوم کی آفتاب پرستی کے آثار اب بھی مصر میں نقوش اور دوسری شکلوں میں ملتے ہیں، بہر حال حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خدائی دعوے کو چوٹ پہونچائی اور اس کو متعدد بار شکست دی، انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دے اور آخر میں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی، اور وہ اپنے قدیم وطن کنعان (فلسطین) کی طرف چلے، راستہ میں ان کو جب معلوم ہوا کہ فلسطین پر ایک طاقتور قوم کا قبضہ ہے تو وہ گھبرائے اور باوجود اس کے کہ اللہ کی طرف سے اس قوم سے جہاد کرنے کی تاکید اور نصرت کا وعدہ ہوا، انھوں نے لڑنے سے انکار کر دیا، اس کی سزا یہ ملی کہ چالیس سال تک میدان تیہ میں بھٹکے، یہ واقعہ پندرھویں صدی قبل مسیح کا ہے کیونکہ بروایت توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۱۲۰ سال کی عمر میں ۱۴۰۰ق م میں بتائی گئی ہے۔

علاقۂ تیہ جزیرہ نمائے سینا میں علاقہ مدین کے شمال مغرب جانب تھا، زمانۂ تیہ گزارنے کے بعد

بنی اسرائیل کی نسلیں فلسطین کے فتح کرنے کے بعد جنوبی شام کے مختلف علاقوں میں آباد رہیں، بنی اسرائیل پر اللہ کے بڑے انعامات ہوئے، اور ان میں بکثرت بادشاہ و بکثرت انبیاء ہوئے، لیکن بنی اسرائیل نے نعمتوں کی قدر نہیں کی اور برابر نافرمانیوں کا ثبوت دیا، اپنے مصلحوں و نبیوں کو قتل تک کیا، توریت کے احکام کو چھپایا اور ان میں تحریف کی، اس سب کے نتیجہ میں ان پر چھوٹے چھوٹے بہت سے عذاب آئے اور بالآخر سب سے بڑی سزا جو ان کو دی گئی، وہ یہ تھی کہ تاقیامت ذلت ان کے لئے لکھ دی گئی اور وہ خصوصیت و فضل جو اب تک ابنائے یعقوبؑ کے لئے تھا، وہ ان سے منتقل کر دیا گیا، بنی اسرائیل میں آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، جن کے بعد صدیوں کا ایک وقفہ ہوا جس کو فترہ کہتے ہیں، اس فترہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ دنیا بنی اسرائیل کی غفلت اور نافرمانیوں کی وجہ سے یوں ہی بہت بگڑ چکی تھی، اس وقفۂ نبوت کی وجہ سے اپنی بگاڑ کی آخری حد تک پہونچ گئی اور یہ حال ہو گیا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلَی اَھْلِ الْاَرْضِ فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا اھل الکتاب"۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے واقعۂ اسلام سے بھی اسی حال کا پتہ چلتا ہے۔

بنی اسمٰعیل

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب مکہ مکرمہ میں آکر آباد ہوئے، اور ان کے لئے زمزم کا چشمہ پیدا فرما دیا گیا، اس وقت ایک قحطانی قبیلہ جس کا نام جرہم تھا، پانی دیکھ کر ان حضرات کی اجازت سے وہیں آکر آباد ہوا اور بعد میں اس سے حضرت اسمٰعیل کی مصاہرت ہوئی، لہذا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جو اولاد ہوئی وہ دادھیالی لحاظ سے ابراہیمی

اور ننہالی لحاظ سے قحطانی تھی اسی طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسلوں کو مستعربہ عرب کہا جاتا ہے، مکہ کے متولی بنی اسماعیل ہوئے لیکن کچھ عرصہ گذرنے پر جرہمیوں نے اسمٰعیلیوں کو ضعیف سمجھ کر ان کے تولیتی اختیارات پر قبضہ کر لیا اور یہ بیچارے اپنے حقوق سے محروم ہو گئے بنی جرہم کو ان کے قبیلہ کے بعض افراد نے ظلم و تعدی سے باز رہنے کا مشورہ دیا لیکن وہ نہ مانے، کچھ عرصہ کے بعد ایک دوسرا قحطانی قبیلہ جس کا نام خُزَاعَہ تھا، قریب سے گزرا، اس نے جرہمیوں سے اجازت چاہی کہ وہ بھی مکہ میں رہ سکے لیکن جرہمیوں کو اپنی طاقت کا غرور تھا، لہذا اجازت نہ دی، اس پر خزاعیوں کو غصہ آیا اور انھوں نے حملہ کر دیا اور جرہمیوں کو شکست دے کر مکہ سے بالکل بے دخل کر دیا، جو جرہمی اپنے قبیلہ کو نصیحت کرتے تھے، ان کو مکہ سے محبت بھی بہت زیادہ تھی، ان میں سے ایک کا نام مُضَاض بن عمرو تھا، اس نے خزاعیوں سے اجازت چاہی کہ اس کو مکہ میں آنے اور بسنے دیا جائے لیکن وہ ایسے ناراض تھے کہ ان کو آنے کی اجازت نہ دی، اس نے مکہ کے سامنے پہاڑ پر چڑھ کر ایک قصیدہ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا جس میں اس نے اپنی بیچینی اور محرومی کا ذکر کیا ہے اس کا ایک شعر ہے۔

كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحُجُونِ إِلَى الصَّفَا

أَنِيسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

مکہ میں آباد ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد خزاعیوں نے بھی وہی طور و طریق اختیار کئے جو جرہمیوں نے کئے تھے، اخیر میں اسمٰعیلی قبیلہ بنو کنانہ نے ان سے لڑ کر یہاں کے اختیارات واپس لئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسلیں مکہ میں اور اس سے نکل کر وسطی حجاز میں پھلی پھولیں اور کچھ ہی عرصہ میں قرب و جوار کے بہت سے علاقوں میں پھیل گئیں لیکن

پھر بھی ان کی آبادیاں عام طور پر وسطی اور شمالی جزیرۃ العرب تک محدود رہیں، جنوبی جزیرۃ العرب ان سے عموماً خالی رہا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں چند نام حسب ذیل بتائے جاتے ہیں، قیدار، دوما، تیما، قیدما، انباط۔

قِیْدَار:۔ عدنانی قبائل کے جدّ اعلیٰ ہیں، ان کی نسلیں عام طور پر حجاز، نجد اور عراق کے بعض حصّوں میں پھیلیں۔

دُوْمَا:۔ دوما کی نسل اس علاقے میں آباد ہوئی جس کو اب جوف یا دومۃ الجندل کہتے ہیں۔

تَیْمَا:۔ حجاز کے شمالی علاقے میں ایک جگہ تیما ہے، وہ ایک شاداب جگہ ہے، یہاں بتایا جاتا ہے کہ تیماء کی نسل آباد تھی، یہ نام ان کی طرف منسوب ہے۔

قِیْدَمَا:۔ قیدما کی نسل بعض لوگوں کے نزدیک وہی ہے جس کو قرآن مجید میں اصحاب الرس کہا گیا ہے۔

اَنْبَاط (اصحاب الحجر):۔ انباط کی نسل شمالی حجاز اور جنوبی عراق کے درمیان میں آباد تھی، اس نے بڑی ترقی کی اور عروج حاصل کیا اور اس علاقے کی یہ طاقت ور قوم سمجھی گئی، اس نے اس علاقے میں اپنی سلطنت بھی قائم کر لی اور مصنف "ارض القرآن" کی تحقیق یہ ہے کہ غالباً یہی لوگ ہیں، جن کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ جس علاقے میں یہ آباد تھے، اس کے مختلف حصّوں میں قوم ثمود، قوم مدین اور اصحاب ایکہ آباد رہ چکے تھے، ان کی بستیاں یہاں موجود تھیں، قوم انباط اپنا صدر مقام ان ہی بستیوں میں بدلتی رہتی تھی، جس وقت ان کا صدر مقام حجر کے نام سے موسوم تھا، اس وقت ان پر عذاب آیا اور یہ اصحاب الحجر کہلائے۔

انباط کے متعلق بعض دوسرے مؤرخین کا خیال ہے کہ ان کا صدر مقام بطراء تھا، یہ علاقہ مدین کے شمالی سرے پر خلیج عقبہ کے پاس واقع ہے، چونکہ تجارت کی عالمی شاہراہ کا ایک بڑا اسٹیشن تھا، اس لئے اس نے بڑی ترقی کی اور اپنے ملک کو بڑا نفع پہونچایا، یہ شہر رومیوں اور انباط کی لڑائی میں تباہ ہوا۔

قیدار، عدنان

قیدار عدنانی قبائل کے جد اعلیٰ ہیں، ان کی نسلیں عام طور پر حجاز، نجد اور عراق کے بعض حصوں میں پھیلیں، ان کی اولاد میں مشہور اور اہم شخص عدنان تھے، جو بعد میں تقریباً تمام مستعربہ نسلوں کے مورث سمجھے گئے، کیونکہ ان کی نسلوں کے سوا دوسری مستعربہ نسلیں تاریخ میں یا تو محفوظ نہیں رہ گئیں اور یا ان کو کوئی اہمیت کثرت اور عروج حاصل نہ ہوسکا۔

دورِ ثانی وثالث

بنی قحطان

قحطانیوں کا قیام یمن میں تھا اور یمن اور اطراف یمن بلکہ پورا جنوبی جزیرۃ العرب قحطانیوں کا اصل وطن بنا اور عام طور پر قحطانی نسلیں بعد تک یمن ہی میں رہیں، البتہ سبا کا مشہور بند سدّ مآرب ٹوٹ جانے اور ملک کے مشہور تجارتی امتیاز کھو دینے کے بعد ان کی بعض نسلوں کو رزق کی تلاش میں جزیرہ نما کے دوسرے حصوں کی طرف بھی جانا پڑا، اس طرح ان کی کچھ نسلیں جزیرۃ العرب کے شمالی علاقوں میں بھی جا کر بسیں۔

قحطانی نسلوں کے سب سے بڑے مورث سبا نامی ایک شخص تھے، ان کی اولاد میں سبا نامی قبائل کے علاوہ اور بھی بڑی نسلیں تھیں، ایک کو حمیر اور دوسرے کو کہلان کہا جاتا ہے، قبائل سبا کا ذکر دَور اول میں گزر چکا ہے، دَور ثانی و ثالث کی نسلوں میں قبائل حمیر و کہلان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حِمیر بن سبا

حمیر کی نسلیں عام طور پر یمن کے جنوبی ساحلوں پر آباد تھیں، اور انھوں نے قبائل سبا کے زوال کے بعد خاصا عروج حاصل کیا، یہ یمن کے جنوب مغربی ساحلوں پر آباد تھے، ان کا پایۂ تخت شہر ظفار تھا، جو بندرگاہ مُخَا سے مشرقی جانب آباد تھا، قبائل سبا کے دَور ترقی میں قبائل حمیر زیادہ با اقتدار اور ترقی یافتہ نہ تھے، بلکہ اپنی مستقل حکومت رکھنے کے باوجود ایک طرح پر ان کے مغلوب تھے، لیکن سبا کے زوال کے بعد ان کو ترقی ہوئی، اور خصوصاً تجارتی ترقی اور کامیابیوں پر ایک طرح پر ان کی جانشینی حاصل ہوئی حمیری حکومت کے بادشاہ اولاً حمیر اور بعد میں تبّع کہے جاتے تھے، تبّع حمیریوں ہی کی ایک نسل تھی جس نے حمیریوں کے آخری دَور میں بادشاہت کی ہے۔

حمیری قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ قُضَاعَہ تھا، یہ اپنی بڑائی کی وجہ سے ساری حمیری نسلوں پر چھا گیا، جس کی وجہ سے بعد میں تمام حمیری نسلوں کو حمیری کے بجائے قضاعہ کہا جاتا رہا، قضاعہ کی اولاد میں قبیلۂ بَہرہ جَرم، رَاسِب، تَنُوخ، جُہَینَہ، عُذرَہ اور نَہد تھے، تنوخی شام میں جا کر مقیم ہوئے، ان ہی میں مشہور عربی شاعر ابو العَلاءُ المعرّی گزرا ہے، جُہَینہ حجاز میں آکر آباد ہوئے اور ان ہی کے قریب بَنُو عُذرَہ بھی آکر آباد ہوئے، پاکیزہ محبت کے

واقعات میں بنو عذرہ نے بڑی شہرت حاصل کی حتی کہ پاکیزہ محبت کے لئے الحبُّ العُذری اصطلاح بن گئی، ان کا ہیرو جَمِیل بن مَعْمَر ہے جس کو بُثَیْنَہ سے محبت تھی جمیل بن معمر کے محبت بھرے جذبات اس کی شاعری میں بہت نمایاں ہیں، حمیر کی اولاد میں ایک قبیلہ شَعْبَان نامی تھا جس کی طرف حضرت شعبی فقیہ منسوب ہیں، اس کے علاوہ زَیْد الجُمْہور اور سَکَاسِک بھی حمیری نسل سے بتائے جاتے ہیں۔

کہلان بن سبا

یہ نسل قحطانیوں کی تمام نسلوں میں غالباً سب سے بڑی نسل ہے جس میں بے شمار قبائل ہیں، ان میں خاص خاص قبائل حسب ذیل ہیں:۔ ہَمْدَان، طَئے، مَذْحِج، کِندہ، اَزْد، عَامِلَہ، جُذَام، اَشْعَر اور لَخْم، ان میں سے ہمدان اور مذحج زیادہ تر یمن میں رہے، طے شمالی نجد کی اَجَاء اور سَلْمیٰ پہاڑیوں کے درمیان رہے، ان کی ایک شاخ اب تک وہیں مقیم ہے اور شمر کہلاتی ہے، اب اسی کے نام پر اس علاقے کو شمر کہا جاتا ہے، پہلے جبال طے کہا جاتا تھا، شمر کے بہت سے افراد بادیۃ العراق میں بھی آباد ہیں، قبیلۂ طے مشہور اور بڑا قبیلہ رہ چکا ہے، عجمی ممالک میں بعض لوگ سارے عربوں کو طائی سمجھتے تھے اسی لئے ایران میں عربوں کا نام تازی پڑا، قبیلۂ طے کی مشہور شخصیتوں میں حاتم طائی، ابو تمّام اور بُحْتُری شاعر گزرے ہیں۔

قبیلہ ازد نے عُمَان میں قیام کیا اور اَزْد شَنُوْءَۃ تہامہ میں آباد ہوئے، ازد کی شاخ میں بھی متعدد مشہور قبیلے گزرے ہیں، ان میں قبیلۂ غَسَّان تھا جس نے شام کے علاقے میں حکومت کی ہے اور ان کا آخری بادشاہ جَبَلَہ بن اَیْہَم اور ان کا مشہور بادشاہ نُعْمَان تھا، نعمان کی

مدح میں عربی کے مشہور شاعر نَابِغَہ کے شاندار قصیدے ملتے ہیں، غسانیوں کی مدح میں حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھی قصائد ہیں، غسانی حکومت کا پایہ تخت دمشق کے مضافات میں جِلّق اور اس کے جنوب کا شہر بَلْقَاء تھا، ازد کی شاخ میں اُوس اور خزرج کے قبیلے بھی تھے، جو مسلمان ہونے کے بعد انصار کہلائے، یہ مدینہ منورہ میں آباد تھے، ازد کی شاخ میں ایک مشہور قبیلہ خُزَاعَہ بھی تھا، یہ وہی قبیلہ ہے جس نے مکہ مکرمہ پہونچکر وہاں سے جرہمیوں کو بے دخل کیا اور بنی اسمٰعیل کے ساتھ مقیم ہوا، پھر اپنا اقتدار بھی قائم کرلیا، بعد میں قریش نے ان کو وہاں سے نکالا۔

کِندہ نجد میں جاکر آباد ہوئے، وہاں انھوں نے اپنی ایک چھوٹی سی ریاست بنالی، جس کو ایرانی حکومت کا تعاون حاصل تھا، یہ حکومت حِیرَہ (عراق) کی عرب حکومت کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھی، اس کا آخری بادشاہ عرب کے مشہور شاعر امرؤ القیس کا باپ تھا، اس کو وہاں کے قبیلۂ قیس نے ناراض ہوکر قتل کردیا تھا، اس وقت یہ ریاست بھی ختم ہوگئی۔

قبیلۂ اشعر وہی قبیلہ ہے جس کی طرف حضرت ابو موسیٰ اشعری منسوب ہیں، لخم کی اولاد میں ایک مشہور شاخ بنو منذر کی ہے، انھوں نے وسطی عراق کے مقام حیرہ میں جس کے قریب بعد میں کوفہ آباد ہوا، ہیں بادشاہت قائم کرلی تھی جس کو ایرانیوں کا تعاون حاصل تھا، اور یہ لوگ انہی کی زیر سرپرستی تھے، عرب شعراء نے ان لوگوں کی تعریف میں بھی بہت سے قصیدے کہے ہیں، ان کا ایک مشہور بادشاہ عَمْرو بن ہند تھا، نابغہ نے اس کی بہت مدح کی ہے، ان کی حکومت عراق سے احساء تک پھیلی ہوئی تھی۔

بنو عدنان

قیدار کی اولاد میں صرف عدنانی قبائل وہ قبائل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ترقی اور عمومیت عطا فرمائی، ان کے علاوہ دوسری نسلوں کا پتہ چلانا بھی مشکل ہے۔

قیدار کی اولاد میں کچھ دور نیچے تک نسب نامہ زیادہ وثوق کے ساتھ نہیں بتایا جا سکتا، البتہ عدنان کے بعد سے نسب نامہ ایک حد تک معروف ملتا ہے، اس لئے مؤرخین عام طور پر مستعربہ نسلوں کا نسب نامہ عدنان تک بیان کرتے ہیں، اور عدنانیوں کی شہرت کی وجہ سے تمام مستعربہ نسلوں کو توسعاً عدنانی کہا جاتا ہے۔

عدنانی نسلیں حجاز و نجد اور شمال کے سارے علاقوں میں پھیلیں، ان کی بہت کم اور شاذ و نادر شاخیں قحطانیوں کے علاقے میں جا سکیں، البتہ متعدد قحطانی قبائل عدنانیوں کے علاقے میں آکر بسے۔

عدنان کے بیٹے مَعَدّ اور مَعَدّ کے بیٹے نِزار تھے، نِزار کے چار مشہور بیٹے بتائے جاتے ہیں، ایک رَبِیعَہ، دوسرے مُضَر، تیسرے اَنمار، چوتھے اَیاد، ان میں سے اَنمار اور اَیاد کے حالات کم ملتے ہیں، البتہ ربیعہ، مُضَر جزیرہ نمائے عرب کے بکثرت معروف اور بڑے قبائل کے مورث ہیں۔

ربیعہ

ربیعہ کا قیام اولاً دریائے دِجلہ کے مضافات میں ہوا، یہاں سے ان کی نسلیں اطراف و جوانب میں پھیلیں، ان کی اولاد میں اَسَد اور ضبیعہ تھے، اَسَد کی اولاد میں

اسد کے علاوہ عَنزَہ اور جَدِیلَہ تھے اور جدیلہ کی اولاد میں عَبدُ القیس اور ہِنب تھے، ہنب کی اولاد میں النَّمِر اور وائِل تھے، وائل کی اولاد میں بکر اور تغلب تھے، بکر کی اولاد میں عِجل، حَنِیفَہ، شَیبان اور سَدُوس تھے، شیبان کی اولاد میں ذہل تھے، ان میں سے اسد اور عنزہ نے شمالی نجد میں قیام کیا، اسد کا ایک حصہ عراق میں بھی جا کر بسا، جدیلہ پہلے عین التمر (عراق) میں آباد ہوئے، پھر خیبر میں آکر بسے، ان کے وطن میں غزیّہ نامی ایک طائی قبیلہ آباد ہوا، عبد القیس نے پہلے پہل تہامہ کو وطن بنایا تھا، پھر بحرین (احساء) آگئے وہاں بکر اور تمیم کے لوگ خاصے موجود تھے، ان سے مزاحمت رہی لیکن بہر حال ان کے ساتھ ہی آباد ہوئے، نمر اور تغلب عراق میں فرات کے کنارے آباد ہوئے، بکر کچھ شمال کی جانب بڑھ گئے، وہاں ان کا قدیم وطن اب بھی دیار بکر کہلاتا ہے، یہ اب ترکی حدود میں ہے اور باقی نجد میں آباد ہوئے، شیبان شمالی نجد میں آباد ہوئے، بنو حنیفہ نے یمامہ میں قیام کیا، یہ بہت بڑا قبیلہ تھا، اس کے ایک فرد مُسَیلمہ کذّاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے زبردست جنگ کی اور شکست دی اور یہ مارا گیا۔

تغلب بڑا اور مشہور قبیلہ تھا، یہ اولاً عراق کے وسطی حصے میں جس کو الجَزِیرہ کہا جاتا تھا مقیم ہوا، یہ قبیلہ عام طور پر عیسائی مذہب کا پیرو تھا، اس کا سردار کُلَیب تھا جو اپنے قبیلہ کے ساتھ نجد میں مقیم ہوا، عرب جاہلیت میں اس سے زیادہ معزز دوسرا آدمی نہیں سمجھا جاتا تھا، اس کے قتل پر بکر و تغلب میں وہ زبردست جنگ ہوئی جو چالیس[۴۰] سال تک جاری رہی، جو حرب بَسُوس کے نام سے مشہور ہے، عربی کا سب سے پہلا شاعر مہلہل اسی کلیب کا حقیقی بھائی تھا، اسی قبیلے میں دوسرا مشہور شاعر عَمرو بن کُلثُوم گزرا ہے۔

مضر

مضر، ربیعہ کے بھائی تھے، دونوں کی نسلوں کے درمیان زبردست خاندانی رقابت رہی ہے، آبادی کے لحاظ سے بھی جزیرۃ العرب کے نصف شمالی حصے کو انھوں نے گویا آپس میں دو حصوں میں تقسیم کر لیا تھا، ربیعہ کا علاقہ مشرقی بازو اور مضر کا علاقہ مغربی بازو تھا، گویا یہ دو ملک تھے، ایک دوسرے کے حریف اور رقیب، لیکن نظام وہی قبائلی اور جاہلی تھا، جس کی تفصیل آپ آگے میں پڑھیں گے۔

مضر کے دو مشہور بیٹے تھے، ایک قَیس عَیلان اور دوسرے الیاس۔

قَیس

ان میں سے قیس عیلان کی اولاد میں ہَوازِن، غَطَفان، بَاہِلہ، سُلَیم، مَازِن، فَہم اور عَدوان تھے، ہوازن کی اولاد میں بنوسعد، عامر بن صَعصَعہ، جُشَم اور ثقیف تھے، اور غطفان کی اولاد میں عَبس، ذُبیَان اور اَشجَع تھے، عامر بن صعصعہ کی اولاد میں کلاب، ہِلَال، عُقَیل اور نُمَیر تھے، ذبیان کی اولاد میں فزَارہ اور فزارہ کی اولاد میں بَدر اور مَازِن تھے۔

قیس کو قیس عیلان اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عیلان اس کا ایک غلام تھا، جس کی قیس نے توجہ سے پرورش کی تھی، لہذا لوگوں نے قیس کو اس کے نام کے ساتھ وابستہ کر دیا، ہوازن اور سُلیم نجد کے مغربی جانب مکہ و مدینہ کے مشرقی علاقے میں آباد تھے، اسلام کے بعد وہ مصر و افریقہ منتقل ہو گئے، غطفان ایک بڑا قبیلہ تھا جس میں متعدد شاخیں ہوئیں، ان کا قیام نجد میں وادی القریٰ اور جبال طے کے قریب ہوا،

ان کے مشہور مقامات الحصاء اور ابرق الحنان تھے، ظہور اسلام کے وقت یہ قبیلہ اسی مقام پر تھا، اس کی تادیب کے لئے حضور اکرم ؐ ۴ھ میں نجد تشریف لے گئے تھے، یہ غزوہ ذات الرقاع کہلاتا ہے، غطفان کے دو بیٹے عبس اور ذبیان مشہور تاریخی قبیلے ہیں، ان کی لڑائی جو گھوڑ دوڑ کے سلسلے میں ہوئی تھی، جاہلی عرب کی مشہور تاریخی لڑائی ہے، جو طویل عرصہ تک جاری رہی، قبیلۂ عبس میں ایک مشہور شاعر عَنْتَرہ بن شدّاد العبسی گزرا ہے، اس کی بہادری عربی جاہلی تاریخ میں ضرب المثل ہے، اس کا زبردست معلقہ ہے، جس میں اس نے اپنی بہادری کا اظہار کیا ہے، اس لڑائی کو عرب کے دو مخیر حضرات نے دونوں طرف کے سارے مقتولین کا خوں بہا ادا کر کے بند کرایا، ان کی تعریف میں عرب کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ نے قصیدہ کہا ہے، جو مدح میں نادر قصیدہ ہے، اور معلقات کا جزو ہے، قبیلۂ ذبیان حجاز کے شمالی حصہ میں آباد تھا۔

بنو سُعد تہامہ کے مشرق میں آباد تھے، اور اسی قبیلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلائی حضرت حلیمہ بنت ذُوَیب تھیں، ثقیف نے طائف کو وطن بنایا تھا عہد جاہلیت میں ثقیف بھی مشہور اور با اثر قبیلہ تھا۔

الیاس

الیاس قیس عیلان کے بھائی تھے، ان کی اولاد کو الیاس کے علاوہ خِنْدِفْ بھی کہا جاتا ہے، خندف ان کی بیوی تھیں، الیاس کی اولاد میں طابِخَہ مُدْرِکَہ، اور قَمَعَہ تھے، طابخہ کی اولاد میں مُزَینہ، ضَبّہ اور تَمِیم تھے، اور تمیم کی اولاد میں بَنوالعنبر اور

حنظلہ تھے، حنظلہ کی اولاد میں یربوع تھے۔

مُدرِکہ کی اولاد میں ہُذَیل اور خُزَیمہ تھے، خزیمہ کی اولاد میں الہُون اور اَسَد اور کِنَانہ تھے، ہَون کی اولاد میں الدیش اور عَضَل (القارہ) تھے، اَسَد کی اولاد میں کاہل اور دُودَان تھے۔

تمیم کا قبیلہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بڑے قبائل میں شمار کیا گیا ہے، اس میں بہت سے شعراء اور خطباء پیدا ہوئے ہیں، اس میں اَوس بن حَجَر، جَرِیر، و فرزدق شعراء کی حیثیت سے اور بنو اہتم خطباء کی حیثیت سے پیش کیے جا سکتے ہیں، اسلام کے آنے کے وقت یہ لوگ نجد میں بکر و تغلب ہی کے علاقوں میں آباد تھے، مُزَینہ، حجاز اور نجد میں مقیم تھے، ہذیل مکہ کے جنوب کی پہاڑیوں میں مقیم تھے، اسلام سے قبل یہ قبیلہ بھی شعراء کی کثرت میں مشہور رہا ہے، بعض لوگوں نے ان کے شعراء کا کلام مستقل ایک کتاب میں جمع کر کے شائع کیا ہے، ان کے علاقہ کے مشہور مقامات میں الرجیع اور بئر معونہ ہیں، بنو اسد، تیما کے مشرق میں آباد تھے۔

کنانہ و قریش

کنانہ کے بیٹے نضر، نضر کے بیٹے مَالِک، مالک کے بیٹے فِہر تھے، بعض لوگ نضر کو قریش کہتے ہیں، اور بعض لوگ فہر کو، قریش ایک لقب ہے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ "التقرش" سے نکلا ہے، جس کے معنی تجارت کے ہیں، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ "قِرش" سے نکلا ہے، جس کے معنی ایک بڑی خطرناک مچھلی کے ہیں، کنانہ کی اولاد میں نضر کے علاوہ حسب ذیل قبائل بھی تھے، عَبدِ مَنَاۃ، مَالِک، مِلکَان، عَمرو، اور عامر

عبد مناۃ کی اولاد میں غفار، بلحارث، مدلج، بنو بکر تھے، بنو بکر کی اولاد میں بنو لیث الدئل اور ضمُرہ تھے، فہر کی اولاد میں حسب ذیل شاخیں تھیں، جو سب قریش کہلاتی تھیں، محارب، بنوالحلج، ابناء الحارث، تمیم بن غالب، لوی بن غالب، لوی کے بیٹے اسامہ، کعب، الحارث، خزیمہ، سعد اور عامر تھے۔

قریش البطاح

کعب بن لوی کی اولاد قریش کی وہ شاخ ہے، جس کا قیام اندرون مکہ ہوا، اور وہ قریش البطاح کہلائے، یعنی بطحاء مکہ (یعنی اندرونی علاقہ) کے رہنے والے ان کے علاوہ دیگر قریشی شاخوں کا قیام مکہ کے بیرونی منطقہ میں مضافاتی اور اس کے قریبی علاقوں میں ہوا، وہ سب قریش الظواہر (یعنی بیرونی علاقہ کے) کہلائے۔ ان کا قیام منیٰ عرفات وغیرہ میں تھا۔

کعب بن لوی کے بیٹوں میں عَدِیٌ، ہُصَیص اور مُرّہ ہوئے، عدی کی شاخ میں مشہور صحابی اور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوئے۔

ہصیص کی اولاد میں بنو جُمَحْ اور بنو سَہْم ہوئے، بنو سہم میں مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص ہوئے۔

مُرّہ

مرہ کی اولاد میں تَیْم یَقَظَہ اور کلاب ہوئے، تیم کی اولاد میں مشہور صحابی اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہوئے، دونوں عشرۂ مبشرہ میں ہیں، .....

یقظہ بنو مخزوم کے جد ہیں، جن میں مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت عبد اللہ بن الارقم بن الارقم ہوئے۔

کلاب

کلاب کی اولاد میں زہرہ اور قُصَیّ ہوئے، زہرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ آمنہ بنت وہب کے جد ہیں۔

قُصَیّ

قصی قریش کی اہم شخصیت تھے، ان کے ذریعہ مکہ کی سیادت کِنانہ سے قُریش میں منتقل ہوئی، انھوں نے قریش کو منظم کیا اور ان میں روح پھونکی، اور وہ مکہ اور بیت اللہ شریف کے نظم و انتظام اور مختلف امور کے ذمہ دار ہوئے، ان کو ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے مُجَمِّع (جمع کرنے والا) کا خطاب ملا، اور ان کے بعد مکہ اور بیت اللہ کے نظم و انتظام کی ذمہ داریاں خاص طور پر ان کے بیٹے عبد مناف میں اور دیگر اہلِ خاندان میں تقسیم ہوئیں، جس کی قدرے تفصیل حسب ذیل تھی۔

مکہ کی تولیت کی تقسیم

ہاشم بن عبد مناف کو ضیافت اور سقایۃ الحجاج کی ذمہ داری ملی، جو ان کی اولاد میں عبد المطلب پھر ابو طالب، پھر عباس، پھر ان کی اولاد میں آئی اور بعد اسلام بھی باقی رہی۔

عبد شمس بن عبد مناف کو قیادت اور جھنڈے کی ذمہ داری ملی، جو ان کے بیٹے امیہ کے پاس آئی، پھر ان کی اولاد میں حرب پھر ابو سفیان اور عتبہ بن ولید بن عبد شمس کو حاصل ہوئی، چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ قریش کی جنگوں میں قریش کی قیادت انہی لوگوں نے کی،

نوفل کے ذمہ حجاج کی دیکھ بھال اور خدمت تھی۔

عبد ود کو کعبہ کی کلید برداری اور دربانی ملی، جو ان کے بیٹے شیبہ کو پھر شیبہ کی اولاد کو منتقل ہوئی، اور اسلام کے بعد بھی اسی خاندان میں جاری رہی، فتح مکہ کے موقع پر اسی خاندان کے فرد عثمان بن طلحہ دربان تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کنجی لے کر پھر انھیں کو واپس فرمائی۔

اسد کو مشاورتی کاموں کی ذمہ داری سپرد ہوئی تھی، اس خاندان کے مشہور افراد میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام اور ورقہ بن نوفل ہوئے ورقہ بن نوفل ام المومنین حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔

تیم کو خوں بہا وغیرہ کے معاملات کی ذمہ داری ملی تھی۔

مخزوم بن یقظہ بن مرہ کو خیموں کے معاملات، نیز گھوڑوں کی ذمہ داری سپرد ہوئی تھی۔

عدی کو سفارت کا کام سپرد ہوا۔

جُمَح کو فال کے تیروں کی ذمہ داری ملی تھی۔

اور سہم کو آپسی جھگڑوں کے مسائل سپرد ہوئے۔

مذکورہ بالا کاموں میں سے صرف ضیافت اور کعبہ کی کلید برداری متعلقہ خاندانوں میں رہی، باقی ان خاندانوں سے ختم ہو گئیں۔

عبد مناف

قصی کے بیٹے عبد مناف کی شاخیں مکہ کی زیادہ با اثر اور اہم شاخیں ہوئی ہیں عبد مناف کی اولاد میں نوفل، مطلب، عبد شمس اور ہاشم ہوئے، ان میں عبد شمس اور ہاشم کو زیادہ شہرت

حاصل ہوئی اور اہم ذمہ داریاں سپرد ہوئیں، عبد شمس کی اولاد میں بنو امیہ کو شہرت حاصل ہوئی، اور جنگ کی ذمہ داریوں میں وہ پیش پیش رہے۔

ہاشم

ہاشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا تھے، وہ اپنے بھائی عبد شمس کے ساتھ ملکی سیاست اور قبائلی ریاست میں برابر کے شریک رہے، حاجیوں کی دیکھ بھال اور مہمان نوازی ہاشم کے سپرد تھی، جو ان کی اولاد میں منتقل ہوئی، اور اس کو بہت خوبی سے انجام دیتے تھے، ہاشم کے بیٹے عبد المطلب قریش کے مشہور و معروف سردار ہوئے، ان کا نام عامر تھا، وہ اپنی فیاضی، خدمت حجاج، بیکسوں کی ہمدردی اور قومی ہمدردی کے لئے سارے عرب میں مشہور ہوئے، اور مکہ کے سردار کی حیثیت حاصل تھی، ان کے جانشین ابو طالب ہوئے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و سرپرستی اور حفاظت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

عبد المطلب

عبد المطلب کے تیرہ[۱۳] بیٹے تھے، عبد الکعبہ، ضرار، قثم، الزبیر، قثم، حجل، الغیداق، ابولہب، الحارث، الحمزہ، العباس، ابوطالب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تھے، عبد المطلب کی بیٹیاں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں ہیں چھ[۶] تھیں، ام حکیم بیضاء، امیمہ، اروی، برہ، عاتکہ، صفیہ، ان میں سے حضرت صفیہ اور حضرت حمزہ کی والدہ ایک ہی تھیں، بقیہ بہنوں کی والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے والد ماجد عبداللہ اور چچا ابوطالب کی والدہ ایک تھیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول عام الفیل ۵۷۰ء عیسوی میں ہوئی، ولادت سے قبل ہی والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہوگئی تھی، لہذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو والد کی سرپرستی کے بجائے دادا حضرت عبدالمطلب کی سرپرستی ملی، انھوں نے بڑی محبت کا معاملہ رکھا، جب آپؐ کی عمر چھ ۶ سال کی ہوئی، آپؐ کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا، اور جب عمر شریف آٹھ ۸ سال کی ہوئی، دادا کا بھی انتقال ہوگیا، ان کی نیابت پھر چچا حضرت ابوطالب نے کی، انہی کے زمانہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے محبت کرنے والے چچا اگرچہ بعض اپنی فرض کردہ وجوہ کی بنا پر اسلام تو نہ لائے لیکن حضورؐ کی حفاظت میں برابر سینہ سپر رہے، چچا ابوطالب کی وفات نبوت کے دسویں سال ہوئی، ان کے پانچ ۵ بیٹے تھے، جن میں حضرت علیؓ آپؐ کے داماد ہوئے، ان کی عمر آپؐ سے تیس ۳۰ سال کم تھی۔

ظہور اسلام کے وقت قریش کی شاخوں میں سے دو شاخیں زیادہ مشہور اور غالب شاخیں تھیں، ایک بنو ہاشم، دوسرے بنو امیہ، بنو ہاشم میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ حضرت

عباس رضی اللہ عنہما ہیں، حضرت علیؓ کی اولاد علوی اور حضرت عباسؓ کی اولاد عباسی کہلائی، عباسیوں نے دوسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک عالم اسلامی کے ایک بڑے حصہ پر شاندار حکومت کی۔

بنوامیہ کے اہم اشخاص میں حضرت ابوسفیان، مروان اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوسفیان اسلام لانے سے قبل اپنے قبیلہ بلکہ اہل مکہ کے سردار تھے، ظہور اسلام کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے وقت سے ان کے بیٹے حضرت معاویہ اور مروان کی اولاد نے عالم اسلامی کے بڑے حصے پر حکومت کی، مروان تمام اموی حکمرانوں کے مورث ہیں، معاویہ بن یزید بن معاویہ کے بعد تمام اموی خلیفہ انہی کی نسل سے تھے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفۂ راشد اور دس جنتیوں میں سے ایک ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص والی مصر جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے رفیق سیاست تھے، بنوسہم سے تھے، حضرت خالد بن ولید جو اسلام کے بڑے زبردست مجاہد وقائد تھے، بنومخزوم بن یقظہ سے تھے، ابوجہل جو اسلام کا بڑا دشمن تھا، بھی بنومخزوم کی نسل سے تھا۔

ظہور اسلام کے وقت اموی ہاشمیوں کے حریف تھے، خلافت راشدہ کے بعد سے تقریباً سو سال بعد تک اموی علویوں کے حریف رہے، اس کے بعد سے عباسی علویوں کے حریف ہوئے، اس حریفانہ فضا کی وجہ سے بہت ناخوشگوار واقعات پیش آئے۔

ثقافت وتمدّن

عام حالات

عرب اقوام کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جزیرۃ العرب کے باہر بھی آباد تھے، لیکن چونکہ ان کی آبادی زیادہ تر جزیرۃ العرب میں تھی، اور یہ جزیرہ اکثر انہی پر مشتمل تھا، اس لئے وہ ان کا وطن اور مسکن کہلایا، اہل تحقیق یہ کہتے ہیں کہ عرب اور ان کے قرب وجوار کی متعدد قومیں ایک ہی نسل سے تھیں، جن میں خاص طور پر عراق، شام اور مصر کی بعض قومیں شمار کی جاتی ہیں، فراعنۂ مصر کا ایک خاندان بھی عربی نسل سے بتایا جاتا ہے، لیکن چونکہ ان تمام قوموں کے ملک زرخیز اور شاداب تھے، اس لئے ان کو ترقی وتمدن کے زیادہ مواقع ملے اور یہ قومیں تاریخ کی ترقی یافتہ قومیں بنیں لیکن عرب جو جزیرہ نمائے عرب میں آباد تھے، وہ اپنے جزیرہ نما کے خاص حالات اور ملکی خصوصیات کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ترقی وتمدن کی بہت سی سہولتوں سے محروم رہے بلکہ بقیہ دنیا سے بھی ان کو رابطہ قائم کرنے میں عام طور پر دشواریاں ہوئیں، ان کا علاقہ زیادہ تر خشک اور بنجر خطوں پر مشتمل ہے، ان میں یمن کے باشندے مستثنیٰ ہیں، وہ اگرچہ جزیرۃ العرب ہی کے ایک حصے میں آباد تھے لیکن شادابی اور زرخیزی کے جو مواقع ان کو حاصل تھے ان سے یہ جزیرۃ العرب کے

بقیہ باشندوں پر برتر ی رکھتے تھے، انھوں نے تاریخ میں ایک ممتاز ترقی کی مثال چھوڑی ہے۔

جزیرہ نما کے باشندے دو قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں، ایک شمالی، جو جزیرہ نما کے نصف شمالی حصے میں آباد تھے، دوسرے جنوبی، جو زیادہ تر جزیرہ نما کے نصف جنوبی حصے میں آباد تھے، شمالی عرب عام طور پر اسمٰعیلی نسل سے تھے، اور مستعربہ کہلاتے تھے، اور بعد میں عدنانی کہلائے جنوبی عرب قحطانی نسل سے تھے، اور قحطانی کہلائے، اور چونکہ جنوبی عربوں کا ملک عام طور پر سرسبز اور زرخیز تھا، اس لئے یہ لوگ شمالی عربوں کے مقابلے میں تہذیب و تمدن اور دولت و زرخیزی میں بہت بڑھے رہے۔

عدنانیوں اور قحطانیوں میں جو نسلی، علاقائی اور تمدنی اختلافات تھے، ان کے باعث ان میں ایک دوسرے کے مقابلے میں بڑی نسلی عصبیت تھی، دونوں نسلیں اپنا اپنا عربی شعار الگ رکھتی تھیں، مضری عرب جو کہ عدنانی تھے، سُرخ عمامے باندھتے تھے، اور یمنی عرب جو کہ قحطانی تھے، زرد عمامے باندھتے تھے، عربوں کا آپس کا اختلاف و عصبیت صرف عدنانیوں اور قحطانیوں ہی کے درمیان نہ تھی بلکہ عربوں کی زندگی اور ان کی خصوصیات کچھ اس طرح کی تھیں کہ ان کے قبیلے قبیلے میں سخت عصبیت اور اختلاف تھا، جو بعض وقت بڑی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ بنتا تھا، اس تعصب کے آثار مضریوں یعنی عدنانیوں اور یمنیوں یعنی قحطانیوں کے درمیان اور بنی مضر و بنی ربیعہ اور بعد میں امویوں اور عباسیوں کی کشمکشوں اور جنگوں میں ملتے ہیں، مسیلمہ کذّاب اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے اسلام سے کد اور اختلاف میں بڑی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی دعوت ایک مضری نے دی تھی، اور بنو حنیفہ ربعی قبیلہ تھا، ابو جہل مخزومی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ضد اس حسد میں تھی کہ آپؐ ہاشمی تھے، اور یہ شرف و منزلت اس کی شاخ بنو مخزوم سے باہر رہی، اور ایک دوسری شاخ کے فرد کو رسالت جیسی بڑی فضیلت حاصل ہوئی، قبیلہ عبد القیس جو بنی ربیعہ

سے تھے ان کا جب ایک وفد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کا بہت زیادہ تپاک کے ساتھ استقبال کیا، اور فرمایا "مرحباً بالقوم غیر خزایا ولا ندامی" یہ خصوصی اکرام کے الفاظ آپؐ نے غالباً قبائلی مغائرت کے اثر کو دبانے کے لئے فرمائے۔

متعدد اسباب کی بنا پر شمالی اور جنوبی عربوں میں مختلف قسم کے اختلافات تھے، جو دوسرے اسباب کے ساتھ ساتھ ان کی عداوتوں اور لڑائیوں کا سبب بنا کرتے تھے اوّلاً یہ کہ جنوبی عرب عام طور پر متمدن اور ترقی یافتہ رہے اور شمالی عرب عام طور پر بدوی زندگی گذارتے رہے، دوم یہ کہ اگرچہ دونوں کی زبان عربی تھی، لیکن جائے وقوع اور پڑوسی علاقوں کے فرق نیز زندگی کے طور و طریق میں اختلاف کے باعث دونوں کی زبانیں بھی ایک دوسرے سے کافی مختلف ہو گئی تھیں، جنوب کی عربی پر حبشی اور اکادی زبانوں کا اثر پڑا تھا، اور شمال کی عربی پر آرامی اور نبطی زبانوں کا اثر پڑا تھا، یہ مختلف زبانیں جزیرۃ العرب کے دونوں سروں کے قرب وجوار میں بولی جاتی تھیں، ان اثرات کے نتیجے میں دونوں جگہ کی عربی زبانوں میں ایک دوسرے سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا، سوم یہ کہ شمالی اور جنوبی دونوں عرب علاقوں کی ثقافتی اور فکری سطح بھی کافی مختلف تھی، جنوبی علاقے کے عرب جزیرۂ عرب سے باہر کی قوموں سے میل جول رکھتے تھے، ان کا ان سے لین دین تھا، اور ایک دوسرے کے یہاں آمد و رفت تھی جس کے نتیجہ میں دوسری قوموں کے تمدن و تہذیب کے مختلف عناصر انھوں نے اخذ کئے اور ان سے فائدہ اٹھایا، جس سے ان کی تمدنی اور فکری سطح بلند ہوتی رہی، لیکن شمالی علاقے کے عرب دوسری قوموں سے عام طور پر منقطع رہنے کے باعث پرانے معیار اور سطح پر باقی رہے، اور اپنی معاصر تہذیبوں اور ترقیوں سے کوئی خاص استفادہ نہ کر سکے۔

لیکن ان اختلافات کے باوجود شمالی اور جنوبی عرب چونکہ دونوں ایک قوم تھے، اور

بنیادی طور پر دونوں کی زبان بھی ایک ہی تھی، نسلی خصوصیات اور بڑی حد تک جغرافی حالات میں بھی دونوں یکساں تھے، لہٰذا دونوں جگہوں کے عربوں کے پاس قومی ہم آہنگی تھی، اور ایک طرف کی نسلیں اور قبیلے بعض وقت اپنے خاص حالات کے اثر سے دوسری جگہ جاکر آباد ہوجاتے اور وہاں کے قبیلوں کے ساتھ ان کی زندگی میں شریک ہوجاتے، شمالی حصے کے عرب جنوبی حصے میں کم گئے، البتہ جنوبی حصے کے عرب خصوصاً سد مأرب کے ٹوٹنے کے بعد اور اپنی تجارتی اہمیت کھو دینے کے بعد فکر معاش میں ترک وطن کر کے شمال میں خاصے آکر آباد ہوئے، بہر حال پر عرب قوم کی ان دونوں قحطانی اور عدنانی نسلوں میں اختلاف کی شکل قائم رہی۔

عرب اپنے طرز رہائش اور معیشت کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں، ایک بدوی عرب، جو اہل الوبر کہلاتے ہیں، اور دوسرے حضری عرب جو اہل المدر کہلاتے ہیں، بدویوں کو اہل الوبر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خیموں میں زندگی گزارتے تھے، جو عام طور پر اونٹ کے اون (وبر) سے بنے ہوتے تھے، اور حضریوں کو اہل المدر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مٹی کی جنس سے بنے ہوئے مکانات میں زندگی گزارتے تھے، دونوں طرز کے عربوں کی زندگیاں اور خصوصیات الگ الگ ہیں، جزیرہ نمائے عرب میں عام طور پر خشک و بنجر اور ریگستانی علاقوں کی موجودگی کے باعث حضری (شہری) اور غیر انتقالی رہائش کم ملتی تھی، زیادہ تر عرب انتقالی اور بدوی زندگی گزارنے پر مجبور تھے، حضری زندگی صرف انہی علاقوں میں گزاری جاسکتی ہے، جن میں زراعت، تجارت، صنعت یا اس سے ملتا جلتا کوئی کاروبار کیا جاسکتا ہو، اور اس کے امکانات جزیرہ نمائے عرب میں یمن و عسیر کو چھوڑ کر عام طور پر بہت کم پائے جاتے تھے، لہٰذا اس کے نتیجے میں جزیرہ نمائے عرب میں زیادہ تر لوگ بدوی زندگی گزارتے تھے، بدوی عرب اصل عربی مزاج اور خصوصیات کے حامل رہے ہیں، غیر متأثر عربیت انہی لوگوں

میں پائی جاتی تھی، اس لئے عرب خصوصیات وذہن اور ثقافت اور کردار کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے بدوی عربوں کا مطالعہ ضروری ہے، ان کا مطالعہ حضری عربوں کی زندگی کو بھی بڑی حد تک سمجھنے کے لئے بھی کافی ہوگا۔

بدوی عرب

جزیرۃ العرب میں بدوی عرب عام طور پر صحرائی علاقوں میں رہتے اور خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے، یہ بارش اور پانی کی تلاش میں رہتے، جہاں بارش ہوتی، یا جہاں شادابی وزرخیزی ملتی وہاں اپنے جانوروں کے ساتھ جا کر مقیم ہو جاتے، ان کے دودھ، اون سے اپنا کام چلاتے اور جب تک وہاں شادابی رہتی مقیم رہتے پھر دوسری جگہ تلاش کرتے، اس طرح صحرا نوردی میں زندگی گزارتے، جب کبھی بارش میں زیادہ دیر ہو جاتی تو یہ ان کے لئے بڑے صبر وابتلا کا موقع ہوتا، اور یہ موقع ان کو خاص پیش آتا رہتا تھا، اسی لئے بارش کا تذکرہ اور اس کی اہمیت کا احساس واظہار ان کے ادب وشاعری میں جا بجا ملتا ہے، شاعر کہتا ہے ؎

مَعَ الغَيثِ مَا نُلْقَى وَمَنْ هُوَ غَالِبُ

(ترجمہ:۔ بارش کے ساتھ ہم ملتے ہیں، اور ان کے ساتھ جو غلبہ واقتدار رکھتے ہوں)

یہ لوگ حضری عربوں کے برخلاف تجارت، زراعت اور تمام پیشوں کو حقیر سمجھتے تھے، اور ان کا مزاج بالکل کاروباری نہ تھا، اگر وہ کبھی کسی معاملہ میں شرکت کرتے بھی تو ان کا کام یا تو ساربانی ہوتا، یا رہبری، یا حفاظت ہوتا، وہ صرف ان اشیاء پر گزارہ کرتے جو ان کو ان کے جانوروں سے حاصل ہوتی تھیں، ان اشیاء کے علاوہ دوسری اشیاء وہ انہی اشیاء کے

تبادلے سے حاصل کرتے تھے، جانوروں کا گوشت کھاتے، ان کا دودھ پیتے، جانوروں کے اون سے بن کر کپڑے، چادریں اور خیمے بناتے اور جب تنگی اور رزق کی کمی زیادہ بڑھ جاتی تو گوہ اور بعض دوسرے صحرائی جانور جن میں بعض کو عربی میں یَربُوع اور بعض کو وَبَر کہتے ہیں، بھی کھالیا کرتے تھے، ان کے جانور جو عام طور پر اونٹ ہوتے معمولی غذا پر قناعت کر لیتے تھے، ان کو جیسی کچھ غذا اور تری ملتی وہ اس پر اکتفا کر لیتے، بعض وقت ان کو صرف کیچڑ سے کام چلانا پڑتا۔

نظام زندگی

یہ عرب عام طور پر خاندانی اور قبائلی زندگی گزارتے تھے، قبیلہ ان کی معاشرتی زندگی کی وہ اکائی ہوتی تھی جس پر ان کا پورا معاشرتی نظام قائم ہوا کرتا تھا، ان قبیلوں میں شدید خاندانی عصبیت ہوتی، اس کے نتیجہ میں وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے، کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے کا اقتدار و تفوق آسانی سے نہیں مانتا تھا، البتہ حربی مصالح کی بنا پر کبھی کبھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے معاہدہ کر لیتا تھا اور دونوں متحد ہو جاتے تھے، اس میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ذی اثر قبیلہ غیر ذی اثر قبیلہ پر متحد ہو جانے کے بعد چھا جاتا تھا، اور اپنی شہرت کے سامنے کبھی کبھی اس کی شہرت کو مٹا دیتا تھا، اس طرح عرب کے متعدد چھوٹے قبیلے دوسرے قوی و مشہور قبیلوں میں جذب ہو گئے اور پھر انھی کے نام سے موسوم کئے جاتے رہے، لہذا ترقی یافتہ اور مشہور ترین قبیلوں کے افراد کی کثرت سے یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ ان کے افراد سو فی صدی انھی مخصوص قبیلوں کے افراد ہیں، مثال کے طور پر قوم سبا اور اس طرح کے بعض دوسرے قبائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔

قبیلہ کے افراد آپس میں بڑا تعاون رکھتے تھے، اور اس تعاون پر ان کے حالات اور ان کی ضرورتیں ان کو مجبور کرتی تھیں، آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا، اور اس سلسلے میں دلیل اور وجہ بھی دریافت نہ کرتا تھا، شاعر کہتا ہے ؎

لَا یَسْئَلُونَ أَخَاهُمْ حِیْنَ یَنْدُبُهُمْ
فِی النَّائِبَاتِ عَلٰی مَا قَالَ بُرْهَانَا

قبیلے کے کسی فرد سے قبیلہ کے باہر اگر کوئی زیادتی یا غلطی ہو جاتی تو پورا قبیلہ اس کے نتائج کو بھگتنے کے لئے تیار رہتا اور اس کو اپنی ذمہ داری سمجھتا، شاعر کہتا ہے ؎

وَمَا أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِیَّةَ إِنْ غَوَتْ
غَوَیْتُ وَإِنْ تَرْشُدْ غَزِیَّةُ أَرْشُدِ

اور جب کوئی قبیلہ اپنے کسی فرد کو عاق کر دیتا تو اس کو اپنی حفاظت اور تقویت کے لئے کسی دوسرے قبیلے سے موالات کرنا پڑتی، موالات میں بھی آدمی کو اصل جیسے حقوق حاصل ہو جاتے تھے، قبیلے میں شیخ قبیلہ تقریباً حاکم اعلیٰ ہوتا تھا، پورے قبیلے میں اس کی بات مانی جاتی اور اس کا حکم چلتا تھا، وہ قبیلے کا سرپرست اور گویا منتظم اعلیٰ ہوتا تھا، اس کی اس خصوصیت کی بنا پر مال غنیمت میں اس کے کچھ مزید حقوق ہوتے تھے، مثلاً مال غنیمت میں حاصل کردہ مال کا چوتھائی حصہ، اور جو خاص چیز اس کی خصوصی پسند میں آجائے، اور جو چیز قبل جنگ بلا کوشش کے مل جائے، اور اسی طرح تقسیم کے وقت تقسیم میں نہ آنے والا مال، اول الذکر المِرباع، ثانی الذکر صَفِیّۃ، ثالث الذکر النَّشِیطۃ اور آخر الذکر الفُضُول کے نام سے موسوم ہوتا تھا، جیسا کہ حسب ذیل شعر سے ظاہر ہے، جس میں ایک شخص نے شیخ قبیلہ کو خطاب کیا ؎

لَكَ الْمِرْبَاعُ فِينَا وَالصَّفَايَا

وَحُكْمُكَ فِي النَّشِيطَةِ وَالْفُضُولُ

اور یہ سب ارتباط و تعلق اخلاقی ہوتا تھا، اس کے قائم رکھنے کے لئے فوج و پولیس نہ ہوتی تھی، بلکہ قبیلے کا ہر فرد اپنے قبیلے کا فوجی اور سپاہی ہوتا تھا اور اطاعت و عمل کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قبیلے کے تمام افراد کو اسی تعاون و اتفاق کی بدولت فائدے اور حفاظت حاصل ہوتی تھی، قبیلے کا جہاں تک دائرۂ اختیار و نقل و حرکت ہوتا تھا، وہاں تک گویا کہ ان کا ملک و وطن اور ان کی حکومت پھیلی ہوتی تھی، اور اسی سب میں ان کی وطنیت اور سیاست محدود تھی۔

یہ قبائل اپنے اپنے علاقے میں حکومت جیسا اقتدار رکھتے تھے، ان کے علاقے سے کوئی دوسرا قبیلہ بغیر ان کی اجازت کے نہیں گزر سکتا تھا، اور کوئی گزرنا چاہتا تو اس کے افراد کے جان و مال کو خطرہ رہتا تھا، اس وجہ سے بیرون ملک کے قافلے یا افراد جزیرۃ العرب میں عام طور پر نہیں آسکتے تھے، ایرانی اور رومی حکومت نے اپنے تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے سرحد پر قبائل کو اپنے زیر اقتدار حکومت اور بادشاہت دے رکھی تھی، اور ان کو اپنے اور عربوں کے درمیان میں واسطہ بنا لیا تھا، یہ حکمران قبائل ان کے قافلوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے تھے، اس صلے میں ان کو کچھ رقم بھی ملتی تھی، اور یہ پیچیدہ مواقع پر ان عجمی سلطنتوں کا ساتھ دیتے تھے، ایران و عرب کے درمیان مقام حیرہ پر لخمیوں کی اور رومیوں اور عربوں کے درمیان دمشق کے قرب و جوار میں غسانیوں کی حکومت تھی، ایک بار ایرانی حکومت نے لخمی حکومت سے مدد لینا ضروری نہ سمجھا اور صرف اپنی طاقت کے بھروسے پر جزیرۃ العرب میں اپنا تجارتی قافلہ بھیجا تو عربوں نے ان کا قافلہ لوٹ لیا اور انھوں نے

عربوں کی سرکوبی کرنی چاہی لیکن کامیاب نہ ہوسکے، عربوں کی تاریخ میں یہ واقعہ ایرانیوں کے مقابلہ میں عربوں کی فتح سمجھا جاتا ہے جس کا نام "یوم ذی قار" ہے۔

بدویوں کی زندگی کا دوسرا ذریعہ لوٹ و مار تھی، اپنے دشمن قبائل پر حملہ کرتے رہتے، ان کے اونٹوں، عورتوں اور بچوں کو پکڑ لے جاتے اور اس طرح دوسرا قبیلہ بھی تاک میں رہتا اور موقع پاکر اپنی ضرورت پوری کرتا، ان کو لوٹ مار کی ایسی عادت ہوگئی تھی کہ اگر دشمن نہ ملتا تو اپنے عزیز قبیلوں ہی پر حملہ کر دیتے، شاعر کہتا ہے ؎

وَاَحیَانًا عَلٰی بَکرٍ اَخِینَا
اِذَا مَا لَمْ نَجِدْ اِلَّا اَخَانَا

اس سلسلے میں ان کو معاہدے بھی کرنے پڑتے لیکن یہ معاہدے بھی زیادہ مدت تک قائم نہ رہ پاتے تھے۔

قومی کردار

اخلاق و عادات میں بدوی کا مطمح زندگی "بلند و مردانہ کردار" تھا جس کو عربی میں "مروءۃ" کہتے تھے، مروءۃ کا لفظ اپنے عربی مفہوم کے لحاظ سے خاصی معیاری خصلتوں کا حامل تھا، اس لفظ کے مفہوم اور معنی کی پورے طور پر تحدید تو مشکل ہے، البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس کے دو بڑے عنصر تھے، ایک شجاعت، دوسرے سخاوت، شجاعت کا استعمال جنگوں میں اور سخاوت کا مہمانوں کی خاطرداری میں ہوتا تھا، مروءۃ کے لفظ کے علاوہ اسی سے ملتے جلتے ایک دوسرے لفظ فُتُوَّۃ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا تھا جس کے معنی میں مردانگی، بہادری اور خودداری کا مفہوم مضمر سمجھا جاتا تھا، عرب اس کو اپنی

اہم قومی صفت سمجھتے تھے، چنانچہ دونوں الفاظ کے مضمرات کے ذکر سے عربی ادب و شاعری بھری پڑی ہے، حتیٰ کہ عرب کے ڈاکو بھی کوشش کرتے کہ اپنے کو ان صفات کی طرف منسوب کریں، عربی میں ڈاکو کو صعلوک کہا جاتا تھا، لیکن چونکہ ڈاکہ ڈالنا عربوں کی نظر میں مذموم فعل نہ تھا، بلکہ اس کے برعکس اس کو بہادری اور باہمتی کا کام سمجھا جاتا تھا، اس لئے صعلوک کی شخصیت بھی عربوں کی نظر میں باہمت اور حوصلہ مند شخصیت سمجھی جاتی تھی، ایک شاعر صعلوک کی شخصیت حسب ذیل اشعار سے واضح کرتا ہے، ان سے اس معیاری تصور کا پتہ چلتا ہے، جو عربوں کا اپنے فرد کے متعلق ہوتا تھا ؎

لَحَا اللّٰہُ صُعْلُوکًا إِذَا جَنَّ لَیْلُہُ — مُصَافِی الْمُشَاشِ آلِفًا کُلَّ مَجْزَرِ

یَعُدُّ الْغِنَیٰ مِنْ نَفْسِہِ کُلَّ لَیْلَۃٍ — أَصَابَ قِرَاھَا مِنْ صَدِیقٍ مُیَسَّرِ

وَلٰکِنَّ صُعْلُوکًا صَفِیحَۃُ وَجْھِہِ — کَضَوْءِ شِہَابِ الْقَابِسِ الْمُتَنَوَّرِ

مُطِلًّا عَلَیٰ أَعْدَائِہِ یَزْجُرُونَہُ — بِسَاحَتِھِمْ زَجْرَ الْمَنِیحِ الْمُشَھَّرِ

إِذَا بَعُدُوا لَا یَأْمَنُونَ اقْتِرَابَہُ — تَشَوُّفَ أَھْلِ الْغَائِبِ الْمُتَنَظَّرِ

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

قَلِیلُ التَّشَکِّی لِلْمُھِمِّ یُصِیبُہُ — کَثِیرُ الْھَوَیٰ شَتَّی النَّوَیٰ وَالْمَسَالِکِ

یَظَلُّ بِمُومَاۃٍ وَیُمْسِی بِغَیْرِھَا — جَحِیشًا وَیَعْرَوْرِی ظُھُورَ الْمَھَالِکِ

یَرَی الْوَحْشَۃَ الْأُنْسَ الْأَنِیسَ وَیَھْتَدِی — بِحَیْثُ اھْتَدَتْ أُمُّ النُّجُومِ الشَّوَابِکِ

طلب شہرت

عربوں کے مزاج میں شہرت کی طلب بہت بڑھی ہوئی تھی، وہ چاہتے تھے کہ ان کا

تذکرہ اور تعریف ان کی زندگی میں اور اگر زندگی میں نہ ہوسکے تو بعد میں ہو، اس لئے وہ سخاوت اور بہادری کو اس کا ذریعہ بناتے تھے، اور پھر اپنی شاعری یا اپنے مداح کی شاعری کے ذریعہ اس کو مشہور و جاوداں بنانے کی کوشش کرتے تھے، وہ ضروریات زندگی کی طلب کے سوا عزت اور نام کے بقا کی جدوجہد میں وقت صرف کرتے یا پھر دل پسند اشعار سے لطف لینے سے دلچسپی رکھتے اور اس طرح ان کی زندگی کے یہ دو پہلو ان کے ذوق و حوصلہ مندی کا میدان بنتے تھے۔

سخاوت

سخاوت ان میں غلو کی حد تک تھی، اور یہ غلو بعض وقت بہت بڑھ جاتا، حاتم طائی تو اس سلسلے میں مشہور اور ضرب المثل ہیں، ان کی سخاوت کے واقعات جو کتابوں میں ملتے ہیں، وہ اس قدر غیر معمولی ہیں کہ بعض لوگوں کی نظر میں بے وقوفی معلوم ہوں گے، لیکن عربوں کی زندگی کا طرز ایسا تھا کہ اس میں سخاوت وضیافت زندگی کی ضرورت بن گئی تھی، صحراؤں میں سفر کرنے والے لوگ جن کو طویل و بنجر راہوں پر کہیں سرائے یا دوکان کے ملنے کی کوئی امید نہیں ہوتی تھی، اور وہ طویل سفروں کے لئے تا انتہائے سفر کوئی معقول انتظام بھی نہیں کر سکتے اگر ان کو راستہ میں کوئی میزبانی نہ ملے تو وہ کیسے جان بچائیں یہ مشترک ضرورت تھی، اس لئے صحرائی زندگی کی عقل نے اس کا حل تلاش کر لیا تھا چنانچہ ایک عرب کے لئے یہ عزت اور فخر کی بات ہوتی تھی کہ وہ کہیں سے مہمان پا جائے، وہ راہ چلتا ہوا مسافر ہو یا کوئی اور شخص وہ اس پر اپنی سخاوت کا مظاہرہ کرتا تھا، اسی بنیاد پر پناہ دینے کا رواج بھی پیدا ہوا جس کو جوار سے تعبیر کیا جاتا تھا، اور جوار ملنے کے بعد دشمن

قبیلہ کا آدمی بھی مہمان جیسی عزت وحقوق پا لیتا تھا۔

سخاوت کی صفت رکھنے والے رات میں آگ جلاتے تاکہ دور تک نظر آئے، اور جاڑوں میں خاص طور پر مسافروں کے لئے کشش کا باعث بنے۔

شاعر اپنی سخاوت کے تذکرہ میں آگ کی لپیٹ کے خوب بلند ہونے کا نیز خیمہ کے پاسبان کتے کا بھی ذکر کرتا ہے، کتے کے بارے میں کہتا ہے، وہ مہمان کو بھونکتا نہیں، یعنی مہمانوں کی بار بار آمد سے وہ چپ ہو گیا ہے۔

حاتم طائی نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے سخاوت کے اچھا فعل ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ مال تو صبح آتا ہے شام جاتا ہے اور بعد میں صرف اس کا تذکرہ اور یاد باقی رہ جاتی ہے، وہ کہتا ہے ؎

أَمَاوِيَ إِنَّ المَالَ غَادٍ وَرَائِحٌ

وَلَا يَبْقَى مِنَ المَالِ إِلَّا الأَحَادِيثُ وَالذِّكْرُ

ایک شاعر کہتا ہے کہ ؎

انما المَرْءُ حَدِيثٌ بَعْدَهُ

فَكُنْ حَدِيثًا حَسَنًا لِمَنْ وَعَى

شجاعت و جنگ پسندی

سخاوت کی طرح شجاعت کی فکر بھی عربوں کو رہتی تھی، اس کے لئے ان کو لڑائیاں لڑنی پڑتی تھیں، وہ یہ سننے کے لئے تیار نہ ہوتے کہ کمزوری دکھائی، ان کو اپنی آن کی بڑی فکر رہتی، اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے گریز نہ کرتے، بعض بڑی جنگیں ان کی

چھوٹی سی آن کے لئے ہوئیں، اور ان میں بے شمار آدمی مارے گئے، ان میں داحسؔ وغبراءؔ کی جنگ جو عبسؔ وذبیانؔ دو ہم جدّی قبیلوں میں ایک گھوڑدوڑ کے موقع پر ذراسی لاقانونی برتنے پر ہوئی، اور چالیس سال جاری رہی، اور اس طرح ایک بڑی جنگ بکرؔ وتغلبؔ دو بڑے قبیلوں کے درمیان ایک مہمان کی اونٹنی کے صرف زخمی کر دینے پر ہوئی، اور تقریباً نصف صدی جاری رہی، اور بے شمار لوگوں کا خون بہا، اور عربی شاعری میں اس کے واقعات کا خوب خوب تذکرہ ہوا، ایسی جنگ کے سلسلہ میں مشہور شاعر مہلہل بن ربیعہ کہتا ہے "دونوں خاندان مٹ گئے، ماؤں نے اپنی اولاد کھوئی، بچے یتیم ہوئے آنسو خشک نہیں ہوتے، لاشیں دفن نہیں کی جاتیں"۔

جنگوں کے تسلسل کی وجہ سے جنگ عربوں کا ایک ذوق ومزاج بن گئی تھی، اس لئے وہ تیاریاں کرتے، اسلحہ جمع کرتے، گھوڑے تیار کرتے اور ان سب کا مزے لے لے کر ذکر کرتے، شاعر کہتا ہے ؎

إِذَا المُهْرَةُ الشَّقْرَاءُ أَدْرَكَ ظَهْرُهَا

فَشَبَّ الإِلٰهُ الحَرْبَ بَيْنَ القَبَائِلِ

(یعنی جب گندمی رنگ گھوڑے کا بچہ جوان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قبائل کے درمیان جنگ کرادے)

جنگ کے نتیجے میں جو کامیابیاں ہوتیں یا حوادث پیش آتے اور تأثرات پیدا ہوتے ان کو اشعار میں بیان کیا جاتا، اور وہ اشعار بطور فخر ومباہات یا بطور اظہار تأثر خوب پڑھے جاتے، اور زبان زدِ عوام وخواص ہو جاتے، ان باتوں کی وجہ سے عربوں میں شاعروں کی اہمیت خاصی بڑھ گئی تھی، ان کی بڑی قدر ہوتی، ان کی خاطریں کی جاتیں، داد ودہش ہوتی اور ان سے خوف بھی کیا جاتا، دوسری طرف شاعر بھی اپنی طاقت خوب پہچاننے لگے وہ خوب

جائز وناجائز فائدے اٹھاتے کسی کو اعزاز تک پہونچاتے، کسی کو بے عزت کردیتے، تاریخ ادب میں اس کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

جوا، شراب اور زنا وغیرہ عرب معاشرے میں خصوصی طور پر داخل ہو گئے تھے، شرابوں کے اقسام اور بکثرت نام تھے، اور ان کی شاعری میں شراب کا ذکر بہت لطف اور فخر کے ساتھ کیا جاتا تھا، اور اس کو خوش عیشی کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا، ایک معروف شاعر مُنَخَّل یَشکری کہتا ہے، کہ "جب مجھے نشہ آتا ہے تو میں قصر خورنق وسدیر کے محلات کا مالک ہوتا ہوں، اور جب نشہ جاتا رہتا ہے میں معمولی بکریوں اور اونٹوں کا مالک رہ جاتا ہوں"۔

شراب میں اپنا مال اڑانا گویا بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا، اور شعراء اس کا ذکر کرکے فخر کرتے تھے، شراب کی باقاعدہ دوکانیں ہوتی تھیں، جبکہ دیگر اشیاء کی دوکانوں کا رواج نہ تھا، اسی لئے دوکان کے لئے عربی لفظ حانوت شراب خانہ ہی کا مطلب دیتا تھا، یہ دوکانیں برسرِ راہ ہوتی تھیں اور علامت کے طور پر ان پر پھریرا لہراتا تھا۔

جوا جاہلی زندگی میں بڑائی اور خوبی کی بات سمجھی جاتی تھی، اور اس میں شرکت نہ کرنا پست ہمتی اور مردہ دلی کی دلیل تھی، جوئے سے گریز کرنے والوں کو بخل اور تنگ دلی کے طعنے دیئے جاتے اور جوئے میں بے محابا شرکت کشادہ دلی وسخاوت سے تعبیر کیا جاتا تھا، حجر بن خالد نامی ایک شاعر اپنی بیوی سے اپنی لڑائی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "میں اگر مر جاؤں تو میرے بعد کم صفات والے انسان سے نکاح نہ کرنا، اور اس ذیل میں جوئے سے گریز کرنے والے کا ذکر کرتا ہے ؎

وَإِذَا هَلَكْتُ فَلَا تُرِيدِي عَاجِزًا ... غُسًّا وَلَا بَرَمًا وَلَا مِعْزَالَا

وَاسْتَبْدِلِي خَتَنًا لِأَهْلِكِ مِثْلَهُ ... يُعْطِي الْجَزِيلَ وَيَقْتُلُ الْأَبْطَالَا

جوئے کے سلسلے میں جھگڑے ہوتے اور لڑائی کی نوبت بھی آجاتی، عورتوں سے قانونی وغیر قانونی تعلقات کی کثرت جاہلیت کے عربوں کا خاص وطیرہ تھا، اپنی شاعری میں اس کا تذکرہ بھی خوب کرتے تھے، ایک بڑا جاہلی شاعر طرفہ بن العبد البکری اپنی زندگی کا مطمح نظر بناتے ہوئے کہتا ہے:۔

"اگر تین باتیں نہ ہوتیں جو کہ آدمی کی زندگی کا اصل راز ہیں تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہوتی کہ میرے ہمدرد میری زندگی سے مایوس ہو جائیں۔

ان میں ایک تو شراب کا جام ہے، جس کو میں نصیحت کرنے والوں کو بالکل نظر انداز کر کے لنڈھاؤں جو ارغوانی رنگ کا جھاگ دیتا ہوا ہو۔

اور دوسری بات کسی ایسے موقع پر جس میں کوئی زخمی انسان زمین پر پڑا مدد کا طالب ہو اس کی جان بچاؤں۔

اور تیسرے کسی محبوبہ سے بلند خیمہ میں لطف اٹھاؤں جبکہ موسم بارش و بدلی کا ہو۔"

جاہلی زندگی میں یہ عادتیں اور گمراہیاں ایسی رچ بس گئی تھیں کہ اسلام نے ان کے مٹانے کے لئے اپنی معنوی طاقت کے ساتھ ساتھ حکمت تدریج سے بھی کام لیا تھا، چنانچہ شراب کی حرمت میں تدریج اختیار کی، اور اس کے برتن دوسرے کاموں کے لئے بھی منع کئے۔

عورت

عورت مرد کے لئے مددگار اور معاون تھی، گھر کی رفاقت کے علاوہ جنگ میں بھی عموماً ساتھ جاتی، البتہ اس کا مرتبہ مرد کے مقابلے میں کم تھا، کیونکہ وہ زندگی کے مختلف کاموں میں مردوں کا کسی نہ کسی حد تک ساتھ دے سکتی ہے، لیکن جنگ میں وہ ہنر نہیں دکھا سکتی، جو مرد دکھاتا ہے،

دوسرے متعدد کاموں میں بھی مردوں کی برابری نہیں کرسکتی ہے، مختلف قبائل میں لڑکیوں کو باعث ذلت سمجھا جاتا تھا، اس لئے ان میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، یہ رواج خصوصی طور پر اسد اور تمیم کے بعض قبائل میں تھا، لیکن جاہلی دور ہی میں بعض ایسے رحمدل بھی تھے جنھوں نے اس رواج کو روکنے کی کوشش کی، مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ نے خاصی رقمیں صرف کرکے دو سو[۲] لڑکیاں زندہ درگور ہونے سے بچائیں، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے میں خوفِ فقر بھی ایک بڑا سبب تھا، قرآن مجید میں قتل اولاد سے منع فرماتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا ہے "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ" یوں زندگی کے اکثر کاموں میں عورتیں مردوں کی برابری کرتی تھیں، جب میدانِ جنگ میں جاتی تھیں تو وہاں ان کا کام اپنے مردوں کی ہمت بڑھانا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا ہوتا، عورتوں اور مردوں کے تعلقات کسی مذہب یا اخلاق کے پابند نہ تھے، اس سلسلے میں خودساختہ رواجوں پر عمل تھا، اور من مانی چلتی تھی، جنگ میں خواہ وہ محض ڈاکہ اور لوٹ ہو، حاصل ہونے والی عورتیں مال و متاع کی طرح سمجھی جاتیں اور باندی بنائی جاتیں، باقاعدہ تعلق کے لئے چار طریقے رائج تھے، بخاری شریف اور ابوداؤد شریف میں اس کا ذکر ملتا ہے...

غلام و باندی

باندی بنانے کا رواج دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح عربوں میں بھی تھا، وہ زور و زبردستی یا جنگ میں گرفتار کرنے کے ذریعہ ہوتا، اور خرید و فروخت کے ذریعہ قائم رہتا تھا، اسلام نے اس کو مختلف پابندیوں سے گھیر دیا، اور اس کے ختم کرنے کی مختلف شکلیں مقرر کیں، اور غلام و باندی کے مقام اور حقوق میں خصوصی اضافہ کیا، اسلامی اصول کے مطابق شرعی طریقہ سے

جہاد کے علاوہ دوسرے موقع سے حاصل ہونے والے مرد وعورتیں غلام و باندی نہیں بنائے جاسکتے، مزید یہ کہ جائز طریقہ سے بھی غلام و باندی بننے والوں کی آزادی کے لئے متعدد راہیں نکالیں۔

مذہب

بدوی عربوں میں بدویت جس قدر زیادہ ہوتی تھی، اسی قدر ان کا مذہب محدود اور اتھلا ہوتا تھا، بدوی شخص مذہبی معاملات میں گہرائی تک جانے والا اور غور وفکر کرنے کا عادی نہ تھا، سیدھے سیدھے جو بات اس کو معلوم ہوجاتی یا وہ جو سیکھ لیتا پختگی سے اس کا پابند ہوجاتا، دلیل اور تاویل کی اس کو ضرورت نہ پڑتی، اور اپنے مزاج اور نسلی خصوصیات کی بنا پر جس چیز کو وہ مانتا، اس پر وہ پوری طرح جمتا تھا، اور اس سے تغیر اس کے لئے آسان نہ ہوتا، یہی وجہ ہے کہ وہ عام طور پر اپنے قبیلے کے اعتقادات و رسوم کا سخت پابند ہوتا، اور ان کو چھوڑنا اس کے لئے مشکل ہوتا، وہ اس کے علاوہ دوسری باتوں کو بہت کم توجہ سے سنتا اور ان پر بہت مشکل سے ایمان لاتا تھا، اس کی اسی خصوصیت کی طرف قرآن مجید میں یہ اشارہ ملتا ہے "اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ" یہی وجہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں مذہب کی سب سے زیادہ سطحی شکل یعنی بت پرستی عام طور پر رائج تھی، اور اس کے علاوہ دوسرے مذاہب نسبتاً قلیل تعداد میں اور کمزور طریقے سے پائے جاتے تھے۔

جزیرۃ العرب میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بت پرستی کے علاوہ مشہور مذاہب میں سے چار مذہبوں کا ایک حد تک رواج تھا، اور وہ تھے،

عیسائیت[۱]، یہودیت[۲]، مجوسیت[۳] اور صابئیت[۴]۔

عیسائیت

عیسائیت عربوں میں رومی حکومت کے اثر و رسوخ سے آئی تھی، اور زیادہ تر شام اور شمالی نجد کے بعض قبائل میں، حیرہ کے حکمرانوں میں اور یمن کے علاقۂ نجران میں پائی جاتی تھی، نجران ان کا ایک مرکز بھی تھا جس میں ان کا بڑا گرجا اور دوسرے متعلق شعبے تھے، اور ان کے اثر سے عیسائیت جزیرۃ العرب کے بعض دوسرے باشندوں میں بھی پہونچی تھی۔

یہودیت

یہودیت یمن میں، مدینہ منورہ میں جو پہلے یثرب کہلاتا تھا، اس کے علاوہ مدینہ منورہ سے لے کر شام تک کے علاقے کی شاداب بستیوں میں پائی جاتی تھی، یہودی عام طور پر زراعت پیشہ یا صناع تھے، اور ان میں بہت سے لوگ سودی کاروبار کرتے تھے، اس لئے وہ بڑے شہروں اور زراعتی مقامات پر آباد تھے، مدینہ منورہ میں ان کے تین قبائل آباد تھے، بَنُو نَضِیر بَنُو قُرَیظَہ اور بَنُو قَینُقَاع، ہجرت کے بعد ان تینوں قبائل نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف پہونچائی، اور بربادی کے ذرائع مہیا کرنے میں بالکل دریغ نہیں کیا، حتیٰ کہ جب مسلمانوں نے ان کو مدینہ منورہ میں کچل دیا، یا نکال دیا، تب ان کو امن حاصل ہوا، مدینہ منورہ میں یہودیوں کا ایک تعلیمی مرکز بَیتُ المِدَارِس بھی تھا جس میں دینی تعلیم کا انتظام تھا، یمن کے یہودیوں نے نجران کے عیسائیوں کو مٹانے کی پوری

کوشش کی، اوران کو بڑی تکلیف پہونچائی۔

مجوسیت

مجوسیت عربوں میں بہت کم تھی، اور جو کچھ تھی وہ ایران کے اثر سے آئی تھی، نجد میں کندہ خاندان کے آخری بادشاہ نے ایرانی حکومت کے تعاون کو حاصل کرنے کے لئے مجوسیت اختیار کرلی تھی، مجوسیوں کا عقیدہ دوخداؤں پر ایمان لانے کا ہے، ایک خدائے نور، دوسرا خدائے ظلمات، ایک کو یزدان، دوسرے کو اہرمن کہتے ہیں، علامہ سید سلیمان صاحب ندویؒ کے نزدیک ان آیات میں جن میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات کے ضمن میں نور و ظلمات کا ذکر ملتا ہے، مجوسیوں کے عقیدہ کا رد اور اس کے بطلان کی طرف اشارہ ہے۔

صابئیت

صابئیت ایک مبہم سا مذہب ہے، جس کی صحیح تعیین و تشریح نہیں کی جاسکی، لیکن بہ حیثیت مجموعی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ مذہب ستارہ پرستی تھا، اور خیال ہے کہ یہ تقریباً وہی مذہب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تھا، عہد عباسی میں صابئیوں نے اپنے اس مذہب کو ترقی یافتہ اور عالمی بنانے کی کوشش کی اور انھوں نے اس کی ایسی شکل بنائی کہ جس میں اپنی ساری خرافات کے ساتھ ساتھ وہ موحّد اور اہل کتاب بھی معلوم ہوتے تھے، چنانچہ عہد عباسی میں بعض مشہور صابئی گزرے ہیں مثلاً ابواسحٰق صابی، جو ایک اچھا اہل قلم تھا۔

عہد جاہلیت میں بدمذہب ہوجانے کو صابئیت سے تعبیر کرتے تھے، اسی لئے اسلام لانے والے کو وہ لوگ اسلَمَ کے بجائے صبَا کہتے تھے، ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ سمجھے بوجھے مذہب کو چھوڑ کر کسی غیر واضح مذہب کو اختیار کیا گیا ہے۔

بُت پرستی

بقیہ اہل عرب کا مذہب بُت پرستی تھا، اور جزیرۃ العرب میں انہی کی اکثریت اور غلبہ تھا، عرب اوّل اوّل بت پرست نہ تھے، ان میں بت پرستی سب سے پہلے اس وقت آئی جب ان میں کا ایک شخص جس کا نام عمرو بن لحی تھا، ملک کے باہر کسی غرض سے گیا، وہ وہاں سے بُت پرستی دیکھ کر اور پسند کر کے واپس آیا، اس نے بت پرستی کی ابتداء کی، جو آہستہ آہستہ سارے عرب میں پھیل گئی، قبیلے قبیلے میں بُت نصب ہوتے اور بُت خانے بنتے چلے گئے، کعبہ چونکہ پورے عرب کا مقدس عبادت خانہ تھا، اس لئے ہر قبیلے نے اپنے مخصوص بُت کو وہاں رکھنا ضروری سمجھا، اس طرح پر کعبہ بتوں سے بھر گیا، کعبہ میں بتوں کی تعداد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتائی جاتی ہے، اور یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ بُت مختلف قبائل کے دیوتاؤں کی نمائندگی کرتے تھے، عمرو بن لحی نے جو بت لاکر مکہ میں نصب کیا تھا، اس کا نام ہبل تھا، اور بتایا جاتا ہے کہ بنی اسمٰعیل میں بُت پرستی اس طرح آئی کہ ان میں سے کوئی شخص جب مکہ سے ہجرت کرتا تو اپنے ساتھ احتراماً و تقدیساً کعبہ کا ایک پتھر لے لیتا اور مکہ کے باہر اس کی عبادت کرتا اور اس کا طواف کرتا لیکن بعد کی نسلوں نے پتھروں کی عبادت مستقل مذہب بنالیا، اور پھر ان کی بُت پرستی پتھروں ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ بہت وسیع طریقوں سے عام ہوگئی، بعض لوگ اپنے جذبۂ عبادت کی تسکین ہر جا و بیجا چیز کی عبادت کر کے کرلیا کرتے تھے، ہر قبیلے

نے اپنا بت الگ کرلیا تھا، سفر سے پہلے اس کے افراد کعبہ میں اسی بت کے پاس جا کر عبادت کرتے تھے، عدنانی قبائل کے تین بڑے بت تھے، ایک کنانہ و قریش کا مشترک بت عُزّیٰ، دوسرا قریش کا خاص بت ہُبَل، تیسرے ثقیف کا بت لَاتْ، قریش کا اصل بت ہُبَل تھا، وہ کعبہ کے اندر نصب تھا، اور قرب و جوار کے بتوں میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا، وہ عقیق سرخ کا بنا ہوا تھا، اور شکل انسان کی تھی، دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا تھا جس کو قریش نے سونے کا بنا کر لگا دیا تھا، قریش و کنانہ کا مشترک بت عزیٰ تھا، عزیٰ مکہ سے ایک رات کی مسافت کی دوری پر مقام نخلہ میں ایک درخت تھا، النخلہ اس علاقے میں دو تھے، ایک النخلۃ الشامیۃ، دوسرے النخلۃ الیمانیۃ، مذکورہ النخلہ، النخلۃ الشامیہ کہلاتا ہے، قبیلۂ ثقیف کا بت لات تھا، جو طائف میں نصب تھا، اوس و خزرج وغیرہ کا بت مناۃ تھا، جو مقام قُدَید میں نصب تھا، قدید مکہ و مدینہ کے درمیانی راستہ پر ایک شاداب گاؤں تھا۔

کعبہ کے سامنے زمزم کے پاس اساف و نائلہ دو مشہور بت تھے، ان کے علاوہ مکہ میں ایک اور چھوٹا بت تھا جس کو مناف کہا جاتا تھا، ان بتوں کے علاوہ جزیرۃ العرب کے دوسرے مختلف قبائل میں حسب ذیل خاص خاص بت متعین تھے، یمن میں اہل جرش کا یغوث خیوان میں حمدان کا یعوق، قبیلۂ ذوالکلاع حمیری کا نسر دومۃ الجندل میں، ہذیل کا سُوَاعُ بتوں کی عبادت سیٹی اور تالیاں بجا کر ہوتی تھی، قرآن مجید میں ہے "وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً" بعض بتوں کا طواف ہوتا، ایسے بت دُوار کہلاتے تھے، بتوں کے لئے قرآن مجید میں اصنام، اوثان اور تماثیل تین الفاظ عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، اصنام صنم کی جمع ہے جس کے معنی لغت کے مطابق عبادت کیجانے والی مورتی کے ہیں، اور اوثان وثن کی جمع ہے جس کے معنی عبادت کئے جانے والے پتھروں کے ہیں اور تماثیل تمثال کی جمع ہے جس کے معنی شکل و مجسمہ کے ہیں

آلہتہ کا لفظ الہ کی جمع ہے جس کے معنی برتر اور لائق عبادت ذات کے ہیں جس کو اردو میں معبود کے لفظ سے ادا کیا جاتا ہے، مشرک عرب اپنے بتوں کو آلہتہ کہتے اور سمجھتے تھے۔

عربوں کو بتوں کی ایسی عادت ہوگئی تھی کہ جب کوئی بت نہیں ملتا، یا سفر میں ہوتے تو کسی بھی چیز کا بت بنا لیا کرتے، مثلاً ریت پر بکری کا دودھ ڈال کر گولہ بنا لیتے اور بعض تو پیشاب سے یہ کام لیتے اور کام نکال کر پھینک دیتے، کبھی مٹھائی کا بنا لیتے اور بعد میں کھا لیتے کلبی کا بیان ہے کہ کوئی شخص سفر میں کسی نئے مقام پر اترتا تو چار پتھر لے آتا اور جو پتھر اچھا معلوم ہوتا اس کو معبود قرار دے دیتا، وہ بتوں کو...... محدود طاقت و قدرت کے خدا سمجھتے تھے، اصل اور سب سے بڑی قدرت کا مالک وہ بھی اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے لیکن اس کی قدرت و خدائی میں اپنے بتوں کو شریک و معاون اور نمائندہ سمجھتے تھے، قرآن مجید کی متعدد آیات کے بیان سے اس کی شہادت ملتی ہے، بتوں کے علاوہ فرشتوں اور جنوں کی پرستش بھی کرتے تھے، کلبی کا بیان ہے کہ قبیلۂ خزیمہ کی ایک شاخ بنو ملیح تھی، جو جنوں کو پوجتی تھی، فرشتوں کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اس لئے ان سے شفاعت کے طلبگار رہتے، ان کی پرستش کرتے اور ان کو وسیلہ بناتے، اس کے علاوہ بعض بعض قبائل میں ستارہ پرستی بھی تھی، صاعدؔ کی روایت ہے کہ قبیلۂ حمیر آفتاب کی پرستش کرتے کنانہ کا قبیلہ چاند کا پرستار تھا، بنو تمیم دَبرَانْ ستارہ کی، لخم و جذام مُشتری کی، قبیلہ طے سُہیل کی، بنو قیس شِعریٰ اور بنو اسد عطارد کی پرستش کرتا تھا۔

بنی حنیفہ نے اپنا ایک بت حَیْس (کھجوروں اور گھی سے ملا کر بنایا ہوا) سے بنا رکھا تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے، ایک سال جب قحط پڑا تو وہ اس کو نوش کر گئے، چنانچہ ایک شاعر ان کی نسبت کہتا ہے ؎

اَكَلَتْ حَنِيفَةُ رَبَّهُم ۔۔۔ عَامَ التَّقَحُّمِ وَالمَجَاعَة

لَمْ يَحْذَرُوا مِنْ رَبِّهِمْ ۔۔۔ سُوءَ العَوَاقِبِ وَالتَّبَاعَة

(بنی حنیفہ نے قحط سالی کے ایام میں اپنے رب کو کھالیا اور اپنے خدا کا مطلق اندیشہ نہ کیا کہ انجام کار انھیں کیا سزا ملے گی۔)

معاشی زندگی

عربوں کے معاش کا کوئی خاص ذریعہ نہ تھا، ان کی پس ماندگی نیز زمین کی عمومی خشکی کی وجہ سے ان کے لئے صنعت وزراعت کے کوئی خاص مواقع نہ تھے، وہ اپنے خاص ذہن کے باعث کاروباری کاموں، پیشوں کو معیوب سمجھتے تھے، ان کے بدوی نظام میں ان کی زندگی کی ضروریات عام طور پر اونٹ، کھجور اور تالابوں اور چشموں کا پانی ان کی زندگی کے لئے کافی ہوتا تھا، اور اگر باہر کی یا متمدن علاقوں کی کسی چیز کی ضرورت پڑجاتی تو اس کے حصول کے لئے اپنی طبیعت کے مطابق کوئی ذریعہ اختیار کرلیتے تھے، اس لئے جزیرۃ العرب کے جن علاقوں میں عرب بدویانہ زندگی گذارتے ہوتے وہاں باقاعدہ کوئی تجارتی نظام نہ ہوتا، اس طرح کا باقاعدہ نظام جنوبی اور جنوب مغربی اور قدرے شمالی خطوں میں تھا، جن میں حضرموت، یمن کے ملک اور حجاز کے بعض شہر واقع ہیں، اور وہ جزیرۃ العرب کے متمدن علاقے سمجھے جاتے تھے، کسب معاش کا کوئی باقاعدہ نظام نہ ہونے کے باعث بدوی عربوں میں خانہ بدوشی اور صحرانوردی کا چلن ہوا، خشک اور غیر شاداب خطوں کی تلاش میں ان کو وقتاً فوقتاً اپنی جگہیں بدلنی پڑتی تھیں، اور عرب کی بے دریا اور کم پانی والی زمین ہر علاقہ میں اور ہر زمانہ میں پانی اور سرسبزی مہیا نہ کرسکتی تھی، چنانچہ مناسب

جگہوں کی فکر میں رہنا پڑتا تھا، اور جب اس سے بھی کام نہ چلتا تو پھر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے لوٹ مار کا طریقہ اپنانا ہوتا، بالآخران کی زندگی میں لوٹ مار معیوب نہیں رہی۔

میلے

بدوی عربوں میں اپنی مختلف ضروریات کے تبادلہ اور خرید و فروخت کا یوں تو کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا، البتہ اس طرح کی ضروریات کو رفع کرنے کے لئے ایک کاروباری انتظام تھا، اور وہ نظام میلوں کا تھا جس کو عرب اسواق العرب کا نام دیتے تھے، یہ میلے جزیرہ کے مختلف حصوں میں سال میں ایک بار لگا کرتے تھے، ہر میلے میں اس کے قرب وجوار کا مال آکر بکتا تھا، اور جب تک میلہ قائم رہتا ایک جشن سا قائم رہتا تھا، کتابوں میں اس طرح کے میلوں کی تعداد تیرہ بتائی جاتی ہے، ان کی ترتیب بھی ایسی تھی کہ جزیرۃ العرب کے مختلف آباد خطوں میں ایک حلقے کی طرح پھیلے ہوئے تھے، اس طرح پر کہ کوئی شخص چاہتا تو سال بھر میں میلوں میلوں جزیرۃ العرب کا پورا چکر لگا سکتا تھا، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) **دومۃ الجندل** (بمقام جوف شمالی نجد) یہ میلہ یکم ربیع الاول سے نصف ربیع الاول تک لگتا تھا۔

(۲) **مشقر** (حضرموت) یہ میلہ یکم جمادی الاخری سے مہینہ کے آخر تک لگتا تھا۔

(۳) **صُحار** (حضرموت) یہ میلہ یکم رجب سے پانچ رجب تک لگا کرتا تھا۔

(۴) **دُبا** موجودہ امارات عربیہ متحدہ۔ (رأس الخیمہ) یہ میلہ آخر رجب میں لگا کرتا تھا۔

(۵) **شحر** (حضرموت) یہ میلہ نصف شعبان میں تقریباً اس پہاڑ کے نیچے لگتا تھا جس کے اوپر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر بتائی جاتی ہے۔
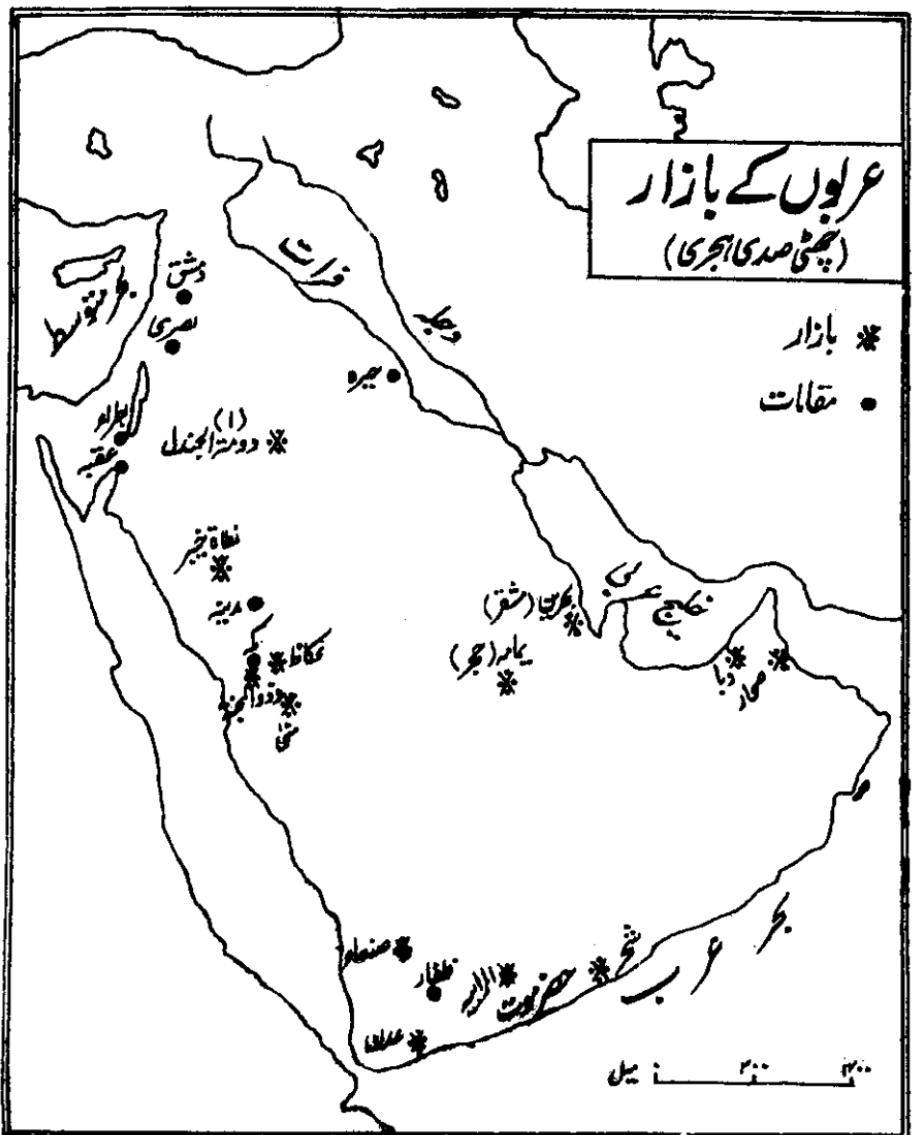
(۶) عدن (جنوبی یمن) یہ میلہ یکم رمضان سے دس رمضان تک لگا کرتا تھا۔

(۷) صنعاء (شمالی یمن) یہ میلہ نصف رمضان سے آخر رمضان تک لگا کرتا تھا۔

(۸) الرابیہ (حضرموت) یہ میلہ پندرہ ذلیقعدہ سے آخر ذلیقعدہ تک لگا کرتا تھا۔

(۹) عکاظ جزیرۃ العرب کا سب سے اہم اور مشہور میلہ یہ بھی رابیہ کی تاریخوں میں یعنی نصف ذیقعدہ سے آخر ذیقعدہ تک لگا کرتا تھا۔

(۱۰) ذو المجاز (نزد شہر مکہ) یہ میلہ یکم ذی الحجہ سے آٹھ ذی الحجہ یعنی یوم الترویہ تک لگا کرتا تھا۔

(۱۱) منیٰ (نزد مکہ) یہ میلہ ایام حج میں لگا کرتا تھا۔

(۱۲) نطاۃ (خیبر) یہ میلہ دس محرم الحرام سے آخر محرم تک لگا کرتا تھا۔

(۱۳) حجر (یمامہ نزد ریاض) یہ میلہ بھی دس محرم سے آخر محرم تک لگا کرتا تھا۔

عکاظ

عکاظ کے میلے میں ایک بہت بڑا بازار لگا کرتا تھا، اور اس میں مختلف قبائل عرب میں سے مختلف طبقوں کے لوگ آکر شریک ہوا کرتے تھے، اور تجارت و کاروبار کے ساتھ ساتھ ادبی و علمی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں، جن میں بڑے بڑے شعراء اپنا کلام سناتے، حَکَم ان قصائد کے حسن و قبح کے متعلق رائے دیتے، اس کا ایک مشہور حکم دور جاہلیت کا ایک مشہور شاعر نابغہ ذبیانی تھا، اس میلہ میں خاص طور پر جو قبائل شریک ہوتے ان میں قریش، ہوازن، غطفان، عقیل، مصطلق بتائے جاتے ہیں، سوق عکاظ مکہ مکرمہ سے شمالی رخ سے جانیوالے راستہ پر واقع اس مقام کے قریب لگا کرتا تھا، جسکو آج کل الحویۃ کبیر کے نام

عربوں کے بازار
(چھٹی صدی ہجری)
بازار
مقامات
بحر متوسط
دمشق
بصریٰ
فرات
دجلہ
حیرہ
(۱)
دومۃ الجندل
عقبہ
نطاۃ خیبر
مدینہ
مکہ
عکاظ
ذوالمجاز
منیٰ
بحرین (مشقر)
یمامہ (حجر)
خلیج عرب
صحار
دبا
صنعاء
ظفار
الرابیہ
حضرموت
شحر
عدن
بحر عرب
میل

سے موسوم کرتے ہیں، اس میں ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام دینے تشریف لے گئے تھے۔

اسلام کے آنے کے بعد اکثر میلے مٹ گئے اور عکاظ بھی ختم ہو گیا، البتہ اسلام کے شروعِ زمانے میں بنی امیہ کے عہد آخر تک عکاظ کا بدل بصرہ میں مقام مرِبَد بنا، یہاں بڑے بڑے شعراء آتے اور اپنا کلام سناتے، اور یہیں پر جریر و فرزدق کی معرکہ آرائی رہتی۔

کہانت

عربوں میں کہانت یعنی علم غیب کی باتیں بتانے کا بھی ایک سلسلہ تھا، بعض مرد اور بعض عورتیں یہ کام کرتی تھیں، اور ان کی شہرت ہو جاتی تھی، عرب چونکہ اکثر جاہل تھے ان کے پاس آتے اور اپنے کسی اہم کام یا سفر کے سلسلہ میں مشورہ لیتے کہ خیر رہے گی یا خطرہ، یہ کاہن یا کاہنہ عموماً مقفّٰی و مسجّع عربی میں مختصر جوابی جملے کہتے، جن سے سائل کچھ مطلب نکال لیتا، اور اس طرح غلط مطلب نکلنے پر بھی کاہن ذمہ داری سے بچ جاتا، یہ کاہن اصلاً نجومیوں کا طریقہ اختیار کرتے تھے، جنوں اور شیاطین سے مدد لیتے، اور اس سلسلہ میں ان کے جو ٹونے ٹوٹکے ہوتے کرتے تھے۔

ان کے جملوں سے کبھی صحیح مطلب بھی نکلتا، مثلاً بعض جملے ان کے ایسے سنے گئے جن سے غزوۂ بدر میں قریش کی شکست و مصیبت کی پیشین گوئی ہوتی تھی، مثلاً یہ جملہ کہ "أدرما أدر يوم عقر ونحر" میں جانوں میں کیا جانوں وہ دن جو کاٹنے اور ذبح کرنے کا ہے۔

جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا، اور کفار پریشان ہوئے تو کاہنوں کے مسجع و مقفّٰی جملوں کو سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ قرآن بھی کہانت ہے، لیکن پھر

خود ہی اس کی تردید کر دی، کیونکہ سوائے کچھ مسجع و مقفیٰ ہونے میں تھوڑی مماثلت کے اور دوسری مماثلت نہ تھی، عربوں کے جاہل ہونے کی بناء پر ان پر کاہنوں کا بڑا اثر تھا۔

فال

کہانت ہی سے تعلق کی ایک بات عربوں میں فال خوب و بد لینے کی بھی تھی، وہ بعض وقت تیروں سے اور بعض وقت پرندہ کو اڑا کر اور بعض وقت اچانک کان میں پڑنے والے الفاظ سے یا اچانک نظر آنے والی چیزوں سے لیتے تھے، فال کے لئے متعدد تیر ہوتے تھے، اور وہ ان کو اَزْلَام کا نام دیتے تھے، قرآن مجید میں ازلام سے یہ کام لینے پر شدید تنکیر آئی ہے، ازلام میں سے کسی پر ہاں لکھا ہوتا، کسی پر نہیں اور کوئی خالی ہوتا، وہ ان کو پھینکتے اور اٹھاتے تھے، اور فال نکالتے، حضرت سراقہ بن جعشم نے بھی قبل اسلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جب تعاقب کیا تھا، اور اس کے بار بار پیر دھنسنے تو وہ تیروں سے فال نکالتے تھے، ازلام کا عربوں میں بہت غلو کے ساتھ رواج تھا۔

پرندے سے فال نکالنے کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑایا جاتا اور دیکھا جاتا کہ کس رخ پر اڑتا ہے کہ اگر دائیں طرف اڑا تو سانح کہلاتا اور اچھی فال کہی جاتی، اور اگر بائیں طرف اڑتا تو بری فال لی جاتی، اور بارح کہلاتا

عرب شاعری میں دونوں طریقوں کے فال کا خاصا تذکرہ ملتا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بات سے اچھا مطلب نکالنے کی اجازت تو دی ہے، لیکن برا مطلب لینے سے ممانعت فرمائی ہے۔

عقل و دانائی

عرب باوجود جاہل ہونے کے اچھے ہوش وگوش کے لوگ تھے، بے پڑھے انسانوں میں جو عقل ودانائی ہوسکتی ہے، وہ ان میں بھی تھی، اور بعض بعض تو امتیازی حیثیت رکھتے تھے، ایسے افراد کے پاس لوگ جھگڑوں یا سنجیدہ مشوروں کے لئے جاتے تھے، اوران کے فیصلہ کو آپس میں جھگڑا کرنے والے لوگ مان بھی لیتے تھے، یہ افراد حکم کے نام سے موسوم کئے جاتے ان میں سے ایک حکم کا نام عامر بن الظرِب تھا، ان کا یہ دلچسپ واقعہ بھی منقول ہے کہ جب وہ بوڑھے ہوئے اور بھول کا اثر فیصلہ پر پڑنے لگا تو اپنی بیٹی کو یہ سکھایا کہ جب میں کسی کے فیصلہ کے لئے بیٹھوں تو تم پس پردہ سب باتیں سنا کرو، اور جب مجھ سے بھول ہوتے سنو تو ڈنڈا بجا دو میں ہوشیار ہو جاؤں گا اور فیصلہ کو درست کروں گا، اس بات پر عربی میں کہاوت چل گئی کہ "إن العصا قرعت لذی الحلم" (ڈنڈا صاحبِ عقل کے لئے بجایا جاتا ہے) یعنی بے عقل کو ڈنڈا بجا کر بھی عقل نہیں سکھائی جاسکتی۔

قیافہ شناسی

عربوں کے ذہین وتجربہ کار لوگ قیافہ شناسی کرتے، خاندان وقبیلہ کا اندازہ پیر کے نشان سے بلکہ بعض وقت بڑھن میں منہ لگنے کی بو یا جسم کی بو سونگھ کر خاندان کا اندازہ کر لیتے تھے، اس سلسلہ میں متعدد دلچسپ واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں اونٹ کی مینگنی سے اس کا پتہ چلا لیا تھا، کہ ان اونٹوں کے پیٹ میں فلاں جگہ کی کھجوریں قریبی وقت میں گئی ہیں، اور اس سے دشمن کے قریب یا دور ہونے کا اندازہ لگایا تھا۔

کتابوں میں قیافہ شناسوں کے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں، مثلاً ایک نظر سے دیکھ کر فاصلہ پر ریت میں دفن کئے جانے والے مال کی جگہ بتادی، پانی کے برتن میں پانی پیتے وقت یہ بتادیا کہ اس سے قبل کس طرح کے شخص نے پانی پیا تھا، کسی علمی کمزوری یا صفت سے یا معمولی نشانِ قدم سے قبیلہ کا پتہ چلالیا۔

متمدن عرب

عربوں میں تمدن جیسا کہ گذشتہ صفحات سے اشارہ ملتا ہے، جزیرۃ العرب کے جنوبی، جنوب مغربی اور کچھ مغربی ساحلوں اور علاقوں میں تھا، جنوب مغربی کونے پر شادابی اور زرخیزی کی کثرت کی وجہ سے عام طور پر دولت اور ذرائع دولت کی کثرت رہی ہے، اس کی وجہ سے تمدن بھی ممتاز رہا ہے، اور ان سے یہاں کے عربوں نے مختلف ادوار میں خاصا فائدہ بھی اٹھایا، جس کی مثالیں ہمکو سبا اور ان کے معاصرین پڑوسیوں اور بعد کے زمانہ میں ملتی ہیں، ان کے علاوہ جزیرۂ نما کے مختلف ساحلی اور شاداب مقامات پر بھی اس کے کچھ نہ کچھ نمونے ملتے ہیں، متمدن عرب شہروں میں بستے اور وہیں قیام رکھتے، تجارت یا زراعت پر زندگی گزارتے... کچھ صنعت بھی رکھتے، متمدن عربوں میں سیاسی نظام زندگی بھی تھی، جزیرہ نما کے مختلف حصوں میں انھوں نے متعدد حکومتیں قائم کیں، جس کا تاریخ میں خاصا تذکرہ ملتا ہے، اس کی قدرے وضاحت آگے کے صفحات میں ملے گی۔

عربوں میں تجارت و حکومت دراصل متمدن عربوں ہی میں تھی، ان دونوں کا تذکرہ مستقل علیحدہ طور پر کیا جائے گا۔

ثقافت وادب

جاہلی دور میں عربوں کی ثقافتی زندگی کچھ زیادہ وسیع نہ تھی، ان کی ثقافت وعلم کا انحصار صرف زباندانی وشاعری وامثال اور کہانیوں پر تھا، سچ پوچھئے تو یہی ان کی فکری زندگی کا دائرۂ عمل تھا، علم و فلسفے کا ان کی زندگی پر کوئی اثر نہ تھا، اس کی وجہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، یہ تھی کہ ان کی ابتدائی اجتماعی زندگی تہذیب وتمدن سے بہت دور اور دوسری قوموں سے مستفید ومتأثر ہونے سے بالعموم محروم تھی، ایسے میں علم وتعلیم و فلسفے کا کیا گذر ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں پڑھے لکھے لوگ خال خال نظر آتے تھے، اور جو بھی لکھنے پڑھنے والا پایا جاتا تھا وہ باہر سے سیکھ کر آیا ہوتا تھا جس کی گنجائش جزیرۃ العرب کی مخصوص زندگی میں بہت کم ہوتی تھی، پڑھے لکھے آدمی کو اس وقت کی اصطلاح میں کاتب کہتے تھے، اس میں شبہ نہیں کہ ان میں زبانی علم اچھا خاصا تھا جس کا تعلق پڑھنے لکھنے سے نہ تھا بلکہ صرف روایت وحفظ سے تھا، اس علم کا دائرہ بھی محدود تھا، اور یہ جزیرۃ العرب میں ان کی مخصوص زندگی کے ساتھ ساتھ وابستہ تھا، لہذا ان میں انساب کو جاننے والے موسمیاتی تبدیلیوں اور اثرات کو سمجھنے والے ہوتے تھے، موسمی عوامل اور ہواؤں کے اثرات کو وہ لوگ اَنْوَاء سے تعبیر کرتے تھے جیسا کہ حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے، حضور صلے اللہ

علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی یہ کہے کہ "مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا"۔ اس کے علاوہ تاریخ وطب سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے پائے جاتے تھے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان کی واقفیت اس قدر ابتدائی اور سادہ تھی کہ ان میں سے کسی واقفیت کو بھی مستقل علم کہنا مشکل تھا، اور جہاں تک تجربہ ومشق کا تعلق تھا تو اس سلسلہ میں اپنی حس اور اپنی سمجھ سے انھوں نے کافی فائدہ اٹھایا، ریگستانوں میں پانی سونگھ لینا، پہاڑوں پر چھپے سے خفی نشاناتِ قدم پہچان لینا، صورت اور گفتگو سے نسل وقبیلہ کی شناخت کر لینا ان کے بہت سے لوگوں میں پایا جاتا تھا، لیکن بہرحال ان کی ثقافت کے بنیادی عناصر جن پر ان کے ادب میں زیادہ زور ملتا ہے، وہ یہی چار عناصر تھے، یعنی زباندانی، شاعری، امثال اور کہانیاں، انہی کی تھوڑی تشریح آئندہ سطور میں کی جاتی ہے۔

زباندانی

عربی زبان سارے عرب میں بولی و سمجھی جاتی تھی، البتہ علاقوں علاقوں اور قبیلوں قبیلوں میں کچھ فرق تھا، یہ اختلاف نصف شمالی اور نصف جنوبی جزیرۃ العرب کے مابین زیادہ تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں حصوں کی پڑوسی قومیں بالکل جدا تھیں، جن کا تھوڑا بہت اثر پڑتا رہتا تھا، بقیہ یوں عام طور پر قبیلے قبیلے میں زبان کے اختلافات معمولی تھے، اور وہ یہ کہ بعض وقت کسی قبیلہ میں کچھ مخصوص الفاظ رائج ہوتے اور دوسرے قبیلہ میں انہی معنوں کے لئے دوسرے الفاظ رائج ہوتے، لیکن یہ سب الفاظ عربی کے الفاظ تھے، اس طرح پر عربی زبان کافی وسیع ہوگئی تھی، یہ زبان کئی سو سال کے بعد مدوّن وجمع کی گئی، کیونکہ ایک عرصہ تک عربوں نے اپنی قوت حافظہ کے اعتماد پر

زبان کی جمع و ترتیب کو ضروری نہ سمجھا، اس تاخیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ عہد عباسی اول میں جب
زبان کو مرتب و جمع کیا جانے لگا تو اس کو پوری طرح سمیٹنا اور جزیرۃ العرب کے مختلف
حصوں سے مکمل طور پر حاصل کرنا مشکل ہوگیا، لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ بقول محققین عربی زبان
کے ذخیرے کا چوتھائی حصہ جمع کیا جا سکا۔

جزیرۃ العرب میں حجاز و نجد کی عربی سب سے زیادہ فصیح تھی، اوران میں قریش اور
بالائی ہوازن اور نشیبی تمیم کی زبان فصیح تر سمجھی جاتی تھی، بنو سعد کہ جن کی ایک فرد حضرت
حلیمہ سعدیہ تھیں، قبیلۂ ہوازن سے تھے، اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فصاحت
کے سلسلے میں ایک موقع پر اپنے متعلق فرمایا کہ میں قریشی ہوں اور بنی سعد میں میں نے
تربیت پائی، مذکورہ بالا قبائل کا علاقہ عموماً مکہ اور اس کے شمال و مشرق کا علاقہ تھا۔

زبان میں دوسرے اختلافات کے ساتھ متعدد حروف الفاظ کی ادائیگی کا بھی
اختلاف تھا، اور وہ یہ کہ بعض بعض حروف کے نطق میں بعض بعض قبائل تصرف کرتے
تھے، مثلاً بنو تمیم ہمزۂ ابتداء کو "عین" میں تبدیل کردیتے تھے جیسے "اَسْلَمَ" کے بجائے عَسْلَمَ۔

بنو ہذیل "ح" کو "ع" بنا دیتے تھے جیسے "حرب" کے بجائے "عرب"۔

بنو قضاعہ "ی" کو "ج" کر دیتے تھے جیسے "تمیمی" کے بجائے "تمیمج"

بنو سعد "ع" کو "ن" سے بدل دیتے تھے جیسے "اَعْطیٰ" کے بجائے "اَنْطیٰ"۔

بنو تمیم حرف "گ" بھی بولتے تھے، حالانکہ یہ عربی میں صحیح نہیں ہے۔

ربیعہ و مضر نامی قبائل مؤنث میں "ک" خطاب کے بعد "ش" بڑھاتے تھے جیسے "علیك"
کے بجائے "علیکش" اور "ج" کو "گ" میں تبدیل کر دیا کرتے تھے۔

تقریباً یہی تغیر مصر کے باشندے بھی کرتے ہیں، البتہ ان میں اتنی بات زیادہ ہے کہ

وہ "ق" کو بھی ہمزہ میں تبدیل کر دیتے ہیں جیسے "یقول" کے بجائے "یئول" اور حضرموت کے باشندے "ق" کو "گ" سے تبدیل کر دیتے ہیں، جیسے "قال" کے بجائے "گال" حضرمیوں کی اس عادت کا اثر جزیرۃ العرب کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیل چکا ہے، اس وقت حجاز کے بھی بہت سے باشندے "ق" کو "گ" سے بدل دیتے ہیں، اور نجد میں اب بھی اس بات کا رواج ہے کہ وہاں کے بعض قبائل "ک" کو "چ" سے بدل دیتے ہیں جیسے "کیف" کے بجائے "چیف" لیکن ان سارے فروق کے باوجود جب اہتمام سے کسی حرف کا نطق کریں گے تو وہ عموماً صحیح ادا کریں گے، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے متعدد لہجات میں نازل فرمایا، لیکن اس کا اصل لہجہ وہ ہے جو قریش کے ساتھ مخصوص تھا، آخر میں صحابۂ کرامؓ نے یہ طے فرمایا کہ قرآن مجید کے قریشی لہجے والے نسخے کی ہی تعمیم و ترویج کی جائے، لہٰذا قرآن مجید کا موجودہ لہجہ قریش کا لہجہ ہے، اور اس برکت واثر سے ساری عربی ہی قریشی عربی بن گئی، عربی لہجات سے مراد عربی زبان کی ذیلی شکلیں مراد لی گئی ہیں۔

شاعری

عربوں کا ادب اصلاً ان کی شاعری تھی، اور اس شاعری کو ان کے یہاں وہ اہمیت حاصل تھی، جو شاید ہی اس کو کسی دوسری قوم میں حاصل ہو عربوں کی فکری و ثقافتی زندگی کا وہ اصل خزانہ و سہارا تھی، ان کو شاعری سے بڑا شغف تھا، اور اس میں بڑی مہارت تھی، جاہل سے جاہل عرب شعر فہمی میں مستند تھا، یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے ہر عرب کو علی الاطلاق مستند سمجھا جاتا ہے، عرب اپنی شاعری میں اپنی محدود زندگی کے خدوخال کو نہایت اچھے پیرایوں میں اور نہایت سچے طرز میں پیش کرتے تھے ان کی تعبیرات واسلوب

میں برجستگی وسلاست اور بے تکلفی پائی جاتی تھی، اور وہ انھیں چیزوں کو اپنی شاعری کا اصول سمجھتے تھے، لہذا جو لوگ بتکلف شاعری کرتے تھے وہ بھی ایسا ہی طرز اختیار کرتے تھے جس میں بے تکلفی، برجستگی، فصاحت اور سلاست ہی نمایاں ہو، عربوں نے اپنے جذبات، احساسات قومی خصائص، علاقائی حالات اور اپنے واقعات و تأثرات کو پیش کرنے اور ان کی عکاسی کرنے کے لئے شاعری کو سب سے بڑا ذریعہ سمجھا، اور چونکہ ان کی زندگی میں علمی یا عملی مصروفیات کی وہ شکلیں نہ تھیں، جو ان کے ذہنوں کو اکثر اوقات مشغول رکھتیں اس لئے ان کو اپنے معاملات اور اپنے گردوپیش پر غور کرنے کا وقت خاصا ملتا تھا، اور اس کے نتیجہ میں تاثرات کے پیدا ہونے اور ظاہر کرنے کا موقع ملتا تھا، یہ موقع عملی طور بشکل جود وضیافت یا جنگ وجدال کی صورت میں اور نظری طور پر بصورت شاعری ظاہر ہوتا تھا، اس کے نتیجہ میں شاعری ان کی پوری زندگی کا آئینہ بن گئی، اس لئے عربوں کو مختلف حیثیتوں سے سمجھنے کے لئے ان کی شاعری کا مطالعہ عام طور پر کافی ہوتا ہے، شاعری کے متعلق یہ مشہور مقولہ ہے کہ الشعر دیوان العرب یعنی شاعری عربوں کی ڈائرکٹری یا بیاض کی حیثیت رکھتی ہے، شاعری کی اس اہمیت کی وجہ سے عربوں نے اس سے بڑی دلچسپی لی اور اس کو بڑی ترقی دی، اگرچہ یہ ترقی صرف ان کی اسی محدود زندگی کے دائرے میں تھی، جو وہ گزارتے تھے، شاعری پر عربوں کی توجہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاعری کے عناصر اساسیہ یعنی فصاحت، طاقت اور تاثیر کے لحاظ سے عربوں کی شاعری نے بڑا امتیاز حاصل کیا، وہ اتنی مؤثر ثابت ہوئی کہ اس نے بعض وقت وہ خدمات انجام دیں جو جنگوں سے اور بڑے بڑے استدلالات سے اور زرکثیر سے بھی نہیں انجام دی جا سکتی تھیں، قبیلوں کو ان کی جنگوں میں جوہر دکھانے کا جذبہ و حوصلہ دیا، متحارب قبیلوں میں صلح کی راہیں ہموار کیں، معزز قبیلوں کو ذلیل کیا، اور بدنام قبیلوں کو معزز کر دیا، اور اسی طرح

اشخاص کی ذلت کو عزت میں اور عزت کو ذلت میں تبدیل کر دیا، شاعری کے ان اثرات کی مثالیں عرب تاریخ میں متعدد ہیں، مثلاً جریر شاعر نے بنو نمیر کی شہرت کو بگاڑنا چاہا تو وہ حسب ذیل شعر سے اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوا اس سے ان کا ایسا سر نیچا ہوا کہ وہ برسوں اپنی اس بدنامی کے اثر کو دھو نہ سکے ؎

فَغُضَّ الطَّرْفَ اِنَّكَ مِنْ نُمَيْرٍ

فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابَا

بنو انف الناقہ، انف الناقہ کے لقب پر چڑھائے جاتے تھے، اور جواب نہیں دے پاتے تھے، ان کی اس ذلت کو حطیئہ نے حسب ذیل شعر سے دور کیا ؎

قَوْمٌ هُمُ الْاَنْفُ وَالْاَذْنَابُ غَيْرُهُمُ

وَمَنْ يُسَوِّي بِاَنْفِ النَّاقَةِ الذَّنَبَا

محلّق کی تین بیٹیاں جن سے کوئی شادی کرنے کے لئے تیار نہ تھا، صرف اس بنیاد پر بڑے مشہور اور دولت مند شوہر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں کہ اعشی نے محلق کی تعریف میں بڑا اچھا قصیدہ کہدیا تھا ؎

تُشَبُّ لِمَقْرُورَيْنِ يَصْطَلِيَانِهَا ۔۔۔ وَبَاتَ عَلَى النَّارِ النَّدَى وَالْمُحَلَّقُ

رَضِيعَي لِبَانٍ ثَدْيَ اُمٍّ تَقَاسَمَا ۔۔۔ بِاَسْحَمَ دَاجٍ عَوْضُ لَا نَتَفَرَّقُ

تَرَى الْجُودَ يَجْرِي ظَاهِرًا فَوْقَ وَجْهِهِ ۔۔۔ كَمَا زَانَ مَتْنَ الْهِنْدُوَانِيِّ رَوْنَقُ

شعراء کی قسمیں

جاہلیت کے شعراء میں طرز زندگی اور معاش کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ قسمیں بن گئی

تھیں، مثلاً امرؤ القیس شاہانہ وسائل وحالات کا آدمی تھا، اور زہیر شریف اور سنجیدہ خیالات کا آدمی تھا، اور نابغہ درباداری طبیعت کا شخص تھا، اور طرفہ عوامی سطح کا اور آوارہ مزاج..... شخص تھا، ان سب کی شاعری میں ان کے مذکورہ بالا رجحانات وطبیعت کی جھلکیاں نمایاں ملتی ہیں۔

صعلوک شعراء

دیگر شعراء میں ایک طرز ان شعراء کا تھا، جو صعلوک شاعر کہے جاتے ہیں، یہ طرز زندگی کے لحاظ سے ڈاکوؤں کے ہنگامہ پرور طور وطریق کے حامل تھے، ان کی شاعری میں ان کی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں، صعلوک شعراء میں خاص شاعر شنفری ہے، جس کا "لامیۃ العرب" عنوان کا مشہور قصیدہ ہے، جس میں اس نے عرب کے صحراء میں اپنی سخت اور ہنگامہ خیز زندگی کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔

دوسرا صعلوک شاعر تأبط شراً ہے، جو شاعری کے معیار میں عہد جاہلی کے بڑے شعراء میں شمار کیا جاتا ہے۔

عہد جاہلی کا ایک صعلوک شاعر عُروۃ بن الورد تھا، جو باوجود صعلوک شمار ہونے کے انسانیت صفت طور وطریق کا حامل تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی ایک گفتگو میں اس کی تعریف کی ہے، وہ مظلوموں کی مدد کرنے والا، غریبوں کی خبر گیری کرنے والا اور کمزوروں پر سختی کرنے سے گریز کرنے والا تھا۔

طرز زندگی کے لحاظ سے شاعروں کی ایک قسم اخلاق وآداب کو موضوع بنانے والے شعراء کی قسم تھی، اس میں خاص طور پر حاتم طائی کا نام قابل ذکر ہے، حاتم طائی سخاوت

میں ضرب المثل ہونے کے ساتھ ساتھ عہد جاہلی کا بلند پایہ شاعر بھی تھا۔ بعض اہل ادب اس کا معلقہ بھی بتاتے ہیں۔

شاعری کے اہم موضوعات

عہد جاہلی کی شاعری کے اہم موضوعات فخر، بہادری، غزل، مدح، ہجو، منظر کشی، مرثیہ گوئی اور تذکرۂ مہمان و مہمان نوازی ہے، زندگی کے عام تجربات و اخلاق کا تذکرہ بھی ملتا ہے لیکن سب سے نمایاں موضوع فخر و بہادری اور غزل ملتا ہے، غزل میں عہد جاہلی کا شاعر محبوب کے دیار اور محبوب کے جسمانی حسن کے تذکرہ پر علی العموم اپنے قصیدہ کے ابتدائی اشعار صرف کرتا ہے پھر اپنے تأثرات اور کیفیات کا ذکر کرتا ہے۔

معلقات کے تمام قصیدے اسی طرز پر ہیں، ہر ایک معلقہ محبوب کے دیار اور اس کے جمال ظاہری سے شروع ہوتا ہے اور ایک سے زائد موضوعات سے گزرتا ہے اور شاعر کا اصل موضوع عموماً وسط میں آتا ہے۔

اسلوب و عبارت

قصیدہ کا لفظ عربی شاعری میں نظم اور غزل دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس میں محبوب کے جمال ظاہری کے تذکرہ کو تشبیب سے تعبیر کیا جاتا ہے، عربی شاعری اپنے قصیدہ کی مذکورہ بالا ہیئت ترکیبی میں دوسری شاعریوں کے مقابلہ میں علیحدہ طرز کی مالک ہے، اور یہ طرز عربی شاعری کے ساتھ صدیوں جاری رہا، حتی کہ تمدن کے زمانہ میں بھی شاعروں نے اسی طرز کی پیروی کی، حضرت کعب بن زہیر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بھی یہی طرز اختیار کیا، اردو میں محسن کاکوروی نے بھی اسی کی تقلید کی۔

اگر ہر ادب وزبان کا کوئی خاص طرۂ امتیاز تلاش کیا جائے تو عربی ادب وزبان کا طرۂ امتیاز اس کا زور اور شکوہ ہے، جو زیادہ تر اس کے الفاظ میں پایا جاتا ہے، اور عہد جاہلی اس سلسلہ میں زیادہ امتیازی خصوصیت کا مالک رہا ہے، یہ دور پڑھنے لکھنے کا نہ تھا، امّی دور تھا اس لئے کمال شعری معنی سے زیادہ تعبیر والفاظ میں ظاہر ہوا، اور شاید عربوں کی صحرائی اور پُرمشقت زندگی سے اسی کو مناسبت زیادہ تھی، پھر اس رجحان کا سایہ عربی شاعری کے تمام ادوار میں کسی نہ کسی حد تک برابر ملتا ہے۔

عہد جاہلی کی دوسری صفت صراحت اور انسانی جذبات واحساسات کی سچی ترجمانی ہے، اور الفاظ وعبارت کے شکوہ کے بعد عربی شاعری کی دوسری امتیازی شان اس پہلو میں ملتی ہے، اور اس جز نے عربی شاعری کو مضمون ومعنی کے لحاظ سے گہری نہ ہونے کے باوجود خاصی اثر انگیز بلکہ انقلاب انگیز بنا دیا۔

معلقات

ان اہم اور بڑے شعراء کے درجہ کے وہ شعراء بھی شمار ہوتے ہیں، جن کے قصائد معلقات کے نام سے موسوم مشہور عربی مجموعۂ کلام میں شامل ہیں، یہ مجموعہ "المعلقات السبع" کہلاتا ہے، اور اس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ عربوں نے جاہلی دور کے منتخب ترین سات قصیدوں کو یکجا کر دیا تھا، اور بعض کی رائے کے مطابق اس مجموعہ کو کعبہ میں بطور اعزاز واعلان لٹکایا تھا، اسی لئے ان کا نام معلقات پڑا۔

اس مجموعہ میں مذکورۃ الصدر شعراء میں سے امرؤ القیس، زہیر اور پھر طرفہ بن العبد لبَید بن ربیعہ، عَنترہ بن شدّاد العَبسی، عَمْرو بن کلثوم اور الحارث بن حلزہ شمار کئے جاتے

ہیں بعض اہل علم کے نزدیک اعشیٰ اور نابغہ بھی اصحاب معلقات میں مانے گئے ہیں، خواہ مجموعہ میں ان کا نام باقاعدہ نہ شامل کیا گیا ہو۔

مشہور جاہلی شعراء

امرؤ القیس

امرؤ القیس ایک علاقائی بادشاہ حجر کا بیٹا تھا جس کی حکومت نجد میں تھی، جہاں عدنانی قبیلہ بنو قیس آباد تھا لیکن حجر قحطانی النسل کا تھا چنانچہ بنو قیس نے ایک موقع پر بغاوت کردی اور یہ حکومت ختم ہوگئی، اس وقت امرؤ القیس ولی عہد تھا، ولی عہدی کے زمانہ میں امرؤ القیس نے سرپھرے اور عیش پسند نوجوانوں کی زندگی گذاری، اور سارا وقت دوست واحباب کے ساتھ سیر وشکار وعیش وشراب میں صرف کیا، اس کی شراب و شکار کی شاعری اسی دور کی ہے، اور وہی اس کی شہرت وبڑائی کا ذریعہ بنی، اس کے والد کی حکومت کے خاتمہ کے بعد اس کا شاعرانہ کروفر بھی ختم ہوگیا۔

امرؤ القیس کا دور عہد اسلام سے تقریباً ایک سو سال قبل تھا، اس کے کچھ ہی پہلے عربی شاعری میں باضابطہ شاعری رنگ پیدا ہوا تھا، اس باضابطگی کو شروع کرنے میں مہلہل بن ربیعہ کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے، یہ وہ دور تھا، جب قبائل ربیعہ میں سے بکر اور تغلب کی لڑائی ہوئی تھی، جو چالیس سال تک جاری رہی، اور اس کے باعث شاعری کو بہت کام کرنے کا موقع ملا، اور شاعری کی ترقی ووسعت کو بھی اس سے بہت فائدہ پہونچا۔

نَابِغَہ ذُبیَانی

نابغہ ایک منجھا ہوا شاعر تھا، اس کو اپنے دور میں شاعروں کے درمیان حکم بھی بنایا جاتا تھا، اور اس کے فیصلوں کو اہمیت دی جاتی تھی، شاعری میں اس کے کمال حاصل کرنے ہی کی بنا پر اس کو نابغہ کا خطاب حاصل ہوا تھا، وہ قبیلۂ ذبیان کا فرد تھا۔

نابغہ نے حیرۂ عراق میں واقع عرب حکومت کے بادشاہ نعمان کی مصاحبی اختیار کر لی تھی، اس کی شاعری کا بیشتر حصہ اس کی مدح میں اور ایک موقع پر اس کے ناراض ہو جانے کے بعد اس کو راضی کرنے پر صرف کیا، اس کی شاعری کا با کمال حصہ اسی موضوع پر مانا جاتا ہے۔

زہیر ابن ابی سُلمیٰ

زہیر بن ابی سُلمیٰ کی شاعری کا بہترین حصہ وہ ہے، جو اس نے پر امن اور اچھے انسانی کردار کی تعریف و تذکرہ میں اور جنگ کی تباہ کاری کی مذمت میں کہا ہے، قبیلۂ عبس و ذبیان کی طویل لڑائی جو گھوڑ دوڑ میں ایک فریق کے اپنے گھوڑے کو دھوکہ سے آگے بڑھانے پر شروع ہوئی تھی، اور عرصۂ دراز تک تباہی لاتی رہی، اس وقت ختم ہو سکی جب دو صلح و خیر پسند شخص ہَرِم بن سِنَان اور حَارِث بن عَوف نے تمام مقتولین کا خوں بہا اپنی جیب سے دے کر جنگ کو رفع دفع کرایا۔

زہیر کی شاعری میں ان کے عمل خیر کی تعریف کا خاصا جز ہے، اور پھر ہرم بن سنان کی خاص طور پر بڑی تعریفیں ہیں، ہرم بن سنان نے بھی زہیر کو اس کی تعریف کا بہت صلہ دیا۔

زہیر بن ابی سلمیٰ کی انسانیت نواز اور امن پسند شاعری کی وجہ سے انسانیت دوست لوگوں نے اس شاعر اور اس کی شاعری کو زیادہ اہمیت دی ہے، اور زیادہ پسند کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر تعریف کی، بعض لوگ اس کو امرؤ القیس پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔

اعشیٰ

اعشیٰ وہ شاعر ہے کہ جس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شہرت سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہا تھا، لیکن قریش اس کا علم ہونے پر گھبرا گئے اور اس کو ایک سو اونٹ دے کر کسی طرح واپس کیا، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ ملنے دیا، اعشیٰ نے حاضری کے ارادہ کو اپنے اشعار میں ظاہر کیا تھا، اعشیٰ کہتا ہے ؎

وَآلَيْتُ لَا أَرْثِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ	وَلَا مِنْ وَحًى حَتَّى تُلَاقِي مُحَمَّدَا
مَتَى مَا تُنَاخِي عِنْدَ بَابِ ابْنِ هَاشِمٍ	تُرَاحِي وَتَلْقَى مِنْ فَوَاضِلِهِ نَدَى
نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا يَرَوْنَ وَذِكْرُهُ	أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا

اعشیٰ جاہلیت کے ممتاز شعراء میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، اکثر اہل علم اس کو جاہلیت کے ممتاز شعراء کی فہرست میں چوتھے نمبر پر سمجھتے ہیں، اول امرؤ القیس، دوم نابغہ سوم زہیر بن ابی سلمیٰ اور چہارم اعشیٰ ــــــ وہ کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں جب سیر و شکار اور گھوڑے کی سواری کے موضوع پر طبع آزمائی کرنے کا موضوع ہو تو سب سے بڑا شاعر امرؤ القیس ملے گا، اور اگر پریشانی اور معذرت کا موضوع ہو تو سب سے بڑا شاعر نابغہ ملے گا، اور جب عقل و حکمت کے اظہار کا موضوع ہو تو سب سے اچھا شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ

ہے، اور جب ترنگ اور مسرت کے اظہار کا موضوع ہو تو سب سے اچھا شاعر اعشی ہے۔

عَنۡتَرَہ

عنترہ ابن شداد عبسی نے طاقت اور بہادری کے اظہار کے موضوع پر بڑی اچھی شاعری کی ہے، اس کے اشعار میں نغمہ کا انداز ہے، عنترہ بعد میں بہادری کے لحاظ سے ضرب المثل بن گیا، عنترہ بھی معلقات کے شعراء میں سے ایک ہے، عربوں کی عوامی ادب قصہ کہانیوں میں عنترہ کی بہادری کا تذکرہ ملتا ہے۔

عمرو بن کلثوم

عمرو بن کلثوم قبیلۂ بنی تغلب میں مشہور شاعر و سردار گذرا ہے، جو عزت کے لحاظ سے اپنے قبیلہ کے معاصرین پر فائق تھا، اس کا باپ اور اس کی ماں دونوں سردار کی اولاد تھے، اس نے اپنی قومی غیرت و تمکنت کا اظہار بڑے طمطراق سے کیا ہے، اس سلسلہ میں اس کا معلقہ بہت شاندار اور موثر معلقہ ہے، جس سے اس کا پورا قبیلہ بڑی عزت محسوس کرتا رہا، اور وہ اپنی عزت کے ثبوت کے موقع پر اس کو پیش کرتا تھا، عمرو بن کلثوم شاعر کے ساتھ ساتھ خطیب بھی تھا، وہ اپنے قبیلہ کا سردار بھی تھا، اس کی شاعری میں یہ خصوصیات اس کے طاقتور اسلوب سے جھلکتے ہیں۔

خنساء

خنساء بنت الشرید مشہور عورت شاعر گذری ہیں، عورت شعراء میں ان کا درجہ سب سے برتر سمجھا جاتا ہے، ان کی شاعری کا سب سے کامیاب موضوع مرثیہ گوئی رہی ہے،

اس میں وہ مرد شاعروں پر فوقیت رکھتی ہیں، اسلام آنے کے بعد مسلمان ہوئیں اور پھر شاعری سے احتیاطاً گریز کرتی رہیں، زمانۂ جاہلیت میں ان کے اکثر مرثیے اپنے دو بھائیوں صخر اور معاویہ کے سلسلہ میں ہیں، اور ادبی طاقت سے بھرپور ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت الانصاری

حضرت حسان بن ثابت الانصاری شاعر الرسول کا خطاب حاصل کرنے والے شاعر ہیں، وہ شہری شعراء میں ممتاز مقام کے مالک ہیں، اپنی عمر کا نصف حصہ قبل اسلام گذارا اور غسانی بادشاہوں کی مدح میں ممتاز قصیدے کہے، جن کا عربی قدیم شاعری میں اونچا مقام ہے، اسلام لانے کے بعد اپنی شاعری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اور اسلام کے دفاع میں لگائی، اور بہت کامیابی کے ساتھ پختہ ومؤثر شاعری پیش کی ان کے اسلامی عہد کے متعدد قصیدے بڑے شاندار ہیں، یہ انصاری اور مدنی تھے، قبیلۂ خزرج کے فرد تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں اسلام کے دفاع میں شعر پیش کرنے کے لئے اپنا منبر بچھوایا اور بہت غیر معمولی تعلق کے جلے فرمائے، انھوں نے بھی محبت وفدائیت کا مضمون بہت اچھے طریقے سے باندھا ان کا شعر ہے

وأحسن منك لم تر قط عيني   وأجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرءا من كل عيب   كأنك قد خلقت كما تشاء

اور شعر ہے :۔

إن أبي ووالده وعرضي   لعرض محمد منكم وقاء

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان کے بڑے دردانگیز مرثیے ہیں، جن میں توحید کے ساتھ محبتِ رسولؐ کا مضمون بہت خوبی اور کامیابی کے ساتھ ملتا ہے، حضرت حسان بن

ثابت الانصاری سب سے اول نعت گو شعراء میں ہیں۔

عربی کی اصطلاح میں ایسے شاعر کو جس نے دو مختلف زمانوں میں شاعری کی ہو مخضرم کہتے ہیں، چنانچہ حضرت خنساء بنت الشرید اور حضرت حسان بن ثابت الانصاری مخضرم شاعر شمار کئے جاتے ہیں۔

کعب بن زُہَیر

جاہلی دور کے مشہور شاعر زہیر بن سلمٰی کے بیٹے ہیں، دیر سے اسلام لائے اور اسلام لاتے وقت مدح رسول میں ایک اچھا قصیدہ پیش کیا جس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ہدیہ فرمائی اس چادر شریف کی وجہ سے ان کا قصیدہ قصیدۂ بردہ کے نام سے موسوم ہوا، اس کو قصیدۂ بانت سعاد بھی کہتے ہیں، کیونکہ وہ بانت سعاد کے الفاظ سے شروع ہوا ہے، بعد کے نعت گو شعراء میں سے کئی شاعروں نے اس کی نقل کی ہے، اس کی سب نعتیں بھی قصیدۂ بردہ کے نام سے موسوم کی جاتی رہیں۔

نثر ادبی

جاہلی ادب میں شاعری کے علاوہ نثر ادبی کی بھی اقسام رہی ہیں، لیکن اس دائرہ میں عہد جاہلی کے ادب شناسوں نے زیادہ توجہ صرف نہیں کی، ان کو شاعری میں کمال و اثر انگیزی کا درجہ حاصل کر لینے کے بعد شاید احساس پیدا ہو گیا تھا کہ نثر ادبی میں یہ کمال و اثر انگیزی نہیں ہو سکتی، اور ان کا یہ خیال کچھ زیادہ غلط بھی نہ تھا لیکن زندگی کی بعض ضرورتیں نثر ادبی ہی سے پوری ہو سکتی ہیں، مثلاً جنگ کی ہمت دلانے کے لئے اور مجمع کو متأثر کرنے کے لئے خطابت اہل عقل و تجربہ کے نصائح، اور اہل ذوق کے ادبی چٹکلے، وہ اقسام ہیں، جن سے عہد جاہلی کے عرب بھی مستغنی نہ تھے، چنانچہ ان ضرورتوں کے سلسلہ میں ان کے یہاں نثر ادبی کے نمونے

پانچ شکلوں میں ظاہر ہوئے ایک تو خطابت دوسرے وصایا (نصائح) تیسرے امثال (کہاوتیں) چوتھے اقوال وحکمت اور پانچویں مرصّع ادبی جملے۔

خطابت

عربوں کے عہد جاہلی کے ادب میں شاعری کے بعد دوسری نمایاں قسم خطابت تھی، جو عام طور پر مجمع کو متأثر کرنے کے لئے یا سفارت پر بھیجے جانے والے افراد کے لئے تھی، اور اس کا استعمال عموماً افراد قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے یا دوسرے قبائل میں اپنے قبائل کی عظمت ظاہر و ثابت کرنے کے لئے تھا، اسی لئے عام طور پر ہر قبیلہ میں ایک شاعر کے ساتھ ایک خطیب بھی ہوتا تھا، عہد جاہلیت کے مشہور خطیبوں میں عمرو بن معدیکرب قس بن ساعدۃ الایادی اور عہد اموی کے سحبان وائل قابل ذکر ہیں۔

خطابت کے علاوہ عربوں میں جو نثر ملتی ہے، وہ عام طور پر کچھ چٹکلوں، نصیحتوں، سجع، کچھ امثال کچھ واقعات وقصص پر مشتمل ہے، ان میں سجع کی مقدار بہت معمولی ہے، اور عام طور پر کاہنوں میں رائج تھی، جس سے ان کو غیبی حالات معلوم کرنے والوں کو پرپیچ و پرشکوہ طریقے سے جواب دینے میں مدد ملتی تھی، البتہ امثال وقصص یہ دو نثر کے نسبتاً نمایاں عنصر ہیں۔

امثال (کہاوتیں)

مختلف قوموں پر عرب اپنے فکری وجذباتی تأثر کو بعض وقت ایسے انداز میں اور دل لگتے فقروں میں ادا کر جایا کرتے تھے کہ وہ مَثَل بن جاتے یعنی بعد میں آنے والے عرب ان جیسے تاثرات کے لئے بجنسہ وہی فقرے استعمال کرتے اور ان فقروں سے ان کا

مافی الضمیر یا ان کا تاثر بطریق احسن ادا ہو جاتا، یہ بات عربوں میں کافی رائج تھی، اردو میں اسی کو کہاوت کہتے ہیں، امثال پر عربی میں متعدد کتابیں ہیں، جن سے عربوں میں امثال کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

قصص

عربوں کی تاریخ میں جو اہم اور معرکۃ الآراء قسم کے واقعات پیش آئے ہیں، ان کو عربوں نے عام طور پر سادہ نثر میں ذکر کیا ہے، ان میں ان کی قبائلی جنگیں، اختلافی واقعات، سیاسی و غیر سیاسی حالات کا ذکر ملتا ہے، عرب چونکہ عام طور پر صرف اپنے حافظے سے کام لیتے تھے، لکھنے پڑھنے کا رواج ان میں تقریباً مفقود تھا، اس لئے اپنے اہم تاریخی واقعات کو وہ ایک دوسرے سے نقل کرتے اور وہ عموماً نقل کرنے میں دیانت اختیار کرتے، اس سلسلہ میں بعض واقعات اور قصے ان میں کافی رائج اور منقول تھے، ان کی زندگی اور ان کے حالات کو سمجھنے کے لئے ان کی نثر کے اس پہلو سے بھی خاص مدد ملتی ہے، عربوں کی قبائلی جنگیں جن میں کچھ بھی اہمیت تھی، وہ عام طور پر مختصر اور سادہ اسلوب میں منقول ہیں، ان جنگوں کو ایام العرب کہا جاتا ہے، ان میں بکر و تغلب کی طویل جنگ، ورداحس اور غبراء کی مشہور لڑائی اہم جنگیں ہیں۔

علوم عرب

لغت، شاعری اور خطابت اہل عرب کے علوم و فنون تھے، جن پر وہ بہت مفتخر اور نازاں تھے، اور یہی ان کی تاریخ و سیر اور جغرافیہ کی کان ہیں، ابو محمد ہمدانی لکھتے ہیں کہ عجمیوں اور عربوں کی تاریخ صرف اہل عرب ہی سے حاصل ہوئی ہے، کیونکہ عمالقہ، جرہم، آل سمیدع بن

ہونہ اور بنی خزاعہ جو مکہ میں سکونت پذیر ہوئے' ان کو عرب عاربہ، فراعنۂ مصر اور اہل کتاب کے حالات کا پورا علم تھا اور وہ تجارت کے لئے مختلف ملکوں اور شہروں میں جاتے تھے اس لئے ان کو ان مقامات کے باشندوں کے تاریخی حالات سے واقفیت ہوئی اسی طرح اسعد ابو کرب اور بُخت نصر کے عہد سے عرب کے جو لوگ حیرہ میں عربوں کی ہمسائیگی میں مقیم ہوئے ان کو اہل عجم کے حالات و اخبار، حمیر کی لڑائیوں اور ممالک پر ان فوج کشیوں کا علم ہوا، عبید بن شریہ[1]، محمد بن السائب الکلبی اور ہیثم بن عدی نے تمام حالات انہی سے روایت کئے ہیں۔

اسی طرح قبیلۂ غسان کے جو مشائخ شام میں داخل ہوئے وہ رومیوں، بنی اسرائیل اور یونانیوں کے حالات و اخبار سے باخبر تھے؟ قبیلہ تنوخ و ایاد کے جو لوگ بحرین میں وارد ہوئے' ان سے طسم و جدیس کے حالات اور نضر کی اولاد میں سے قبیلہ ازد کے جو لوگ عمان میں پہونچے ان سے سندھ، ہندوستان اور ایران کے بہت سے حالات معلوم ہوئے' طے کی دونوں پہاڑیوں (اَجا و سلمیٰ) میں جو لوگ رہے ان سے آل اذینہ اور جرامقہ کے حالات پہونچے

---

[1] عبید بن شریہ الجرہمی اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا، اور مشرف باسلام ہوا تھا، امیر معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس کو صنعاء (یمن) سے دمشق بلوایا تھا جب حاضر ہوا تو اس سے گذشتہ اخبار و حالات اور شاہان عرب و عجم کی تاریخ، زبانوں میں باہمی اختلاف اور نوع انسان کے مختلف بلاد میں متفرق ہونے کے اسباب دریافت کئے عبید نے اس کو جو جوابات دیئے وہ امیر معاویہ کے حسب الحکم مدون اور عبید کی طرف منسوب کئے گئے، "کتاب الملوک" و "اخبار الماضیین" اور "کتاب الأمثال" اس کی تصانیف ہیں، عبید عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہا (الفہرست ص۸۹ ابن خلکان ج ۲ ص۳) جاحظ لکھتا ہے کہ فلسفہ، فن تقریر اور فن سیاست میں عبید بن شریہ جرہمی نہایت قدیم شخص ہے (البیان والتبیین ج ا ص۱۳۷) سجستانی نے کتاب المعمرین (ص۳۹ ص۱۴) میں معاویہؓ کے ساتھ اس کے بعض سوال و جواب نقل کئے ہیں' اس کی کتاب "اخبار الماضیین" کے اقتباسات مسعودی کی کتاب میں پائے جاتے ہیں' مسعودی کے زمانہ تک یہ کتاب عام طور پر مشہور و متداول تھی' (مروج الذہب ج ۲ بر حاشیہ مقری ص۱۶۴)

جو لوگ یمن میں اقامت گزیں ہوئے ان کو تمام قوموں کے حالات سے آگاہی حاصل ہوئی کیونکہ ان کو حمیر کے دارالسلطنت میں ان کے زیر سایہ رہنے کا موقع ملا جو مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں آتے جاتے رہتے تھے، ان میں سے کوئی بادشاہ، ان ممالک اور وہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کئے بغیر کسی ملک پر چڑھائی نہیں کرتا تھا۔

اہل عرب قوت گویائی اور لطافت زبان کے سبب سے روایات کو بکثرت یاد رکھتے تھے، ان کی یاد سے جو روایات منقول ہیں، ان سے ان کے ادب و زبان کے محفوظ رہنے میں بڑی مدد ملی ان کو اپنی قوت گویائی اور لطافت زبان پر بڑا ناز تھا۔

ہیئت: ان علوم کے ساتھ اہل عرب کو ستاروں کے اوقات طلوع و غروب اور انواء (نکھتروں) و امطار کواکب کا علم تھا، اس علم کو انھوں نے معرفت حقائق کے لئے علمی طور پر حاصل نہیں کیا تھا بلکہ اس کو انھوں نے کثرت اعتناء اور تجربۂ طویل سے حاصل کیا تھا کہ اسباب معیشت کی فراہمی میں ان کو اس علم کے جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی، انواء کواکب میں ابو حنیفہ احمد بن داود اللغوی دینوری کی ایک عمدہ کتاب ہے جو علم نجوم سے متعلق عربوں کے علم ہیئت، انواء کواکب اور ان کے اثر سے پانی برسنے، ہواؤں کے چلنے اور تعیین اوقات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

انواء کواکب کا لفظ اصل عربی ہے، اور قبل از اسلام مستعمل تھا جب یونانی تقاویم کا عربی میں ترجمہ ہوا تو یہ لفظ اس اصطلاح کے لئے استعمال کیا گیا، منجمین نے سال کے چار حصے کئے ہیں، ان میں سے ہر حصہ کی سات انواء ہوتی ہیں اور ہر نوء کے تیرہ دن ہوتے ہیں، اس وقت معین میں آفتاب بارہ برجوں کو طے کرتا ہے، ہندی میں اس کو نچھتر کہتے ہیں۔

طب عرب: ابتدائے اسلام میں اہل عرب نے اپنے علم زباندانی اور احکام شریعت

کی واقفیت کے سوا کسی اور علم کی طرف توجہ نہیں کی تھی، البتہ فن طب سے عرب کے بعض افراد واقف تھے اور عام طور پر لوگ اس سے نا آشنا نہ تھے، کیونکہ تمام لوگوں کو اس کی ضرورت تھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعہ سے اس کی ترغیب دی تھی۔

یا عباد اللہ تداووا فان اللہ	اے خدا کے بندو! علاج کراؤ کہ خدائے
عز وجل لم یضع داءً الا وضع لہ	تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا
دواءً الا داءً واحداً وھو الھرم۔	نہ پیدا کی ہو سوائے بڑھاپے کے (اس کا علاج نہیں)

حارث بن کلدہ: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد باسعادت میں عرب کے اطباء میں سے تھا، اس نے فارس اور یمن میں جا کر علم طب حاصل کیا تھا، وہ عود بجایا کرتا، اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ تک بقید حیات تھا۔

ابن ابی رمثۃ التیمی: یہ وہ صحابی ہیں جن کا بیان ہے کہ "میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت دیکھی تو میں نے آپؐ سے عرض کی میں اس کا معالج ہوں اگر حکم ہو تو اس کا علاج کروں (یعنی اس کو کاٹ ڈالوں) آپؐ نے فرمایا:۔

أنت رفیق والطبیب اللہ	تم (صرف) چارہ دست ہو اور طبیب تو خدا ہی ہے۔

ابن الجبر الکنانی: یہ ایک طبیب ماہر تھا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں تھا، وہ جب بیمار ہوتے تو اس کو اپنا قارورہ دکھاتے تھے۔

خالد بن یزید: فن طب اور کیمیا کا عالم تھا، اس فن میں اس کے کئی رسائل اور عمدہ اشعار ہیں، جو اس کے علم و فضل اور مہارت فن پر دلالت کرتے ہیں۔

غذاء و پیمانے

پانی کی قلت کا اثر

جزیرۃ العرب میں اس کے خشک علاقوں اور صحراؤں کی کثرت کی وجہ سے پانی کا کوئی بڑا اور عمومی ذریعہ نہ تھا، دریا تو پورے جزیرۃ العرب میں کوئی نہیں، اور کنوؤں کے قابل زمین بھی عموماً کم تھی، جزیرۃ العرب کے وہ علاقے بھی جو باقاعدہ ریگستان نہ تھے، پانی کی قلت کا شکار رہتے تھے، صرف ان زمینوں میں جن کو بارش کا پانی خاصا مل جاتا تھا، اور ان میں جذب ہو جاتا تھا، یا وادیوں کی گذرگاہوں میں جہاں سیلاب کا پانی ہر بارش کے بعد بہتا اور بہتے بہتے جذب ہو جاتا تھا، پانی کا حصول کنویں کھود کر ممکن ہو جاتا، بعض بعض جگہوں پر بعض محدود صلاحیت کے چشمے ہوتے ان کے علاوہ پہاڑی گڈھوں میں بارش کے بعد کچھ عرصہ تک کے لئے پانی جمع رہتا تھا، عربوں کے لئے پانی کے یہی ذرائع تھے۔

پانی کی قلت کا اثر عربوں کی بود و باش پر خاصا تھا، کاشت صرف ان جگہوں پر ہوتی جن میں پانی کے چشمے ہوتے یا جن کی زمین کنویں بنانے کی قابل ہوتی ایسی جگہیں واحہ کہلاتیں جن کو اردو کی تعبیر میں نخلستان سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان جگہوں کے سوا عام زمینوں میں صرف سخت جان درخت پیدا ہوتے یا زیادہ خشکی رکھنے والی زمینوں میں پیدا ہونے والے پودے

اگتے، مثلاً جنگلی ببول جس کو عربی میں سمرہ کہتے ہیں، سیرت وادب میں سمرہ کا ذکر خاصا ملتا ہے۔

غذاء

عرب زمینوں میں چاول کی کاشت بالکل نہیں تھی، گیہوں صرف مخصوص وچند علاقوں میں ہوتا تھا، کھجور کا درخت خاصا پیدا ہوتا تھا، غلے میں جو کا استعمال زیادہ تھا اسی لئے شریعت کے احکامات میں کھجور اور جو کو ایک ساتھ عام غذائی حکم میں رکھا گیا ہے، ان کے علاوہ دودھ، پنیر، خشک انگور اور دودھ بھی عام غذا کی فہرست میں داخل تھا، جانور ضرورت کے مطابق پائے جاتے تھے اور گوشت کا استعمال بہت تھا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو سید الطعام یعنی معزز غذاء بیان فرمایا ہے، عرب گوشت کو بھوننے اور تلنے کے بعد شوق سے کھاتے، جانوروں میں سب سے زیادہ اونٹ کا گوشت غذا کا ذریعہ تھا، پھر بھیڑ، بکری وغیرہ عام طور پر ایک اونٹ سو آدمیوں کے لئے کافی ہوتا، غزوۂ بدر میں کفار کی تعداد کا اندازہ ذبح کئے جانے والے اونٹوں کی تعداد پوچھ کر لگایا گیا تھا، اس کے بعد بکری، بھیڑ، عرب ذوق میں خشک گوشت پر چربی والے گوشت کو ترجیح حاصل ہے، وہی ان کے یہاں پسندیدہ ہے، اور وہ چکنائی کی ضرورت کو بھی پورا کرتی ہے، اس لئے گھی کا رواج بہت کم تھا، اچھے کھانے کے طور پر گوشت کو اور اچھے گوشت کے سلسلہ میں چربی والے گوشت کو ذکر کیا جاتا، چنانچہ ان کی شاعری میں اس کے واضح اشارے ملتے ہیں، عربوں کی ایک کہاوت ہے کہ "ما کل بیضاءَ شحمۃٌ ما کل سوداءَ تمرۃٌ" یعنی ہر سفید چیز چربی نہیں ہوتی اور ہر سیاہ چیز کھجور نہیں ہوتی۔

عہد رسالت میں جانوروں کی قیمتوں کا اندازہ ایک روایت سے یہ ہوتا ہے کہ ایک عام اونٹ کی قیمت ۸۰ درہم اور ایک بکری کی قیمت دس درہم تھی، دس درہم ڈھائی تولہ

چاندی کی قیمت کے مساوی تھے، روٹی زیادہ تر جو کی ہوتی گیہوں کا استعمال تمول کی علامت تھا، گیہوں اور جو کے درمیان قیمت کا فرق اس سے ظاہر ہے کہ صدقہ فطر میں جو اور کھجور کو ایک سطح پر اور گیہوں کو ان سے دوگنی حیثیت پر رکھا گیا ہے، ترکاریاں بھی غذا میں آتیں، ان میں لوکی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی غذا میں گوشت اور کھجور خود ہی سالن کا..... قائم مقام تھے البتہ روٹی کے ساتھ کسی ہلکی پھلکی چیز کو سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا مثلاً کوئی چکنائی یا میٹھی چیز، ملیدہ کا رواج بھی تھا اور جو کا ستو بھی استعمال میں لایا جاتا تھا۔

نقدی سکے

عربوں میں تمدن کم ہونے کی وجہ سے نقدی کا استعمال کم تھا، اشیاء کے تبادلہ سے بھی کام نکل جاتا، عام طور پر قیمتی معاملات میں اونٹ کو سکہ کی حیثیت حاصل تھی، دیت میں بھی اونٹ دیئے جاتے تھے، ایک دیت کی قیمت سکوں میں آٹھ ہزار درہم ذکر کی گئی ہے، جو کہ ایک سو اونٹوں کی قیمت ہوتی ہے۔

سکے روم اور فارس کے ڈھلے ہوئے ہوتے تھے اور درآمد کئے جانے والے مال کی طرح ان کا استعمال بھی صرف ضرورت پر ہوتا تھا، چاندی سے ڈھالے گئے سکوں کے لئے وَرِق اور رقہ کا لفظ بھی مستعمل تھا، قرآن مجید میں آیا ہے کہ "فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ" اصحاب کہف نے آپس میں کہا اپنے میں سے کسی کو اپنے ان (چاندی کے) سکوں کے ساتھ بھیجو۔

ظہور اسلام کے وقت جو سکے عربوں کے یہاں مستعمل تھے، وہ عام طور پر درہم اور دینار تھے، درہم چاندی کا ہوتا تھا، اور دینار سونے کا، دونوں کی قیمتوں کا تناسب ایک اور دس کا تھا، یعنی دس درہم ایک دینار کے مساوی سمجھے جاتے تھے، قیمت کے تعلق کا حساب

دراصل اس دھات کی قیمت کے لحاظ سے کئے جانے کا رواج تھا جس دھات کے یہ سکے ڈھالے جاتے تھے، یعنی گویا قیمت کی بنیاد چاندی اور سونا تھا، جو خاص وزن کے لحاظ سے سکوں کی صورت میں بیع وشراء کے ذریعہ کے طور پر ڈھال لئے جاتے تھے، آج کی صورت دنیا میں مختلف ہے، اب صرف سونا وہ دھات ہے جو سکوں کی قیمت کی اساس ہے۔

قدیم زمانہ سے جدید زمانہ کے معیار و اصول میں فرق آجانے کے باعث طریقوں میں بھی تبدیلی آگئی ہے، مثلاً ظہور اسلام کے وقت سونے اور چاندی کے مابین قیمت کا تناسب ایک اور سات کا تھا، اب تقریباً ایک اور پچاس کا ہے۔

ظہور اسلام کے وقت سات تولہ چاندی ایک تولہ سونے کی ہم قیمت تھی، اسی سے نصاب زکوٰۃ کے لئے اگر سونے کی مقدار ۷½ تولہ تھی تو چاندی کی مقدار اس کی سات گنا یعنی ۵۲½ تولہ تھی، یعنی بالترتیب ۸۵ گرام اور ۵۹۵ گرام جو اس زمانہ کے وزن کے پیمانے کے اعتبار سے ۲۰ مثقال اور ۱۴۰ مثقال تھی۔

سونے چاندی کے وزن کے لئے مثقال کا پیمانہ اختیار کیا جاتا تھا، ایک مثقال کا وزن سوا چار گرام تھا، یعنی تقریباً پونے تین مثقال میں ایک تولہ بنتا تھا، ایک درہم کا وزن تقریباً تین گرام چاندی تھی، یعنی ایک تولہ میں تقریباً چار درہم بنتے اور ایک دینار میں سوا چار گرام سونا یعنی ایک تولہ میں تقریباً پونے تین دینار بنتے تھے، گرام کے اعتبار سے ایک درہم ۲.۹۷ گرام چاندی کا اور ایک دینار ۴.۲۵ گرام سونے کا تھا، مثقال کے اعتبار سے درہم ۰.۷ مثقال کا اور دینار ایک مثقال کا تھا۔

درہم کی قیمت کو موجودہ زمانہ کے سکوں کے حساب سے سمجھنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ¼ تولہ چاندی کی جو قیمت ہوتی ہو تقریباً وہی قیمت ایک درہم کی سمجھی

جائے، یعنی مثلاً آٹھ روپے ہندوستانی۔

یہ صورت چاندی کو بنیاد بنانے پر ہوگی اور یہی زیادہ قریب تر بات ہے اور چونکہ سونے کی قیمت کا تناسب بہت غیر معمولی ہو چکا ہے اس لئے اس کو بنیاد بنا کر اگر حساب لگایا جائے گا تو بہت غیر معمولی عدم تناسب پیدا ہو جائے گا۔

چاندی کو بنیاد بنا کر اگر ایک دینار کی قیمت قدیم زمانہ میں نکالی جائے تو صرف دس گنا یعنی ۸۰ روپے کے مساوی ہوتی ہے لیکن اگر موجودہ تناسب کو سامنے رکھ کر نکالی جائے تو چارسو روپے بنتی ہے، علماء نے زکوٰۃ کے نصاب کے لئے سونے چاندی دونوں کے مخلوط ہونے کی صورت میں چاندی ہی کو بنیاد بنایا ہے، یعنی کسی پر اگر ½۵۲ تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر ایک سال سے زیادہ رہ جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

مثقال سے کم میں جَو یا رائی کے دانوں کو وزن کے طور پر چاندی سونے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، لیکن اس میں بعض وقت اختلاف ہو جاتا، کیونکہ نئے اور پرانے دانوں میں وزن کا کسی قدر فرق نکلنے کا امکان ہو جاتا تھا، اور موسم کا اثر بھی پڑ سکتا تھا، چنانچہ بعض تاجروں کے واقعات میں اس طرح کا اختلاف پیش آیا ہے، سونے چاندی کے وزن کے لئے باٹ کے طور پر اوقیہ ۴۰ درہم کے مساوی، درہم ۲٫۹۷ گرام کے مساوی، دانق درہم کا ⅙، قیراط دانق کا ½ استعمال کئے جاتے تھے۔

ناپ و تول کے پیمانے

مکہ مکرمہ میں تجارت کا رواج تھا، اور مدینہ طیبہ میں زراعت کا رواج تھا، اس لئے معاملات میں دونوں شہروں میں ایک یہ فرق تھا کہ مکہ مکرمہ میں وزن کے پیمانوں کا استعمال

زیادہ تھا، لیکن مدینہ طیبہ میں ناپ یعنی کیال کا رواج تھا، پیمانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا اختلاف بھی ملتا ہے، اس اختلاف سے بچنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکیال کے لئے اہل مدینہ کو اصل قرار دیا، اور میزان کے لئے اہل مکہ کو، کیونکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ان دونوں کے زیادہ استعمال کرنے والے اور ان سے واسطہ رکھنے والے تھے۔

اہل مدینہ کے ناپ کے پیمانوں میں اہم پیمانے مُد اور صاع اور وسق تھے، مُد دو چلّو کے بقدر غلہ یا پانی کو کہتے تھے یہ دو چلو متوسط آدمی کے ہاتھوں کے بقدر پائے گئے ہیں، چار مد کا ایک صاع اور ۶۰ صاع کا ایک وسق شمار کیا جاتا تھا۔

صاع اور مد کی مقداروں کو وزن سے بتانے میں اختلاف ہے، کیونکہ ایک تو چلو کے معاملہ میں فرق ہو جاتا ہے، دوسرے غلہ اور پانی کے وزن کا فرق بھی ہے، لیکن مختلف اقوال میں توازن پیدا کرنے کے بعد حسب ذیل صورت قریب تر سمجھی گئی ہے۔

ایک مد مساوی ہوگا ۵۴۴ گرام وزن کے گیہوں یا ۸۱۶ گرام پانی کے، اور ایک صاع مساوی ہوگا ۲۱۷۶ گرام وزن کے گیہوں یا ۳۲۶۴ گرام پانی کے، اول الذکر مقدار ۵⅓ رطل اور آخر الذکر ۸ رطل ہوتی ہے، احناف کے نزدیک ۸ رطل وزن ہی اصل قرار دیا گیا ہے، غلہ کا حساب بھی اسی وزن سے کیا جاتا ہے، لہذا صدقۂ فطر میں نصف صاع گیہوں ۱۶۳۲ گرام کے مساوی اور ایک صاع جو یا کھجور ۳۲۶۴ گرام کے مساوی قرار پایا ہے، جو بترتیب پونے دو سیر اور ۳½ سیر ہوتا ہے۔

گرام کا پیمانہ پہلے نہ تھا، غلہ اور پانی کے وزن کے لئے اس وقت رطل کا پیمانہ استعمال ہوتا تھا، رطل کا موازنہ گرام سے کرنے پر ایک رطل ۴۰۸ گرام یعنی نصف سیر سے کچھ کم نکلتا ہے۔

درہم سکہ کے طور پر ۱/۲ تولہ چاندی کی قیمت کا تھا، اور وزن کے لحاظ سے پیمانہ بھی تھا جو ۲،۹۷ گرام یعنی ۱/۴ تولہ وزن رکھتا تھا، سکہ کے طور پر دینار کے ساتھ اور وزن کے طور پر اوقیہ اور رطل کے ساتھ شمار کیا جاتا تھا اس کے علاوہ درہم میں ۶ دانق اور ۱۲ قیراط مانے جاتے تھے۔

ذرائع معاش

جزیرۃ العرب کے ان مقامات پر جو سواحل سمندر پر واقع تھے ایک طرح کی ہلکی پھلکی تجارت اور مچھلیاں پکڑنے اور موتی نکالنے کا رواج تھا، یہی دو تین طریقے غیر شاداب علاقوں کے سواحل پر رائج تھے، ان کے سواحل سے ہٹ کر اندرون ملک میں جہاں جہاں نخلستان یا شادابی کے جو محدود مواقع ہوتے، وہاں کاشتکاری اور زراعت کا بھی رواج ہوتا ایسے علاقوں میں جہاں اس درجہ کے ذرائع بھی حاصل ہو جاتے وہاں ایک طرح ہلکی پھلکی شہری زندگی بن جاتی تھی، جو بدوی زندگی سے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے کافی مختلف بھی ہوتی تھی، ایسے مقامات نخلستانی علاقوں میں یا شاداب وادیوں میں ہوتے حجاز میں ایسے مشہور مقامات میں مدینہ منورہ، طائف، تیماء، خیبر، فدک قابل ذکر ہیں، غیر شاداب مقامات میں سب سے بڑی شہری حیثیت رکھنے والا مقام، مکہ مکرمہ ہے لیکن اس کا ذریعۂ معاش کاروبار تجارت تھا۔

ساحلی مقامات پر بھی چھوٹی آبادیاں تھیں، ان کا ذریعہ معاش مچھلیاں پکڑنا یا سمندری تجارت و سفروں میں مدد کرنا تھا، خاص طور پر مکہ، مدینہ اور حجاز کی بعض بندرگاہیں۔

دوسرے وہ علاقے جہاں اقتصادی ترقی کی بڑی گنجائش تھی، وہ وہ علاقے تھے،

جن میں سرسبزی و شادابی بکثرت پائی جاتی تھی، ان میں یمن اور یمن کے جنوب و جنوب مشرق کے مختلف خطے تھے۔

تجارت

شمالی عربوں میں میلوں کے نظام کے علاوہ تجارت کا کوئی دوسرا انتظام نہ تھا، وہ جیسا کہ گذشتہ فصول میں ذکر کیا گیا ہے پیشوں اور کاروبار کو کمتر کام سمجھ کر گریز کرتے تھے، جنوب کے عربوں میں ..... تمدن تھا، اس لئے ان کے یہاں تجارت کا بھی سلسلہ تھا، بین العلاقائی تجارت میں بھی ان کا نمایاں حصہ تھا، جزیرۃ العرب کے جنوبی خطوں سے دو اہم تجارتی راستے نکلتے تھے، ایک راستہ مشرقی تھا جس پر تجارتی قافلے عمان، احساء، حیرہ، تدمر ہوتے ہوئے شام و مصر کے بازاروں میں پہنچتے تھے، اور وہاں سے پھر انہی مذکورہ شہروں سے گزرتے ہوئے واپس ہوتے تھے، دوسرا راستہ مغربی تھا جس پر تجارتی قافلے مأرب، صنعاء، مکہ، بطرا اور غزہ ہوتے ہوئے شام و مصر کے بازاروں میں مال لے جاتے تھے، اور وہاں سے ان کے مذکورہ شہروں میں ہوتے ہوئے واپس ہوتے تھے، ان قافلوں کے ذریعہ جنوبی جزیرۃ العرب کا مال شمال کے شہروں اور بازاروں میں پہنچتا تھا، اور شمالی ملکوں کا مال جس میں رومیوں اور مصریوں کی بنائی ہوئی چیزیں ہوتی تھیں، جنوبی جزیرۃ العرب تک پہنچتی تھیں۔

پہلے راستہ پر تجارت کرنے والے زیادہ تر عمان کے ساحلوں پر رہنے والے لوگ تھے، یہ اپنی بادبانی کشتیوں پر بیٹھ کر ساحل کے سامنے سامنے ہندوستان، لنکا اور بعض وقت اور آگے تک جاتے اور وہاں سے مسالے، جواہرات، کھالیں، اسلحہ اور چین سے ریشم اور چینی برتن وغیرہ حاصل کرتے اور پھر عمان واپس آکر اس کے ساحلوں سے موتی اور اندرون ملک سے

کھجور، گھوڑے اور نجد کی بعض معدنی اشیاء لے کر شمال کی جانب بڑھتے اور احساء ہوتے ہوئے حیرہ پہونچتے اور وہاں سے بادیۃ الشام طے کرکے تدمُر آتے، پھر تدمُر سے دمشق اور شام کے دوسرے شہروں میں مال پہنچاتے تھے، یہ لوگ اپنے مال کی منتقلی کے سلسلہ میں دجلہ و فرات کو بھی استعمال کرتے تھے، دوسرے راستہ پر تجارت کرنے والے اول اول سبا تھے، انھوں نے سب سے زیادہ کامیاب طریقے پر تجارت کی اور اس میں بڑی کامیابی اور ترقی حاصل کی، حتی کہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی تجارتی قوم بن گئے، ان کے زوال کے بعد ان کی تھوڑی بہت نیابت ان کے ہم نسب قبیلۂ حمیر نے کی، حمیر کے علاوہ دوسرے قبائل نے بھی ان کی نقل کی اور فائدہ اٹھایا۔
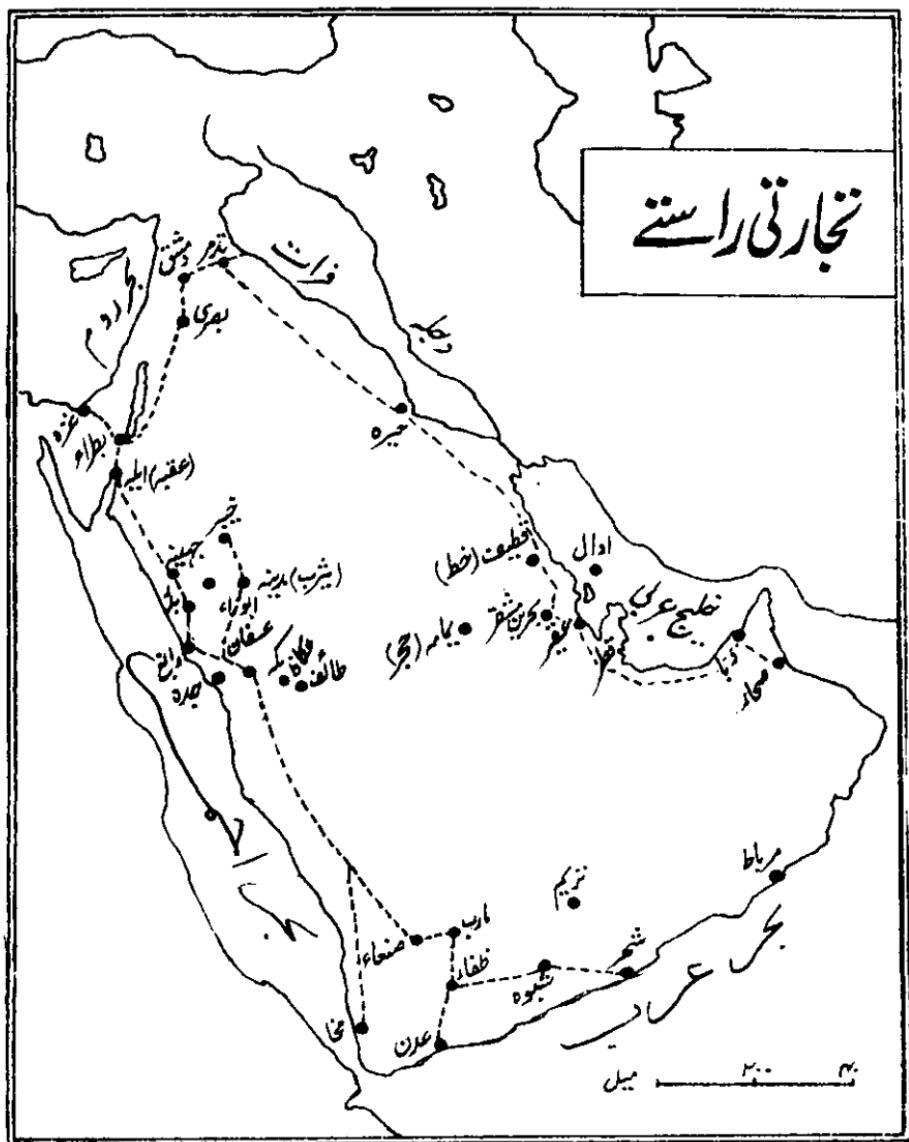
سبا کے تجارتی قافلے ہندوستان اور مشرقی افریقہ کے سواحل تک جاتے اور وہاں سے سونا چاندی، ہاتھی دانت، بندر، مور، مختلف مسالے، کافور، زعفران، ریشم اور دوسرے مال جمع کرتے اور اپنے ملک پہنچ کر حضر موت و یمن کی خصوصی اشیاء شامل کرلیتے جن میں حضرموت کی بعض خوشبوئیں اور دھات کی بنی ہوئی اشیاء ہوتیں، اس زمانے میں حضرموت سے کافی مقدار میں خوشبو برآمد کی جاتی تھی، جو عام طور پر مندروں اور عبادت خانوں میں جلانے کے کام میں لائی جاتی تھی، یہ قافلے اپنا خشکی کا سفر باقاعدہ طور پر مآرب سے شروع کرتے، جہاں حضرموت کے ظفار (موجودہ جنوب مغربی عمان) سے آئے ہوئے تجارتی قافلے شامل ہوجاتے، مآرب سے چل کر تجارتی قافلے بحر احمر کے قریب قریب خشکی سے گزرتے، راستے میں صنعاء، مکہ، مدینہ، بطراء، بُصریٰ اور غزہ وغیرہ کے اہم شہر ملتے، ان کے علاوہ انھوں نے راستے کے نخلستانوں میں تجارتی اور اقامتی اسٹیشن بنا رکھے تھے جن میں ان کے گودام اور عبادت خانے بھی تھے، یہ نخلستانی آبادیاں بھی ان قافلوں کے برابر آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کافی ترقی کرگئی تھیں،

اور یہ تجارتی راستہ بھی خاصا آرام دہ راستہ بن گیا تھا، بطراء پہنچ کر وہاں کے بازاروں میں یہ مشرقی مال پیش کیا جاتا، وہاں مغربی اور شمالی ملکوں کا مال بھی آتا تھا، مغربی ممالک کے لوگ مشرقی مال کے زیادہ منتظر اور خواہش مند ہوتے تھے، چنانچہ یہ مال خوب بکتا تھا، وہاں سے لَوٹتے ہوئے عرب تاجر مغربی مال اپنے ساتھ لاتے جن میں خاص طور پر زربفت کے کپڑے، قالین، تیل اور اسلحہ ہوتے تھے، یہ قافلے شمال میں بطراء کے بعد کبھی بُصریٰ ہوتے ہوئے دمشق چلے جاتے تھے، اور کبھی غزہ ہوتے ہوئے مصر کی طرف چلے جاتے تھے، اس تجارت سے بطراء شہر کو بھی ترقی ہوئی اور وہاں کی مختلف حکومتوں نے وہاں سے ہونے والی تجارت میں کافی حصہ لیا، اس کے علاوہ تدمر شہر نے بھی اپنے یہاں کی گزرنے والی تجارت سے کافی فائدہ اٹھایا، خود مکہ مکرمہ نے جو خود اس تجارتی راستہ کا اسٹیشن تھا، اس تجارت سے فائدہ اٹھایا اور بعد کے دَور میں جب اس راستہ کی تجارت میں عرب قومیں کمزور پڑ گئیں، قریش نے باقاعدہ تجارت شروع کر دی۔

کچھ عرصہ کے بعد سبا کو تجارت میں زوال ہوا، اس کی بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ دوسری قوموں نے تجارت شروع کر دی اور ان کے قافلے بحر احمر سے گزرنے لگے، اس سے سبا کے بری راستے کی اہمیت ختم ہو گئی اور اس طرح سے تجارت پر سبا کی اجارہ داری کا بھی خاتمہ ہو گیا، سبا کے زمانے میں ان کے مغربی جانب ساحل یمن پر ان کے بنی اعمام حمیر تجارت میں حصہ لیتے تھے، لیکن سبا کے سامنے کوئی ان کو خاص کامیابی حاصل نہ تھی، اسی طرح یمن کے جنوب مشرق میں بعض قحطانی قبیلے کاروبار کرتے تھے، جب تجارتی قافلے بحر احمر سے گزرنے لگے تو سبا کو زوال ہوا لیکن حمیر کو جو ساحل ہی پر آباد تھے نفع ہوا۔

اس تجارتی کاروبار میں سبا و حمیر اور حضرمیوں کے علاوہ بطراوالوں اور ان کے بعد

تجارتی راستے
فرات
دجلہ
تدمر
دمشق
بصریٰ
بحر روم
غزہ
بطراء
(عقبہ) ایلہ
خیبر
جہینہ
(یثرب) مدینہ
ابواء
عسفان
مکہ
طائف
عکاظ
رابغ
جدہ
حیرہ
قطیف (خط)
اوال
بحرین
یمامہ (حجر)
عقیر
قطر
خلیج عرب
دبا
صحار
مرباط
صنعاء
مارب
ظفار
شبوہ
عدن
مخا
بحر عرب
۳۰۰ میل

تدمر والوں نے بھی اپنے اپنے عہد میں تجارت میں خاصا حصہ لیا اور ترقی کی۔

چھٹی صدی مسیحی تک ان قافلوں کی سرپرستی عام طور پر یمنی قوموں کے ہاتھوں میں رہی، اور ان کے بعد قریش کے ہاتھ میں آئی، اس کا سہرا قریش کے مورث اعلیٰ نضر بن کنانہ کے سر ہے، اس سلسلہ میں قریش کے جائے قیام اور مکہ کے جائے وقوع اور اس کی حیثیت کو بھی بڑا دخل تھا، کیونکہ وہ مکہ میں آباد تھے، اور مکہ سابق تجارتی راستے کا سب سے بڑا اور درمیانی اسٹیشن تھا، اس کے علاوہ جب کہ دوسری قوموں کو جزیرۃ العرب سے گزرنے کے لئے حفاظت کے انتظامات کرنے اور اس سلسلے میں ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے، قریش کو اپنے قافلے کی حفاظت کے لئے کسی خاص بندوبست کی ضرورت نہ تھی، بیت اللہ کے مجاور ومتولی ہونے کے باعث ان کے قافلوں کی حفاظت کی ذمہ داری مقامی قبائل لے لیا کرتے تھے، حالانکہ رومی وایرانی قافلے بھی ٹیکس دے کر ہی جزیرۃ العرب میں مال لا سکتے تھے، اور جب وہ اس کی خلاف ورزی کرتے تو ان کا قافلہ لوٹ لیا جاتا تھا، حیرہ سے جو تجارتی قافلہ عکاظ کے بازار میں آتا تھا، اس کو لطیمہ کہتے تھے، حرب فجار اسی لطیمہ کے سلسلے میں ہوئی تھی، بہرحال قریش شام ویمن تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے تھے، اور ان کے ذریعہ شام کا مال یمن وحضرموت تک اور یمن وحضرموت کا مال شام ومصر تک پہنچتا تھا، کبھی کبھی ان کے قافلے حبشہ اور کبھی کبھی ایران تک بھی چلے جاتے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دو تجارتی سفر فرمائے ہیں، ایک سفر میں بصریٰ تک تشریف لے گئے تھے۔

قریش کی زیادہ تر تجارت چاندی اور چمڑے کی تھی، جس میں کھالیں طائف سے لائی جاتی تھیں، ان دو چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی تجارت تھی جس میں کپڑے یمن سے اور غلّہ زیادہ تر شام سے اور کچھ تھوڑا بہت یمن سے بھی لاتے تھے، شراب شام سے

لائی جاتی تھی، اور خصوصاً اُسْ بَیْتَ اور اَنْدَرِیْنْ سے جیسا کہ عمرو بن کلثوم کا شعر ہے ؎

أَلاهُبّی بِصَحْنِكِ فَاصْبَحِينَا

وَلَاتُبْقِي خُمُورَ الأَنْدَرِينَا

ادب و تاریخ میں کپڑوں کا خاص طور پر دھاری دار اچھی چادروں کا انتساب یمن سے ملتا ہے، خاص طور پر وہاں کی بنی ہوئی چادریں بہت مقبول تھیں، ان میں عموماً دھاریاں ہوتی تھیں،............ کپڑوں کی بعض اچھی قسموں کا انتساب علاقہ قَطَر سے بھی کیا گیا ہے اس کے علاوہ یمنی تلوار کی بھی شہرت تھی حتیٰ کہ اس کا نام ہی یمانی پڑ گیا تھا، تلوار کا انتساب شام کے بلند علاقوں کی طرف بھی کیا جاتا تھا، اس کی نسبت سے اس کا نام مَشْرِقی ... پڑا اچھے نیزوں کو جزیرۂ عرب کے مشرقی ساحل خط کی طرف منسوب کرتے، نیزے کا نام اس کی وجہ سے خطی پڑ گیا، علاقہ خط میں نیزوں کے دو مشہور صناع سُمْہَر اور ردینہ تھے، ان میں اول الذکر مرد اور ثانی الذکر عورت ہے نیزوں کا نام ان کے نام پر بھی پڑا گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے حضرموت کے علاقہ مَہْرَہ کی شہرت تھی، چنانچہ ان دونوں کی نسبت اس سے بھی کی جاتی ہے، مدینہ منورہ میں جب قریشی مسلمانوں نے ہجرت کی تو وہاں بھی ان کا پیشہ تجارت ہی رہا، انصار کا پیشہ زراعت تھا، مدینہ منورہ سے قریب ہی عوالی کے مقام سُنْح میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کپڑے کا کارخانہ تھا، اور سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے تجارتی قافلے بہت کافی مال لے کر مدینہ منورہ آتے تھے، قریش نے حبشہ میں ہجرت کرنے والوں کو واپس لانے کے لئے رشوت میں جو مال بھیجا تھا، وہ کھالوں پر مشتمل تھا۔

جزیرۃ العرب میں جو قبائل تجارتی شاہراہوں پر آباد تھے، انھوں نے تجارت میں تھوڑا بہت حصہ لیا اور ان سے فائدہ اٹھایا، لیکن جو لوگ وہاں سے دور تھے، وہ عام طور پر تجارت
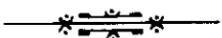
سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔

زراعت

جزیرۃ العرب میں جو علاقے شاداب وزرخیز تھے، وہاں کاشتکاری کا رواج تھا، ان میں خاص طور پر یمن کے شاداب علاقے نیز عمان، یمامہ اور شمالی نجد کے بعض خطے قابلِ ذکر ہیں، یمن کی آبادی نے اپنے ملک کی شادابی سے پورا فائدہ اٹھایا اور سبا کے عروج و ترقی میں زراعت و آبپاشی کا خصوصی بندوبست ایک بڑا عامل تھا جس کی تفصیل سبا کے ذکر میں گزر چکی ہے، اس علاقے کے علاوہ بقیہ جزیرۃ العرب میں زراعت کے امکانات کم تھے، اور جو تھے وہ نخلستانوں اور پانی کی جگہوں پر تھے، حجاز میں مدینہ منورہ اور طائف اس سلسلے میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادی کا بڑا پیشہ زراعت تھا، مدینہ منورہ سے شام تک درمیان درمیان میں متعدد نخلستان ملتے ہیں، جن میں آبادیاں ہیں اور کاشتکاری کا بھی رواج ہے، حجاز کے علاوہ نجد و احساء میں بھی بکثرت نخلستان اور زراعت کی ترقی کے بڑے بڑے مواقع ہیں، یہاں کے بعض علاقے اپنی پیداوار اور شادابی کے لحاظ سے تاریخ میں شہرت بھی رکھتے ہیں، مثلاً یمامہ، جنوب مشرقی بادیۃ الشام اور مدینہ منورہ میں کھجور کی پیداوار بڑی مقدار میں تھی، تنہا مدینہ منورہ میں اس کی ایک سو سے زائد اقسام تھیں۔

کھجور کے علاوہ مختلف پھلوں کی اچھی کاشت تھی، خاص طور پر انگور، انار قابلِ ذکر ہیں، جو مدینہ منورہ اور طائف میں نمایاں طور پر پیدا ہوتا تھا، ان دو جگہوں کے علاوہ شمالی نجد کے بلاد شمر میں بھی پھلوں کی اچھی پیداوار تھی، ان مذکورہ جگہوں کے علاوہ نجد کے علاقہ قصیم میں، احساء کے بعض حصوں میں عسیر اور یمن میں اور عمان کے بعض خطوں میں مختلف چیزوں

کی پیداوار تھی، جو جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں میں پیدا ہوتی تھی، گیہوں عسیر میں ہوتا تھا لیکن اس سب کے باوجود مجموعی طور پر جزیرۃ العرب کی عام طبعی حالت ایسی تھی کہ اس میں زراعت کی گنجائش کم پائی جاتی تھی۔

عرب حکومتیں

طاقت و دولت سے جہاں اجتماعی نظام قائم کرنے کا موقع عربوں کو ملا وہاں انھوں نے سیاسی طور پر بھی خاصی ترقی کی اور جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں میں مضبوط حکومتیں قائم کیں، ان کو قومی اور سیاسی لحاظ سے ترقی کرنے میں اس بات نے بھی مدد دی کہ ان کو تجارتی اغراض سے باہر کی قوموں سے اختلاط کرنا پڑتا تھا، اور وہ اس ذریعہ سے دوسری قوموں کی خصوصیات اور خوبیوں سے واقف ہوتے رہتے تھے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس اختلاط سے ان کو خاصا ثقافتی فائدہ پہنچا، بعض عرب حکومتیں باہر کی حکومتوں سے گہرا تعلق رکھتی تھیں، ان کے یہاں ان کے آدمیوں کی برابر آمد و رفت رہتی تھی، اس کی وجہ سے بھی ثقافتی خوبیوں کا تبادلہ ہوتا تھا، اس کا ثبوت عربی ادب و ثقافت کے مطالعہ سے بہم پہنچتا ہے۔

تاریخ میں بعد وفاۃ مسیح علیہ السلام سے طلوع اسلام تک کے زمانہ میں حسب ذیل حکومتوں کا پتہ چلتا ہے، بطراء، تدمر، کندہ، حیرہ، غسانہ، حمیر، اور دومۃ الجندل۔

بطراء

حجاز کے شمال میں اردن کے جنوب مغربی گوشے پر بصریٰ کے جنوب میں خلیج عقبہ کے قریب یہ ایک

متمدن شہر تھا، جو نبطیوں کا پایۂ تخت رہا ہے، اور اس پر کچھ عرصہ کے لئے رومی اقتدار بھی رہا ہے۔

نبطیوں کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے کہ وہ کس نسل سے تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے، بہرحال اس نسل نے حجاز و شام کے درمیان اپنا ملک بنایا، یہ اولاً چرواہے تھے جو خانہ بدوشی کے عالم میں اردن کے قریب آئے اور یہاں کے نخلستانوں میں، انھوں نے زراعت کا کام شروع کیا اور ترقی کی حتیٰ کہ کچھ ہی دونوں میں موآبی سلطنت پر جو وہیں قائم تھی، قبضہ کر لیا اور بطراء کو اپنا مرکز بنایا اور بالآخر پھر اس عالمی تجارت کے اصل متولّی بن گئے جس کی شاہراہ بطراء سے گزرتی تھی، اور اس کے نتیجے میں بطراء نے بڑی ترقی کی اور وہ ایک اہم ترین شہر اور ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا، یہ وہی تجارت تھی جس سے پہلے قوم سبا نے بڑا فائدہ حاصل کیا تھا، بطراء میں سامان رکھنے کے بڑے اچھے گودام قائم ہوئے، اور وہ ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا جس میں مختلف اطراف کے تاجر اپنا مال لے کر پہنچتے تھے نبطیوں نے خاصی ترقی کی اور اپنا اقتدار پھیلایا، مدین کے علاقے میں بھی ان کا اقتدار پھیل گیا، لیکن رومیوں سے ٹکر میں ان کو شکست ہوئی اور پھر ان کا شہر تباہ کر دیا گیا، بطراء ایک وادی میں جس کو اب وادی موسیٰ کہتے ہیں، ایک سطح مرتفع پر آباد تھا جس کی بلندی تین ہزار فٹ ہے، یہ خشک پہاڑوں کے حلقہ میں ایک محفوظ قلعہ بند قسم کا علاقہ ہے، اندر جانے کے لئے ایک طویل خمدار تنگ درے سے گذرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس شہر کو قدرتی طور پر حفاظتی انتظام حاصل ہے، شہر میں واقع اندرونی پہاڑیوں کو تراش تراش کر کے ضرورت کے کمرے اور مکانات بنائے گئے تھے، ان کے آثار اب بھی ملتے ہیں، اور بطراء کی ترقی کے زمانہ میں علمی مہارت اور تمدن کا پتہ چلتا ہے، بطراء کو انگریزی میں پٹرا کہتے ہیں، جو ایک یونانی لفظ ہے

......جس کے معنی چٹان کے ہیں، یہ لفظ عربی میں یونان سے آیا۔

تَدمُر

بادیۃ الشام کے مغربی بازو پر شام کے جنوبی جزء میں ایک شاداب نخلستانی خطہ ہے جس کو تدمر کہتے ہیں، انگریزی میں اس کے لئے پامیرا کا لفظ مستعمل ہے، یہاں دوسری تیسری صدی عیسوی میں ایک عرب ریاست تھی، اس کا قریب کی دوسری عرب وغیر عرب ریاستوں سے مقابلہ رہتا تھا، اس کی مشہور ملکہ زَبَّاء کا جس کو زنوبیا بھی کہا جاتا ہے، عرب تاریخ وادب میں خاصا تذکرہ ملتا ہے۔

اس حکومت کو زباء کے شوہر اُذینہ نے قائم کیا تھا، یہ حکومت دراصل بطراء کی حکومت کے زوال کے بعد قائم ہوئی جب کہ بطراء سے گزرنے والے تجارتی راستے کی اصل تولیت تدمر والوں کو حاصل ہوگئی، اور بطرائیوں سے یہ خصوصیت چھن گئی، اس کے علاوہ رومیوں نے ان کو شکست دے کر تباہ بھی کردیا تھا، کچھ ہی دنوں میں تدمر ایک مشہور شہر بن گیا، خشک صحراء کے درمیان ایک شاداب شہر بہت خوشنما اور دلکش تھا، اسی لئے اس شہر کو عَرُوسَۃُ الصَّحرَاء خطاب ملا، اذینہ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی زباء مالک تخت ہوئی اور اس نے بڑی شان وشوکت اور مردانہ طریقے سے حکومت کی، یورپ والے اس کو زنوبیا کہتے ہیں، اس کے حسن وانتظام اور سمجھ وکوشش سے تدمری حکومت مختلف اطراف وجوانب میں مصر تک پھیل گئی، اسکندریہ پر بھی جو رومیوں کا اہم شہر تھا، اس کا قبضہ ہوگیا، لیکن اس کے ایک جرنل کی غلطی سے رومیوں کو پھر فتح حاصل ہونا شروع ہوئی اور وہ تدمر تک پہونچ گئے اور انھوں نے اس شہر کو بالآخر تباہ کر ڈالا اور

اس طرح پر یہ شہر اور اس کی حکومت ختم ہوگئی، تدمر کے آثار قدیمہ جن میں رومی طرز تعمیر کا خاصا اثر ملتا ہے، اس قدیم زمانے کی اب بھی جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔

کندہ

بنو کندہ یمن سے نجد میں آئے اور یہاں اپنی حکومت قائم کی جس کی ابتداء پانچویں صدی میں حارث بن عمرو سے ہوئی، شاہ حیرہ نعمان بن منذر نے جنگ کرکے اس کو قتل کردیا، پھر حکومت اس کے چار بیٹوں میں تقسیم ہوگئی، جو مختلف قبائل پر تھی، ان میں قابل ذکر حکومت حجر بن حارث کی تھی، جو قبیلہ بنی اسد پر تھی جنھوں نے بغاوت کرکے اس کو قتل کردیا اس کا قائم مقام اس کا بیٹا امرؤ القیس شاعر ہوا اس کی ناکامی اور موت پر کندہ حکومت ۵۶۰ء میں ختم ہوگئی۔

اس خاندان کے بعض افراد متعدد علاقوں میں قبائلی حاکم تھے، ان میں دومۃ الجندل کا حاکم بھی تھا، یہ سب حکومتیں اسلام کے غالب آنے پر ختم ہوگئیں۔

ملوک حیرہ

بادیۃ الشام کے مشرقی سمت دریائے فرات کے کنارے لخمی خاندان کی ایک شاخ نے حکومت قائم کر رکھی تھی، جو عمرو بن عدی سے شروع ہوئی اور ۳۶۴ سال رہ کر المنذر پر ختم ہوئی، اس کا پایہ تخت حیرہ تھا، حیرہ نجف سے تین ۳ میل کے فاصلے پر ایک جھیل کے کنارے جس کو فرات سے کچھ نہریں ملاتی تھیں، ایک شہر تھا، اس کی آب و ہوا بہت اچھی اور صحت بخش تھی، شہر کے باہر مشرقی و مغربی جانب خورنق اور سدیر دو مشہور اور ضرب المثل محل تھے، جو عرب حکمرانوں نے ہی تعمیر کروائے تھے،

عربوں کے ادب میں دولت اور عظمت کے لئے یہ دونوں محل ایک علامت تھے، عربی شاعر مُنَخَّل یَشکُری کہتا ہے ؎

فاذا انتشیت فانّنی رب الخورنق والسدیر

واذا صحوت فانّنی رب الشویهة والبعیر

یہ حکومت بھی دراصل ایرانی شہنشاہیت کے زیرنگرانی اور زیرسایہ تھی، انھوں نے اس کو قائم کرایا تھا، وہ اس کے ذریعہ جزیرہ نمائے عرب میں اپنے بہت سے کام انجام دیتے تھے، کیونکہ جزیرہ نما کے قبائلی عربوں سے براہ راست تعلق قائم کرنا یا ان سے اپنے مصالح کے مطابق معاملہ کرنا ان کی شورہ پشتی کی وجہ سے ناممکن تھا، ایران سے جو تجارتی قافلے جزیرہ نمائے عرب جاتے تھے، ان کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت حیرہ کے سر ہوتی تھی، یہ اپنے ہم قوم ہونے کی وجہ سے قبائل عرب کو لوٹنے سے باز رکھتے تھے، ایک بار ایران کی حکومت نے ملوک حیرہ کی حفاظت کی ضرورت نہ سمجھی تو ان کا قافلہ لوٹ لیا گیا اور وہ عربوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

حیرہ اسلام سے کئی سو سال قبل سے آباد تھا، اس کی آبادی میں تین عنصر تھے تَنُوخی جو کہ خیمے والے عرب تھے اور فرات کے مغربی کنارے پر آباد تھے، دوسرے عبادی جو شہری تھے، تیسرے احلاف جو ان دونوں سے جدا تھے، لیکن ان سے معاہدہ رکھتے تھے۔

حیرہ کے حکمراں اگرچہ سیاسًا ایرانیوں کے ماتحت تھے، لیکن مذہبًا عام طور پر عیسائی تھے، عبادیوں میں مشہور شعراء بھی گزرے ہیں، حیرہ اچھی آب وہوا کا اور پرفضا مقام تھا، وہاں کے لوگ تھوڑے بہت متمدن تھے، اور ایرانیوں، رومیوں اور

عربوں سے یکساں تعلق رکھنے کی وجہ سے تینوں گوشوں کی تھوڑی بہت خصوصیات کے مالک تھے، جزیرہ نما کے شعراء یہاں آتے اور سلاطین کی مدح کرتے اور انعام پاتے تھے، یہاں کے شاہی خاندان کی نسبت اس کے ایک مورث ماء السماء کی طرف بطور فخر کی جاتی تھی۔

یہاں کے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کا تذکرہ جاہلیت کے بڑے شاعر اور تغلبی سردار عمرو بن کلثوم کے یہاں ملتا ہے اس کا تذکرہ فخر اور ناگواری کے موقع پر کیا ہے، وہ کہتا ہے ؎

ان قناتنا یا عمرو اعیت　　　على الاعداء قبلك أن تلينا

کہ ہماری شخصیت تم سے قبل کے اعداء کے لئے اے عمرو نرم پڑنے سے محفوظ رہی۔

یہاں کے مشہور بادشاہ نعمان کی تعریفیں نابغہ شاعر نے بہت کی ہیں، اس کی ناراضی کے ایک موقع پر اس کے منانے کے لئے جو اس نے شاندار قصیدہ کہا اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں ؎

فانك كالليل الذي هو مدركي　　　وان خلت أن المنتأى عنك واسع

وانت ربيع ينعش الناس سيبه　　　وسيف أعيرته المنية قاطع

اسلام سے چند سال قبل ایرانی حکومت نے ناراض ہو کر یہاں کے شاہی نظام کو ختم کر دیا اور اس کو اپنے انتظام میں لے لیا، پھر ایرانیوں سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ کر کے اس شہر کو حاصل کیا۔

غسانہ

بادیۃ الشام کے مشرقی کنارے کی طرح مغربی کنارے پر بھی عربوں کی ایک حکومت قائم تھی، یہ غسانیوں کی حکومت تھی، جو ۶ صدیوں تک قائم رہی جفنہ بن عمرو سے شروع ہوئی اور اسلام کے آنے پر جبلہ بن الایہم پر ختم ہوئی، جو رومی شہنشاہیت کے ماتحت تھی، اور رومی

اس کو اپنے مفاد کے لئے قائم رکھنا چاہتے تھے، اور یہ بھی رومیوں اور عربوں کے درمیان واسطے کا کام دیتے تھے، جس طرح حکومت حیرہ ایرانیوں اور عربوں کے درمیان ایک واسطے کا کام دیتی تھی، البتہ غسانی سلاطین رومی سلطنت کے اس سے زیادہ پابند نہ تھے جتنے ملوک حیرہ ایرانی سلطنت کے پابند تھے، غسانی حکومت کا پایہ تخت متعدد شہروں میں رہا ہے، اور یہ سب شہر دمشق کے قرب وجوار میں تھے، ان میں ایک کا نام جِلّق اور ایک کا نام بلقاء تھا، جلّق اسی جگہ ایک حصہ میں تھا، جس جگہ موجودہ شہر دمشق آباد ہے، یہ حکومت حوران تک پھیلی ہوئی تھی، یہاں بھی عرب شعراء آتے اور انعام پاتے تھے، جاہلی دور میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی یہاں آتے اور یہاں کی داد ودہش سے مستفید ہوتے تھے، انھوں نے غسانیوں کی خاصی مدح بھی کی ہے، وہ کہتے ہیں۔

لِلّٰہِ دَرُّ عِصَابَۃٍ نَادَمْتُھُم　　یَومًا بِجِلّقَ فِی الزَّمَانِ الأَوَّلِ

یَمْشُونَ فِی الحُلَلِ المُضَاعَفِ نَسْجُھَا　　مَشْیَ الجِمَالِ إِلَی الجِمَالِ البُزَّلِ

یَسْقُونَ مَنْ وَرَدَ البَرِیصَ عَلَیھِمُ　　بَرَدَی یُصَفَّقُ بِالرَّحِیقِ السَّلْسَلِ

بِیضُ الوُجُوہِ کَرِیمَۃٌ أَحسَابُھُمْ　　شُمُّ الأُنُوفِ مِنَ الطِّرَازِ الأَوَّلِ

جس طرح رومیوں اور ایرانیوں میں سخت سیاسی کشمکش تھی اسی طرح لخمیوں اور غسانیوں میں بھی خاصی کشمکش تھی، جن شعراء اور غیر شعراء پر بنو منذر کا عتاب نازل ہوتا تھا وہ غسانیوں کے پاس بھاگ کر آجاتے اور یہاں پناہ لیتے، مشہور عرب شاعر اور حیرہ کے بادشاہوں کے مداح نابغہ پر جب عتاب نازل ہوا تو اس نے بھی یہاں آکر پناہ لی اور رضامندی کے حصول کے بعد وہ پھر حیرہ لوٹ گیا تھا، حیرہ والوں کے مقابلے میں غسانیوں میں تمدن زیادہ تھا، دونوں ملکوں کے بادشاہ مذہبًا نصرانی تھے، ان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا،

جو مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا تھا۔

حمیر و تُبّع

سبا یمن کی ساری قحطانی نسلوں کے مورث اعلیٰ کا نام ہے، اس کی نسلوں میں کچھ تو سبا کہلائیں اور کچھ مستقل الگ ناموں سے موسوم ہوئیں، ان میں سے صرف حمیر اور کہلان کی نسلیں تاریخ میں محفوظ ہیں، رہی سبا کی نسل تو وہ اپنے زمانہ میں یمن کی سب سے زیادہ طاقتور اور ترقی یافتہ نسل تھی، اس کی حکومت یمن میں ۸۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۱۱۵ بعد مسیح تک ۹۳۵ سال تک رہی سباء کا بیان تفصیلی طور پر گزر چکا ہے، سبا کے زوال کے بعد ان کے بنی اعمام حمیر کو اقتدار و عروج حاصل ہوا، ان کا پایہ تخت (یمنی) ظِفار تھا، ظِفار عمان کے علاوہ جنوبی یمن کا بھی ایک شہر ہے جو ساحلی شہر مُخا سے سو میل شمال مشرق میں واقع ہے، یہ ظفار یمن کا ایک اہم شہر تھا جس کی شہرت جواہرات میں خاصی تھی، یہاں کے ہار اور جواہرات جزیرۃ العرب میں پھیلتے تھے، حدیث افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار جذع ظفار کا بتایا گیا ہے، مخا اس کا خاص بندرگاہ ہے، اس علاقے کی پیداوار مخا ہی سے برآمد کی جاتی ہے، یمن کا قہوہ، مخا کی طرف اب تک منسوب ہے، حمیر کی حکومت سبا کے عہد میں بھی قائم تھی، لیکن اصل عروج اس کو سبا کے زوال کے بعد ہوا، اس کی وجہ یہ تھی کہ تجارتی قافلے ان کے ملک کے سامنے سے گزرتے تھے، اور ان کے بندرگاہوں پر اسٹیشن کرتے تھے، اس سے انھوں نے کافی فائدہ اٹھایا، اگرچہ ان کو سبا جیسا عروج حاصل نہ ہو سکا لیکن خود ان کا یہ بہت زیادہ عروج تھا، حمیر کی ایک شاخ جو تبع کہلاتی تھی، حمیر کے بعد سلطنت کی مورث بنی، یمن کی حکومت قحطانی مورث سبا کی انہی تین شاخوں میں رہی یعنی قوم سبا، قوم حمیر اور قوم تبع، تبع کا آخری بادشاہ ذونواس تھا، اس نے یہودی

مذہب قبول کر لیا تھا۔

حمیری چونکہ ساحل پر تھے جس کے سامنے حبشیوں کا ملک تھا، اور حبشی رومیوں کے اثر سے عیسائی ہو گئے تھے، اور حبشیوں و حمیریوں میں وقتاً فوقتاً لڑائیاں اور رسہ کشی چلتی تھی، اور کبھی کبھی اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے علاقہ پر قبضہ بھی کر لیتا تھا۔

یمن کے شمال مشرقی جانب شہر نجران تھا، یہاں قبیلۂ حمدان آباد تھا، اس کے لوگوں میں عیسائیوں کی خاصی تعداد تھی، شہر میں ان کا ایک بڑا گرجا تھا، اس کی وجہ سے یہ شہر جزیرۃ العرب میں عیسائیت کا بڑا مرکز تھا، تبع بادشاہ نے جو کہ مذہباً یہودی تھا، ان لوگوں کے ساتھ زبردستی کی اور یہودی بنانے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں سخت ظلم و بربریت اختیار کی، غالباً اسی سلسلہ کا وہ واقعہ ہے، جس کا تذکرہ سورۂ بروج میں فرمایا گیا ہے، اسلام کی آمد سے قبل صحیح عیسائیت ہی اسلام تھی، چنانچہ وہ عیسائی جو اپنے مذہب میں صحیح راستہ پر تھے اور اس مذکورہ ظلم کا شکار ہوئے وہ مومن تھے شہید ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۞ (سورۂ بروج۔۴۔۸)

اس واقعہ کے اثر سے پڑوس کی حبشی حکومت جو کہ عیسائی تھی، جوش و حمیت میں آگئی اور اس نے نصرانیت کے بچانے کے لئے یمن پر فوج کشی کی اور لڑ کر اس پر قبضہ کر لیا، ان کی طرف سے یمن کا حاکم ارباط پھر ابرہہ قرار پایا، یہ دونوں شخص ....

.... یمن پر حملہ کرنے والی حبشی فوج کے سپہ سالار تھے، بعد میں ابرہہ نے حبشہ کی حکومت سے تعلق منقطع کر کے خود مختاری اختیار کر لی، پھر اسے کعبہ کی طرف عربوں کی توجہ اور اس سے

غیر معمولی عقیدت دیکھ کر رشک و حسد ہوا، اور اس نے عربوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے لئے کعبہ کی نقل میں نجران میں ایک خوبصورت عبادت خانہ بنایا اور یہ کوشش کی کہ عرب کعبہ سے غیر متعلق ہو جائیں اور اس عبادت خانے سے احترام و تقدیس کا تعلق قائم کرلیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا بلکہ ایک عرب نے اس عبادت خانے کی ایک رات توہین کی اور وہاں غلاظت پھیلا دی اس کو دیکھ کر ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے کعبۂ مقدس کو منہدم کر دینے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی طاقت کے نشے میں اس پر لشکر کشی کر دی اور پھر وہ اور اس کی فوج اللہ کے عذاب سے تباہ کر دی گئی، اس کا ذکر سورۃ الفیل میں کیا گیا ہے۔
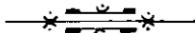
أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

یہ واقعہ ولادتِ مبارکہ سے ایک سال پہلے کا ہے، کچھ ہی مدت میں یمنی لوگ حبشیوں کے اقتدار اور ان کے مظالم سے بہت تنگ آگئے، بالآخر انھوں نے اس اقتدار کو ختم کرنے کے لئے ایرانی سلطنت سے مدد چاہی، جس کے نتیجہ میں ایران نے ایک فوج بھیجی جس نے آکر یمن پر قبضہ کرلیا، اور اس طرح اب یمن ایران کی مجوسی حکومت کے قبضہ میں آگیا، اسلام جب آیا تو یمن اسی ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا، اسی لئے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام حکمرانوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور ایرانی بادشاہ کو بھی خط لکھا تو اس نے یہ بدتمیزی کی کہ وہ خط چاک کر ڈالا اور اس کے جواب میں یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ مدینہ سے آپ کو گرفتار کر کے بھیجدے، یمن کے گورنر نے دو آدمی بھیجے، جب یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو ایرانی بادشاہ کے

خط چاک کرنے کی اطلاع مل چکی تھی، آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح اس کی سلطنت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، خط کے چاک کرنے کے دوسرے روز ہی بادشاہ کے بیٹے نے بادشاہ کو قتل کر کے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا، جب یمن کے یہ دو سفیر آپؐ کے پاس پہونچے تو آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بادشاہ مارا جا چکا ہے، حمیر و تبع کی حکومت سباء کے زوال کے بعد شروع ہوئی، اور ۶۴۰ سال تک قائم رہی ۵۲۵ھ بعد مسیح ختم ہوئی۔

مکّہ مکرّمہ

مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے، سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے، اس کا عرض البلد ۲۱ درجہ شمالی اور طول البلد ۳۹½ درجہ مشرقی ہے، ساحل سمندر سے تقریباً ۵ کیلومیٹر مشرق میں واقع ہے، بَکّہ، مکہ، اُمّ القُریٰ اور اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن اس کے نام ہیں، یہ جس وادی میں آباد ہے، وہ پتھریلی اور تنگ وادی ہے، اس میں شہر مکہ مکرمہ مشرق سے مغرب تک تقریباً کئی میل میں پھیلا ہوا ہے، شہر کا عرض بھی دو میل کا ہے، اس کی وادی ابطح اور بطحا[1] بھی کہی جاتی ہے، مکہ کی یہ وادی دو پہاڑی سلسلوں سے گھری ہوئی ہے، جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق تک چلے گئے ہیں، اِن میں ایک سلسلہ شمالی ہے اور ایک جنوبی، ان دونوں سلسلوں کو اَخْشَبَان کہتے ہیں، شمالی سلسلہ جبل الفلق جبل القُعَیْقِعَان اور جبل لَعْلَعْ، پھر ثنیّۃ کداء پر مشتمل ہے، کداء مکہ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے، جو کہ شہر کا بلند حصّہ ہے، فتح مکہ کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے داخل ہوئے تھے، شہر کے جنوب مغربی سرے پر جبل عمر ہے، پھر وادی ہے، پھر جبل ابو قبیس، پھر جبل خَنْدَمَہ ہیں، ان سب پہاڑوں کے دامن اور بعض بعض کی بلندیاں اب

---

[1] بطحاء سیلاب کی ہر اس گزرگاہ کو کہتے ہیں، جو پہاڑی ہو اور جس میں سیلاب کے بعد ریت اور سنگریزے چھوٹ جائیں۔

عمارتوں سے پُر ہیں، شہر کو چاروں طرف سے پتھروں کے ٹیلے یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں، جو ایک طرح سے اس کی فصیلوں کا بھی کام دیتی ہیں، حرم شریف شہر کے وسط میں ہے۔

شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جس کو زَمْزَم کہتے ہیں، اس کے علاوہ یہاں پانی کا کوئی خاص کنواں نہیں ہے، پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں کچھ کاشت نہیں ہو سکتی تھی، اب دو ایک نہریں شہر میں دوسری جگہ سے لے آئی گئی ہیں، ان کی وجہ سے پانی کی سہولت ہوگئی ہے، اس کی مدد سے کچھ گھانس اور پودے بھی لگا دیئے گئے ہیں، عہد عباسی ہی میں طائف کے قریب سے یہاں ایک نہر لے آئی گئی ہے، یہ نہر، نہر زُبَیدہ کہلاتی ہے، یہ عباسی خلیفہ امین کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی، اور بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی، اب پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے گئے ہیں، جن کی وجہ سے اب پانی کی بالکل قلت نہیں رہی، مکہ چونکہ ایک وادی میں ہے اس لئے ایام گزشتہ میں بڑے سیلابوں سے اس میں پانی بھر جایا کرتا تھا، اور حرم شریف میں بہت پانی جمع ہو جاتا تھا، اب حکومت نے معلاۃ سے پہلے ایک بندھ بنا دیا ہے، اور اس کے علاوہ حرم اور حرم کے آگے ایک زمین دوز بڑا نالہ بھی بنا دیا ہے جس میں شہر کا گندا اور سیلاب کا پانی بہہ کر مکہ کے نشیبی حصہ "مَسفلہ" کی طرف سے نکل جاتا ہے۔

پہاڑوں کے درمیان خصوصی طور پر گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے، شہر کا موسم گرمیوں میں سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے اس کی سالانہ مقدار چار یا پانچ انچ سے زیادہ نہیں، لہذا گرمی کا موسم مارچ میں شروع ہو کر آخر اکتوبر تک رہتا ہے، پہاڑوں سے گھرے ہونے کی وجہ سے موسم سرما میں سردی کم ہوتی ہے، ہواؤں میں سب سے بہتر ہوا مغربی ہوا ہوتی ہے، یہ سمندر کی طرف سے آتی ہے اس کے بعد شمالی ہوا،

یہ بھی سمندر کی طرف سے آتی ہے، اور سب سے گرم مشرقی ہَوا ہوتی ہے، جو خشک پہاڑوں پر سے گزرتی ہوئی گرم ہو کر آتی ہے، اس سے کم گرم جنوبی ہَوا ہوتی ہے۔

اس کے پہاڑوں کو توریت میں جبال فاران بتایا گیا ہے، یہ نام غالباً فاران بن عمرو ابن عملیق بادشاہ کی نسبت سے ہوا۔

اس شہر کو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہؑ اور اپنے شیرخوار بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یہاں ٹھہرا کر آباد کیا تھا، اور پھر کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی تھی، جب سے یہ شہر قرب و جوار بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسلیں یہاں مقیم ہوئیں اور کچھ نسلیں قرب و جوار میں بھی پھیلیں، آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے، پھر یہیں قریش میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے اپنی عمر کے ترپن سال یہیں گزارے، کعبہ اور کعبہ کی وجہ سے مکہ کی تعظیم اور احترام سارے جزیرۃ العرب میں یکساں طریقہ سے برابر کیا جاتا رہا ہے، تمام عرب اسلام سے ڈھائی ہزار سال قبل ہی سے کعبہ کا طواف اور زیارت کرتے رہے ہیں۔

مکہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی، ہجرت سے صرف دو صدی پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جد قُصَیّ بن کِلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورہ سے مکانات بننا شروع ہوئے، اور مکہ کے معاشرہ کو اور اس کی اجتماعی اور مذہبی ذمہ داریوں کو منظم کیا گیا، اور ان کو اصلاً قصی بن کلاب ہی نے سنبھالا، اس سے قریش کی اہمیت بڑھی اور یہ ذمہ داریاں ان میں مخصوص ہو گئیں، اسلام کے آنے کے بعد شہر کو برابر ترقی ہوئی، اب یہ اپنے قرب و جوار میں دُور دُور تک سب سے بڑا اور پورے عالم اسلامی کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔

شہر کا شمال مشرقی حصہ بلند ہے، اور معلاۃ کے نام سے موسوم ہے، اسی میں شہر کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے جس کو المَعْلَاۃ کہا جاتا ہے، یہ الحجون سے اور کداء پہاڑ یوں سے متصل ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ میں داخلہ مسنون بتایا گیا ہے، عہد اول سے اب تک اسی قبرستان میں اہل مکہ کی تدفین ہوتی رہی ہے، معلاۃ کے بالمقابل شہر کے جنوب مغربی جزء میں شہر کا نشیبی محلہ مسفلہ ہے، معلاۃ سے بہہ کر آنے والا سیلابی پانی اسی طرف سے باہر جاتا ہے، شہر کا مشرقی حصہ جبل خندمہ پر مشتمل ہے، جس کے دامن میں بنی ہاشم کا خاندان آباد تھا، یہ جبل ابو قبیس کے متصلاً شمال میں ہے، شہر کے مغربی حصہ میں جبل عمر اور شمال مغربی حصہ میں مقام کُدیٰ ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ سے باہر جانا مسنون بتایا گیا ہے۔

حرم شریف کے شمالی جانب کے علاقے کو الشامیہ کہا جاتا ہے، اسی کے بالمقابل حرم شریف کے جنوبی علاقہ کا مشہور محلّہ جیاد ہے، یہ مکہ مکرمہ کا ممتاز محلہ ہے، اسی کے پہلو میں مکہ کا مشہور پہاڑ جبل ابو قبیس ہے، شہر کے تقریباً وسط میں حرم شریف (مسجد حرام) ہے۔

مسجد حرام

یہ نہایت عالی شان عمارت ہے، جس کے بالکل وسط میں خانۂ کعبہ ہے، خانۂ کعبہ اور اس عمارت کے درمیان تمام اطراف میں کھلے میدان ہیں، جن میں نمازی کعبہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کرتے ہیں، خانۂ کعبہ کی شمالی دیوار سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر ایک ہلالی شکل کی دیوار ہے، اس کے اندر کا حصہ حطیم کہلاتا ہے، حطیم اور خانۂ کعبہ کے درمیان دو گز کی زمین حجر اسمٰعیل کہلاتی ہے، یہ اصلاً خانہ کعبہ ہی کا حصہ ہے، جو موجودہ عمارت سے باہر ہے، حطیم اور خانۂ کعبہ کے اردگرد پختہ اور وسیع صحن ہے، اس کو مطاف کہتے ہیں، اسی میں خانۂ کعبہ کا

طواف کیا جاتا ہے، مطاف کے ایک حصہ میں باب کعبہ کے رُخ پر ایک طرف زمزم شریف کا کنواں ہے، اور باب کعبہ ہی کے سمت قریب میں مقام ابراہیم ہے، باب کعبہ کے قریب کے مشرقی کونے پر حجر اسود لگا ہوا ہے، حجر اسود سے باب کعبہ تک کی دیوار کو مُلتَزَم کہتے ہیں۔

صحن مسجد کے کناروں پر ہر طرف آگے پیچھے تین اور کسی طرف چار بڑے بڑے دالان ہیں، حرم شریف کا موجودہ رقبہ ہر طرف سے تقریباً ایک فرلانگ ہے۔

کعبہ معظمہ

کعبہ معظمہ مسجد حرام کے درمیان میں بنا ہوا ہے، اس کی شکل ایک بڑے کمرہ کی سی ہے، عمارت اونچی اور تقریباً مربع ہے، اس کی بلندی ۱۵ میٹر ہے، اس کے مشرقی جانب -مشرقی رکن کے قریب اس کا خوبصورت دروازہ ہے، جو زمین سے سوا دو میٹر بلند ہے، کعبہ کے چار کونے ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رُکن عراقی۔ شمالی جانب۔

۲۔ رُکن شامی۔ مغربی جانب۔

۳۔ رُکن یمانی۔ جنوبی جانب۔

۴۔ رُکن حجر اسود۔ مشرقی جانب۔

رُکن حجر اسود، وہ گوشہ ہے جس میں حجر اسود نامی پتھر لگا ہوا ہے۔

زمزم

کعبہ معظمہ کے شمال مشرقی رخ پر...... مسجد حرام کے اندر پانی کا یہ ایک چشمہ ہے،

جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی عنایات کی بنا پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیاس کے موقع پر پیدا فرمایا تھا، جو آج تک باقی ہے، بلکہ برابر ترقی پر ہے، زمزم کے پانی میں ہلکا سا کھار ہے، جو معدنیاتی اثر کا نتیجہ ہے، پانی متبرک ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لئے مفید اور جسم کے لئے صحت بخش ہے، اس کا پانی پورا شہر پیتا ہے، اور دنیا کے مختلف حصوں میں بھی لے جایا جاتا ہے۔

مَسْعیٰ

مَسْعیٰ سَعْی کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں، سَعْی حج کا ایک اہم رُکن ہے، مَسْعیٰ صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک راستہ ہے جو بیت اللہ کے مشرقی جانب ہے، جنوب مشرقی سرے پر صفا ہے جو جبل ابوقبیس کے دامن میں ہے، اور حرم کے شمال مشرقی سرے پر مروہ ہے، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اب باقی نہیں رہیں، دونوں کٹ کٹا کر ختم ہو گئی ہیں، صرف ان کی جگہیں متعین ہیں، جہاں چند سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں، دونوں میں آپس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کا ہے، ان کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ان کے لئے پانی کی تلاش میں آئی گئی تھیں، اسی کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمزم شریف پیدا فرمایا، اسلام سے قبل عربوں نے ان دونوں پہاڑیوں پر ایک ایک بُت رکھ دیا تھا، صفا کے بُت کا نام اِساف تھا، اور مروہ کے بُت کا نام نائلہ تھا، عرب ان پر چڑھاوے چڑھاتے اور قربانیاں کرتے تھے، اور حج کے موقع پر سعی بھی کرتے تھے، اسلام کے آنے پر یہ بُت ختم کر دیئے گئے، لیکن مسلمانوں کو اس کی سابقہ تاریخ کی وجہ سے ان کے درمیان سعی کرنے میں تکلّف ہوا، لیکن قرآن مجید میں جب ان کی سعی کا باقاعدہ حکم آیا کہ "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا" تب ان کی سعی جاری ہو گئی۔

دارُالنّدوَہ

دارُالنّدوَہ اب مسجد حرام کے اندر شامل ہوگیا ہے، اس کا جائے وقوع باب الزیادہ کے اندرونی حصہ میں ہے، دارالندوہ اسلام کے غلبہ سے پہلے قریش کی مجلس شوریٰ تھی، اس میں بیٹھ کر قریش کے سردار اپنے مسائل پر غور کرتے تھے، اور فیصلے کرتے تھے، یہ جگہ محلہ شامیہ کے رخ پر ہے، قریش کی یہ مجلس شوریٰ ان کے جد قصی نے قائم کی تھی۔

جبل قُعَیقِعَان

یہ حرم کے مغربی جانب واقع ایک پہاڑ ہے، اس کو اس کے سامنے کے پہاڑ جبل ابوقبیس کے ساتھ ملا کر اخشبین کہتے ہیں، جبل قعیقعان کا ایک جزء جبل ہندی بھی کہلاتا ہے۔

جبل ابوقبیس

یہ حرم کے مشرقی رخ پر واقع ہے، اس پر چڑھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خطاب کیا تھا۔

الحُجُون

یہ معلاۃ سے متصل ایک پہاڑی ہے، اسی لئے اس کے سامنے کے محلہ کو بھی الحجون سے موسوم کیا گیا قبل اسلام مکہ کی آبادی اس سمت میں اسی حد تک تھی۔

کَدَاء

جبل حجون سے متصل ایک (گھاٹی) پہاڑی راستہ بیرون مکہ سے اندرون مکہ کو اترتا ہے،

اس کو کداء کہتے ہیں، حج و عمرہ کے لئے اسی طرف سے مکہ میں داخل ہونے کو مستحب قرار دیا گیا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسی راستے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

کُدَیٌّ

جبل قعیقعان (جبل ہندی) سے مغربی جانب سے تنعیم کے رخ پر جانے والے راستہ پر پڑنے والی گھاٹی ہے، اس کے شمال میں ذی طُوَیٰ ہے، اس کا محلہ الشبیکہ ہے، حج و عمرہ کر کے واپس جانے والے کے لئے یہی راستہ مستحب بتایا گیا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے واپسی اسی راستہ سے کی تھی۔

صَفَا

حرم و بیت اللہ کے مشرقی رخ پر واقع پہاڑ جبل ابو قبیس کا وہ سرا جو حرم بیت اللہ اور اس کے درمیان ہے، اور سعی کی ایک طرف کی حد ہے، اب یہ کٹ کٹا کر صرف چند چٹانیں رہ گئی ہیں۔

مروہ

جبل قعیقعان (جبل ہندی) کے مشرقی سرے کی نوک جو حرم کے شمال مشرق پر واقع ہے، اور سعی کی دوسری طرف کی حد ہے، یہ بھی اب صرف چند چٹانیں رہ گئی ہیں۔

ذو طُوَیٰ

جبل قعیقعان اور کُدَی سے جانب شمال میں واقع کنواں ہے ظہور اسلام کے وقت یہ جگہ شہر سے باہر تھی، اب شہر کے کنارے کے محلے جَرْوَل اور الزاہر اس کے پاس واقع ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں شہر میں داخل ہونے سے قبل یہاں آخری

منزل فرمائی تھی، پھر شمالی رخ پر کداء کے راستے مکۂ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے۔

جبل عمر (جبل النوبی)

یہ حرم سے جنوب مغرب سمت واقع پہاڑ ہے، اسے جبل النوبی بھی کہا جاتا ہے، حضرت عمرؓ کا مکان اسی کے پہلو میں تھا۔

الغزّہ

حرم سے شمال مشرقی رخ پر جبل ابوقبیس کے سامنے دوسری طرف یہ محلہ جَبَلِ خَنْدمہ کے متصل آباد ہے، اور اسی سے متصل علاقہ و محلہ سوق اللیل ہے۔

سوق اللیل و شعب عامر

الغزہ سے متصل جبل خَندمہ کے قریب میں یہ محلہ آباد ہے، آل ہاشم و عبدالمطلب کے مکانات اسی میں تھے، اس سے شمال میں شعب عامر واقع ہے۔

شِعْبِ ابی طالب

شعب عامر میں ایک پہاڑی گھاٹی ہے جس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تین ۳ سالہ محاصرہ سے سابقہ پڑا تھا، اب اس کو شِعْبِ علی کہتے ہیں۔

المولد النبوی

محلہ الغزہ سے متصل سوق اللیل میں ایک مکان کی صورت میں باقی ہے، اب اس میں

مکہ مکرمہ کی لائبریری ہے، اس کے مشرقی پہلو میں پہاڑ ہے۔

مولد علی بن ابی طالب

مولد نبوی سے قریب پہاڑ کی تھوڑی بلندی پر یہ جگہ ہے۔

دار خدیجہؓ اور مولد فاطمہؓ

سوق اللیل اور مروہ کے درمیان مروہ سے مشرقی رُخ پر تھا، اس گلی کو زقاق الحجر، الصاغہ اور العطارین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، عقد سے ہجرت تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام فرمایا اور اسمیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنوں کی ولادت ہوئی۔

دار ابی بکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان بھی دار خدیجہ ہی کے محلہ زقاق الحجر، زقاق العطارین میں تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک اور گھر تھا، ....جس کی جگہ مسفلہ میں زقاق البخاری میں ہے۔

مولد حمزہ

حرم سے جانب جنوب مغربی واقع پہاڑ جبل عمر کے قریب ہے، وہاں اب مسجد حمزہ ہے۔

مولد عمر

جبل عمر کے دامن میں ہے، اس پہاڑ کو جبل النوبی بھی کہا گیا ہے۔

دارالعباس بن عبدالمطلب

حرم سے مشرقی جانب اس جگہ تھا، جہاں اب مسعیٰ کا عَلَمَ اَخضَر واقع ہے۔

خاندان بنو مخزوم

باب الصفا کے علاقہ میں آباد تھا، انہی کی نسبت سے باب الصفا کو باب بنی مخزوم بھی کہا جاتا تھا، بنو مخزوم میں حضرت خالد بن الولید اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل ہوئے۔

دارالارقم

یہ حضرت عبداللہ بن الارقم مخزومی کا مکان تھا، اور صفا کے دامن میں حرم سے متصل تھا، یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جمع ہوتے تھے، اس کو بعد میں دارالخیزران سے بھی موسوم کیا گیا۔

بنو جُمَح

حرم کے شمالی دروازے باب الزیادہ کی جگہ پر آباد تھے، انہی کے نام پر اس دروازے کو باب بنی جُمَح بھی کہا گیا ہے۔

بنو سہم

حرم کے جانب مغرب واقع دروازہ باب العمرہ کی جگہ آباد تھے حضرت عمرو بن العاص اسی سے تھے۔
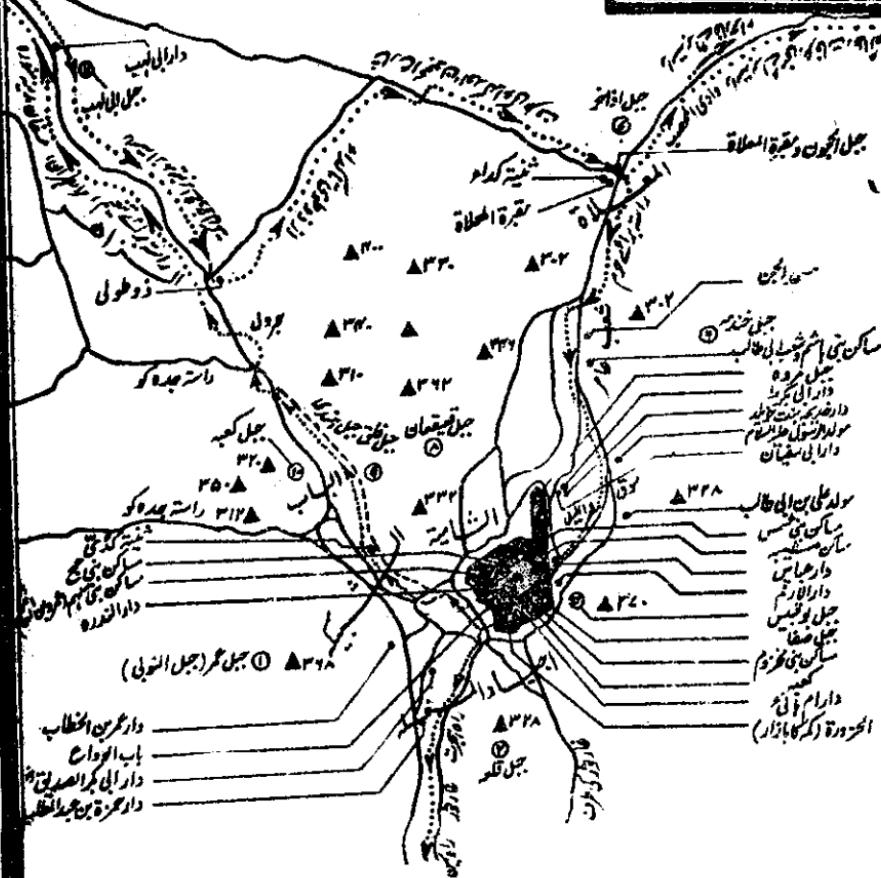
بنو شیبہ

حرم کے مشرقی دروازہ باب السلام کی جگہ آباد تھے، انہی کی نسبت سے باب السلام کو

نقشہ مکہ مکرمہ (حرم و اطراف حرم)
پیمانہ مسافت
۱۰۰ ۲۰۰ ۳۰۰ ۴۰۰ ۵۰۰ میٹر
دار ابی لہب
جبل ابی لہب
جبل اذاخر
جبل الحجون و مقبرۃ المعلاۃ
ثنیۃ کداء
مقبرۃ المعلاۃ
ذو طوی
جرول
راستہ جدہ کو
جبل کعبہ
جبل قعیقعان
مسجد الجن
جبل خندمہ
مساکن بنی ہاشم شعب ابی طالب
جبل مروہ
دار ابی بکر
دار خدیجہ بنت خویلد
مولد الرسول علیہ السلام
دار ابی سفیان
مولد علی بن ابی طالب
دار عباس
دار الارقم
جبل ابو قبیس
جبل صفا
مساکن بنی مخزوم
کعبہ
دار ام ہانی
الحزورہ (مکہ کا بازار)
ثنیۃ کدی
مساکن بنی جمح
دار الندوہ
جبل عمر (جبل النوبی)
دار عمر بن الخطاب
باب الوداع
دار ابی بکر الصدیق
جبل قلعہ
اشارے
موجودہ سڑکیں
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے
مقامات تاریخی
پہاڑی بلندیوں کی مقدار میٹر میں سطح سمندر کی بلندی سے
حرم ترکی توسیع
حرم سعودی توسیع
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
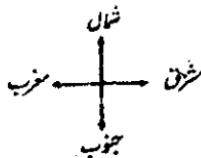
باب بنو شیبہ بھی کہا گیا ہے، حج کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم حرم میں باب بنی شیبہ (باب السلام) سے داخل ہوئے اور باب مخزوم (باب الصفا) سے باہر تشریف لے گئے تھے، بنو شیبہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔

بنو اُمَیَّہ

یہ لوگ مروہ کے مشرق و مغرب مسعی سے متصل حرم کے باب العطارین کے قریب میں آباد تھے، دار ابی سفیان اسی جگہ تھا، اس سے متصل زقاق العطارین کا محلہ ہے۔

جبل ثَوْر

جبل ثور وہ مشہور پہاڑ ہے جس کے ایک غار میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں بسر فرمائی تھیں، مکہ کے مشرقی جنوبی سمت تقریبًا تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس پہاڑ تک مسفلہ سے نکل کر راستہ جاتا ہے، یہ پہاڑ اس علاقہ کے بلند پہاڑوں میں سے ہے بعض لوگ اس کی بلندی ایک میل بتاتے ہیں، مذکورہ غار اس کی چوٹی پر ہے۔

جبل النُّور و حَرَاء

جبل النور جس میں غار حرا ہے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بطور عبادت چند دن گزارا کرتے تھے، مکہ کے شمالی سمت جدھر سے طائف کو راستہ جاتا ہے، تقریبًا ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، مکہ کے پہاڑوں میں سے جبل النور صاف طور پر اور جبل الثور فاصلہ سے دکھائی دیتا ہے۔

مکہ کی آبادی دنیا کی مختلف نسلوں پر مشتمل ہے، قدیم مقامی عرب اب یہاں شاید

خال خال بھی نہ ملیں، صرف ایک گھرانا خالص النسب نکی گھرانا ہے، اور وہ کعبہ کا کلید بردار شیبی خاندان ہے۔

مِنٰی

مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۔۵ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہاں تین جمرات ہیں جن کو حجّاج منیٰ کے دوران قیام میں کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا جب حکم ہوا تھا تو کہا جاتا ہے کہ راستہ میں تین جگہ شیطان نے بہکایا تھا جس کی یادگار کے طور پر ان تین جگہوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، جو شیطان کو مارنے کی ایک طرح سے علامت ہے، تینوں جمرات انہی تین جگہوں پر ہیں۔

منیٰ درحقیقت ایک غیر آباد جگہ ہے، جو حج کے تین چار دنوں میں آباد ہو جاتی ہے، آٹھ ذی الحجہ کو حجاج صبح سے یہاں پہنچ جاتے ہیں اور یہیں سے درحقیقت حج کے شعائر شروع ہوتے ہیں، اور بارہویں تیرہویں پر یہیں پر ختم بھی ہوتے ہیں، منیٰ میں سب سے اہم چیز مسجدِ خَیفَ ہے، یہ چوکور اور کھلے سائبان کی ایک مسجد ہے، درمیان میں ایک قبّہ بنا ہوا ہے، یہ اسی جگہ ہے، جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، حجاج اپنے حج کے جانوروں کو منیٰ میں ذبح کرتے ہیں، اسی مناسبت سے منیٰ کا نام مِنیٰ پڑا ہے کہ "یُمْنیٰ فِیْھَا الدِّمَاءُ" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اسی جگہ اپنے محبوب بیٹے کی قربانی دینے کی کوشش کی تھی، اسی کو پھر اللہ نے تا قیامت یادگار بنا دیا، منیٰ اپنے جنوب و شمال کے جن دو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، ان کو بھی اخشبین کہتے ہیں۔

عرفات

مکہ مکرمہ سے ۲۱ کلو میٹر......... کے فاصلے پر یہ ایک بڑی وسیع وادی یا میدان ہے، جس میں نہ کوئی آبادی ہے، اور نہ کوئی عمارت، یہ میدان اپنے تین طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے، درمیان مین اس کے شمالی جانب جبل الرحمۃ ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ یہاں ملے تھے، اسی لئے اس کا نام "عرفہ" پڑا اور یہ جگہ "عرفات" کہلائی، عرفات کی وجہ تسمیہ کے متعلق اور بھی باتیں کہی جاتی ہیں، نویں ذی الحجہ کو خاص طور پر دن کے دوسرے حصہ میں یہاں حجاج جمع ہوتے ہیں، حاجی کا یہاں آنا حج کے لئے شرط و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، یہاں ایک مسجد ہے، جو مسجد نمرہ کہلاتی ہے، اس میں ظہر و عصر ملا کر پڑھنے کا حکم ہے، یہاں عصر جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں مقدم کرکے ظہر میں ملائی جاتی ہے، امام خطبہ دیتا ہے، اور ظہر و عصر ملاتا ہے، مسجد نمرہ میدان عرفات کے مغربی کنارے ہے، اس کے بعد وادی عُرَنہ ہے، جو عرفات سے خارج شمار کی جاتی ہے۔

مُزدَلِفَہ

منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک جگہ ہے، اس کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے "فَاِذَآ اَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" یہاں ایک مسجد ہے مشعر حرام میں حجاج مغرب وعشاء کی نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں۔

بطن محسّر

مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک گھاٹی بطن مُحَسّر کہلاتی ہے، جس کے متعلق شریعت کا

حجاج کو یہ حکم ہے کہ وہاں تیزی سے گزریں، کہا جاتا ہے کہ اصحاب الفیل پر یہیں عذاب آیا تھا۔

جبل ثُبَیر

منیٰ اور مزدلفہ کے سامنے ایک مشہور پہاڑ ہے جس کو ثُبَیر کہتے ہیں، امرء القیس نے اپنے معلقہ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

كَأَنَّ ثَبِيرًا فِي عَرَانِينِ وَبْلِهِ
كَبِيرُ أُنَاسٍ فِي بِجَادٍ مُزَمَّلِ

التنعیم

حرم مکی سے شمالی جانب تقریباً ۶ کلو میٹر کے فاصلے پر یہ ایک جگہ ہے، جہاں سے حدود حرم گزرتے ہیں، اور مکہ مکرمہ سے براہ راست مدینہ منورہ جانے والا راستہ بھی یہاں سے گزرتا ہے، اس طرف سے آنے والا یہاں سے احرام باندھتا ہے، اور یہ حدودِ حرم کا کمترین فاصلہ ہے۔

سَرِف

۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر سَرِف نامی ایک وادی ہے، جس کا ذکر تاریخ وسیرت کی کتابوں میں آتا ہے، یہاں ام المومنین حضرت میمونہؓ کی قبر ہے، مدینہ منورہ جانے والے راستہ کی یہ ایک منزل ہے۔ اس کا تذکرہ بطن نعمان کے نام سے بھی آتا ہے۔

الحُدیبیہ جبل الشمیسی

مکہ مکرمہ سے مغربی جانب تقریباً ۲۱۔۲۲ کلو میٹر کے فاصلے پر جدہ جاتے ہوئے یہ جگہ

ملتی ہے، یہ مکہ سے شمال مغربی جانب ہے، یہیں جبل الشمیسی نامی ایک پہاڑ ہے، جس کی وجہ سے اب اس کو شمیسیہ بھی کہتے ہیں، حدود حرم یہاں سے بھی گزرتے ہیں، احرام باندھنے والے یہاں بھی احرام باندھتے ہیں، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں قریش سے معاہدہ کیا تھا، اور بغیر حج کئے واپس تشریف لے گئے تھے، یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کہلاتا ہے، یہیں وہ درخت تھا، جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر کہ آپ کے فرستادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں شہید کردیئے گئے، بیعت رضوان لی تھی، اس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کٹوادیا تھا کہ لوگ اس کی عبادت نہ شروع کردیں، یہاں ایک چشمہ میں پانی کی کمی دور کرنے کے لئے آپ نے اپنا تیر بھی ڈلوایا تھا۔

مرّ الظہران

مکہ سے شمالی جانب تقریباً ۲۲ کلو میٹر کے فاصلے پر المر سے الجموم تک کئی کلو میٹر میں نخلستانی علاقہ پھیلا ہوا ہے اس میں آبادی ہے، جو کاشت کرتی ہے، اور یہاں کی زمین کی شادابی سے فائدہ اٹھاتی ہے، مکہ مکرمہ میں تازہ سبزیاں اور نباتاتی اشیاء یہیں سے پہنچائی جاتی ہیں، مکہ کے لوگ یہاں پکنک کی غرض سے بھی آیا کرتے ہیں، اس کو اب وادئ فاطمہ[1] کہتے ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان کا قدیم راستہ اسی طرف سے گزرتا تھا، اس کو اختصاراً المر کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑی وادی بھی ہے جس میں شمال مشرق سے آنیوالی دو وادیاں النخلة الشامیہ اور النخلة الیمانیہ آکر مل جاتی ہیں۔

قرن المنازل

ایک پہاڑی ہے، جو مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۸ کلو میٹر کے فاصلے پر مشرقی جانب نجد

---

[1] یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا کی طرف نہیں بلکہ سو ڈیڑھ سو سال قبل ترکی عہد میں فاطمہ نامی ایک دولتمند عورت کی طرف ہے

جانے والے راستہ پر واقع ہے، یہ اہل نجد کی میقات ہے۔ یہ اب السیل کے نام سے موسوم ہے۔

یَلَمْلَم

یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے، یہ پہاڑی یمن سے مکہ آنے والے راستہ پر واقع ہے، یمن اور یمن کی طرف سے آنے والے سارے حجاج کی میقات ہے، اس پہاڑی سے متصل سعدیہ نامی ایک بستی بھی ہے۔

ذات عرق

یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرقی جانب عراق جانے والے راستے پر واقع ہے اور اہل عراق کی میقات ہے۔ یہ اب الضریبہ کے نام سے موسوم ہے۔

مدینہ منوّرہ

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال میں چارسو پچپن ۴۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس کے مغربی جانب ایک سو تیس ۱۳۰ میل کے فاصلے پر سمندر، اور اس علاقہ کا مشہور بندرگاہ ینبوع ہے، مدینہ منورہ، مکہ اور شام کے درمیان، راستہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے، اس کا طول البلد تقریباً وہی ہے، جو مکہ مکرمہ کا ہے، یعنی ½ ۳۹ درجہ شرقی، البتہ اس کا عرض البلد ۲۴ درجہ شمالی ہے، جبکہ مکہ مکرمہ کا ۲۱ درجہ شمالی ہے۔

یثرب

اس شہر کا سابق نام یثرب تھا، جو دراصل اس کے مغربی حصہ کی ایک بستی کا نام تھا، جو پورے شہر کے لئے استعمال ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے اس شہر کو اپنا وطن بنا لینے کے بعد یہ مدینۃ الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہلایا جانے لگا، اور یہیں آپؐ کی قبر مبارک اور آپ کی بنائی ہوئی مسجد ہے، اس شہر کو بھی آپؐ نے اللہ کے حکم سے حرم قرار دیا ہے، اور اسلام کے تین ۳ مقدس ترین شہروں میں سے ایک قرار پایا، پہلا شہر مکہ مکرمہ دوسرا یہ شہر اور تیسرا بیت المقدس، اس شہر میں ایک نیکی کا ثواب ایک ہزار نیکیوں کے برابر قرار پایا ہے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے برعکس سرسبز و شاداب اور ایک زراعتی شہر ہے، اس کے مغربی جانب کو چھوڑ کر اس کے مختلف اطراف میں باغات ملتے ہیں، جن میں کھجور، انگور، انار، سیب اور دوسرے پھل کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں، اس کی زمینوں میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے، یہ کاشت کئی کئی میل پھیلی ہوئی ہے، اس کی آب و ہوا مکہ کی آب و ہوا کے مقابلہ میں مختلف رہتی ہے، یعنی گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد برخلاف مکہ مکرمہ کے جہاں گرمی تو مدینہ منورہ کی طرح یا اس سے زائد ہوتی ہے اور سردیوں میں سردی ہلکی ہوتی ہے، اس فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرح پہاڑیوں سے گھرا ہوا نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مختلف سمتوں سے باغات گھیرے ہوئے ہیں، تیسرے یہ کہ وہ سطح سمندر سے ۲½ ہزار فٹ بلند ہے، یہ شہر حجاز و تہامہ کی سرحد پر واقع ہے، اس کے مشرق میں حجاز کا پہاڑی سلسلہ اور مغرب میں تہامہ کی میدانی پٹی ہے، اور یہ خود اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے حجازی شہر سمجھا جاتا ہے، جب کہ مکہ مکرمہ تہامی شہر سمجھا جاتا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دونوں شہروں سے تعلق کی وجہ سے اسی لئے حجازی اور تہامی دونوں لقب سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ شہر تہامہ و حجاز کا صحت پرور شہر سمجھا جاتا ہے، یہاں جاڑا، گرمی دونوں سخت ہوتے ہیں، شہر ایک ایسے میدان میں آباد ہے جس میں شمال کی طرف ایک ہلکی سی ڈھال ہے، یہ اپنی مشرقی و مغربی سمتوں سے دو حرّوں اور شمالی و جنوبی سمتوں سے دو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، مشرقی جانب یعنی قبلہ رُخ آدمی کے بائیں جانب حرۃ الواقم اور مغربی جانب حَرَّۃُ الوَبَرہ ہیں، حرّۃ الوبرہ، حرۃ الواقم کے مقابلہ میں شہر سے قریب ہے، اسی حرّہ کے مغربی پہلو میں یہاں کی مشہور اور بڑی وادی، وادیٔ عقیق ہے، اس کے علاوہ اسی حرّہ پر بہت سے آثار ہیں، جن کا ذکر سیرت کے مختلف مقامات میں ملتا ہے، اور شہر کے

اندر آنے والے راستے بھی اسی حرّے کے پہلوؤں سے آئے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تو مشرق و مغرب کی سمتوں میں انہی حرّوں کے مابین حدود بتائے۔

جبل اُحد، سَلَع اور عَیْر

شہر سے شمالی جانب جبل اُحد ہے، جس کے پاس اُحد کا معرکہ پیش آیا تھا، اور وہاں متعدد صحابۂ کرامؓ اور حضرت حمزہؓ کی قبریں ہیں، جبل اُحد تقریباً ڈھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے، جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا تھا کہ "اُحَدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ وَهُوَ عَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ"

شہر کے شمالی حصہ میں حرۃ الوبرہ سے متصل بائیں رخ پر جبل سلع ہے، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے، اسی پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے حضرت کعب بن مالک کو ان کی توبہ کی مقبولیت کی خوشخبری سنائی تھی، جبل سلع سے جنوبی جانب متصلاً ایک چھوٹی پہاڑی جبل سُلَیْع ہے، اس پہاڑی پر خاندان بنی اسلم کے مکانات اور آبادی تھی، مدینہ منورہ کے جنوبی جانب جبل عَیْر ہے، یہ سُرخ رنگ کے دو ملے ہوئے پہاڑ ہیں، ایک کو عَیْر الوارد اور دوسرے کو عیر الصادر کہتے ہیں، مدینہ منورہ کے شمالی و جنوبی سمتوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو پہاڑوں جبل عیر اور جبل اُحد کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا۔

گزشتہ تفصیل کے مطابق مدینہ منورہ اپنے چاروں جانب سے گھرا ہوا ہے، اس کے مشرقی جانب حرّۂ واقم اور مغربی جانب حرّۃ الوبرہ پھیلے ہوئے ہیں، ان دونوں کے درمیان شمال میں نرم زمین کا قطعہ ہے جس کا مغربی جزء... حرۃ الوبرہ سے ملا ہوا ہے۔

مذکورہ بالا نرم زمین کے قطعہ میں ہی جبل سلع ہے، ۵ھ میں مسلمانوں نے خندق کھودی

تھی، اور کفار کا راستہ بند کر دیا تھا، یہ واقعہ غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق کہلاتا ہے،
یہ خندق حرۃ الواقم سے حرّۃ الوبرہ تک ہلالی شکل میں کھودی گئی تھی، اور جبل سَلع کے
بیرونی پہلو سے گزری تھی، مسلمانوں کا لشکر جبل سَلع کے دامن میں خیمہ زن ہوا تھا، یہ مذکورہ
بالا نرم زمین کا قطعہ شہر اور جبل احد کے درمیان کاشت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے،
اس میں غلہ اور ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں، شہر کے جنوبی حصہ کی طرف حرۃ الوبرہ اور حرۃ الواقم
کے جنوبی کناروں کے درمیان جبالِ عیر نامی دونوں پہاڑ اور انہی سے ملے ہوئے شہری
علاقہ میں قُبا اور عَوالی نامی دو بستیاں ہیں، یہ بستیاں ایک طرف حرّوں سے ملی ہوئی ہیں،
لیکن ان کی زمینیں بہت شاداب اور زرخیز ہیں، لہٰذا ان میں کھجور، انگور کے بکثرت باغات
ہیں، اور کاشت بھی ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں متعدد وادیاں ہیں، جن کی تعداد تقریباً چھ بتائی
جاتی ہے، یہ عام طور پر اس کے جنوبی پہلوؤں سے اور ایک اس کے......شمال مشرقی پہلو
سے شہری علاقے میں داخل ہوتی ہیں اور شمال مغربی رُخ سے اکٹھا ہو کر باہر نکلتی ہیں، اور
آخر میں وادی اِضَم سے مل کر سمندر تک چلی جاتی ہیں، شمال مشرق سے قَناۃ اور جنوب
مشرق سے مَہزُور اور مُذَینِب اور مغرب سے بُطحَان، رَانُوناء اور العقیق آئی ہیں، العقیق
ان میں سب سے مشہور وادی ہے، جو مدینہ کے مغربی پہلو سے گذری ہے، اس وادی سے
بہت سے تاریخی اور ادبی واقعات وابستہ ہیں، اس میں کسی زمانہ میں مدینہ کے متمولین کے
مکانات اور محلات تھے، اس کا تذکرہ شعر و ادب میں خاصا ملتا ہے، ایک زمانہ میں یہاں
خوش عیش اور تفریح پسند لوگ آکر رہتے اور پکنک کیا کرتے تھے، مکہ مکرمہ سے آنے والا
راستہ اس وادی سے گذرتا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم بدر جاتے ہوئے اسی وادی سے

گزرے تھے۔

اسی وادی میں بیر رُومہ اور مقام زُغابہ اور بعض دوسری مشہور تاریخی جگہیں ہیں، بیر رُومہ شہر کے جنوبی رخ پر وادی عقیق میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا، جو ایک یہودی کے ملک میں تھا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا تھا، شہر کے شمال مغربی سرے پر حرۃ الوبرہ سے متصل ثنیۃ الوداع ہے، جہاں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم۔۔۔ ایک موقع پر شہر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے، اور بچیوں نے ترانہ پڑھا تھا کہ ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا من ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ

شہر سے جبل احد کی طرف جانے والا راستہ اسی کے پہلو سے گذرتا ہے، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شمالی اور جنوبی رخ سے آنے والے راستے اسی رخ سے شہر کے اندر داخل ہوتے تھے۔

مدینہ منورہ میں جس کو اسلام کے آنے سے قبل یثرب کہا جاتا تھا۔ قدیم زمانہ میں عمالقہ اور دوسری قومیں آباد رہی ہیں، یثرب نام عمالقہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کو بدل دیا، کیونکہ اس کے معنی اچھے نہیں ہیں، یہاں چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل بیماری کا اثر جلدی ہو جایا کرتا تھا اس لئے نام اسی مناسبت سے پڑ گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے اس کو مدینۃ الرسول یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شہر کہا گیا، یہ معنی المدینۃ سے بھی ادا ہوتے ہیں، لہذا عام طور پر المدینۃ کہا جاتا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت یہاں کی گرمی اور لوکے اثر سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی تقریباً ختم

ہوگئیں، اس لئے یثرب کے معنی بھی اس شہر کے مطابق نہیں رہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے متعدد نام منقول ہیں، ان میں خاص طور پر طیبہ، طابہ قابل ذکر ہیں، البتہ جس نام نے زیادہ شہرت اور عمومیت حاصل کرلی وہ مدینۃ النبی یا المدینۃ ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس شہر کی بڑی فضیلت منقول ہے، خصوصًا یہ کہ آخر زمانہ میں ایمان دنیا کے تمام خطوں سے سمٹ کر مدینہ ہی میں آجائے گا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الایمانَ لیأرِزُ إلی المَدینَۃ کَمَا تأرِزُ الحیَّۃُ اِلی جُحرِھاؕ أو کما قال علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔

مسجد نبوی

شہر کے تقریبًا وسط میں قدرے مستطیل شکل کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پُرشکوہ مسجد ہے، اس مسجد کے مشرقی پہلو اور جنوبی سرے پر روضۂ اطہر ہے، مسجد کے منبر اور روضہ کے درمیانی حصّہ کی جو موجودہ مسجد کا ایک اہم جزو اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل مسجد تھا بڑی فضیلت بتائی گئی ہے، اس کو آپ نے "رَوضَۃٌ مِّن رِیَاضِ الجَنَّۃِ" جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا ہے، آپ کی قبر مبارک حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہے جس کو مسلمان روضۂ نبوی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ حجرہ مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب بائیں پہلو سے بالکل وابستہ ہے، اس حجرہ کے شمالی جانب دوسرا حجرہ اور اس کے بعد اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے، یہ سب مقامات اب مسجد کے احاطہ کے اندر ہیں، مسجد کے حدود میں کئی بار اضافہ کیا گیا ہے، موجودہ مسجد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے بہت زیادہ وسیع ہوچکی ہے، مسجد بہت زیادہ خوبصورت اور پُرشکوہ ہے۔

یہ مسجد مدینہ منورہ کی سب سے متبرک اور عظیم الشان تاریخی یادگار اور اسلام میں دوسرے

درجہ کی مسجد ہے، پہلی مسجد مسجد حرام، دوسری مسجد یہی مسجد ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں ایک نماز کی فضیلت ہزار نمازوں کے مساوی بتائی ہے، فرمایا کہ "صَلوٰۃٌ فی مَسْجِدِی ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلوٰۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامُ" (مسلم) یہ درمیان شہر میں واقع ہے، اس کے جنوب مشرق میں ایک شاندار گنبد بنا ہوا ہے جس پر سونے کے پانی کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور بہت خوبصورت نقش و نگار ہیں مسجد کی دیواریں آیتوں اور حدیثوں اور اللہ و رسولؐ کے ناموں سے مزین ہیں۔

مسجد کا صحن بڑا وسیع اور کھلا ہوا ہے شروع میں اس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں بطور فرش بچھی ہوئی تھیں لیکن اب سنگ مرمر سے ساری زمین ڈھک دی گئی ہے مسجد کے سارے دالان قیمتی جھاڑ فانوس اور عالی شان قالینوں سے آراستہ ہیں۔

ہجرت کے پہلے سال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے ساتھ مل کر اپنے دست مبارک سے اس مسجد کی تعمیر کی، اس کے لئے وہی جگہ معین فرمائی جس جگہ ہجرت کے موقع پر آپ کی اونٹنی بیٹھی تھی، آپ نے اس کو اسی پر چھوڑ دیا تھا کہ اللہ کے حکم سے یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہیں آپ قیام فرمائیں گے، جب اس جگہ بیٹھی تو آپ وہیں مقیم ہوئے اور وہیں آپ نے مسجد تعمیر فرمائی، یہ مسجد جس زمین پر تعمیر ہوئی وہ آپ نے اس کے مالکوں سے قیمت ادا کر کے حاصل کی۔

ہجرت کے ساتویں سال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں کچھ اضافہ فرما کر مربع شکل میں کر دیا، اس کے بعد ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مرمت فرمائی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، اس وقت تک مسجد کے ستون کھجور کے تنوں اور چھت کھجور کے پتوں کی بنائی گئی تھی، ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی از سر نو تعمیر کروائی

اور اس کی دیواریں اور کھمبے پتھر اور چونے کے بنوائے اور چھت ساکھو کی لکڑی کی کروائی اور مسجد میں مزید اضافہ کروایا، یہ اضافہ قبلے کی جانب اور دائیں طرف اور نمازیوں کی پشت کی جانب تھا، بائیں جانب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف تھا جس میں قبر شریف ہے، اس لئے اس طرف اضافہ نہیں کیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ولید بن عبد الملک کے اضافوں میں کئی امہات المومنین کے مکانات مسجد نبوی میں شامل کئے گئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے قبلہ جانب تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اضافہ میں جو انھوں نے قبلہ جانب کیا تھا، شامل مسجد ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے دائیں جانب مسجد تھی، اور بائیں جانب بعض دوسری اُمہات المومنین کے مکانات تھے، بائیں جانب کے بعض مکانات ولید بن عبد الملک کے اضافے میں شامل مسجد نبوی ہوئے، اور صرف یہی نہیں بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے، مسجد نبوی کے اندر آگیا اور اس کے قبلہ جانب اور بائیں جانب کے قطعے مسجد نبوی کے دالانوں میں تبدیل ہو گئے، اس کے بعد خلفاء اور بادشاہ اپنے اپنے دور میں اضافے اور مرمت کرتے رہے لیکن ولید بن عبد الملک کے بعد خاص اضافے نہیں ہوئے، ۱۲۶۵ھ میں سلطان عبد المجید عثمانی نے تعمیر جدید کروائی، اس تعمیر میں مسجد کے پانچ دروازے اور پانچ مینارے بنے، قبلے کی جانب دائیں طرف باب السلام، دائیں طرف وسط میں باب الرحمۃ، بائیں طرف حجرۂ نبوی کے قریب باب جبرئیل اور اس کے قریب باب النساءؑ نمازی کے پیچھے یعنی شمالی جانب باب مجیدی، اور میناروں میں ایک مینار حجرہ شریف کے گوشے پر جو کہ صدر مینار ہے، اور قبۂ خضراء کے ساتھ نظر آتا ہے، دوسرا باب السلام پر، تیسرا

باب الرحمۃ پر، چوتھا باب مجیدی پر، پانچواں سلیمانیہ کہلاتا ہے، جو شمالی مغربی گوشے پر تھا، اس تعمیر کی دوبارہ تجدید ۱۳۷۲ھ میں شاہ ابن سعود کے حکم سے کی گئی جس میں مسجد کے رقبہ میں شمالی جانب اضافہ بھی کیا گیا (یہ خیال رہے کہ مسجد نبوی کے جنوبی رُخ قبلہ ہے) اس تعمیر و تجدید میں حسب ذیل دروازوں کا اضافہ ہوا، دائیں جانب باب علی اور باب العزیز اور باب السلام کے پاس خوخۂ ابی بکر[1] کی جگہ باب ابی بکر اور بائیں جانب باب سعود اور شمالی جانب باب عمر اور باب عثمان بنائے گئے، اس کے علاوہ مسجد نبوی کو چاروں جانب سے سڑکوں سے گھیر دیا گیا، اور مکانات اس سے علیحدہ کر دیئے گئے۔

روضۂ جنت

یہ اس وقت مسجد نبوی میں قبلہ جانب دالانوں میں بائیں طرف کا ایک قطعہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کی ہوئی مسجد نبوی کا بڑا جزو ہے، اس کے بائیں جانب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف اور دائیں جانب مسجد نبوی کا منبر ہے، یہ مسجد نبوی کا نہایت بابرکت اور پُرعظمت قطعہ ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ "مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" (ترجمہ:۔ میرے مکان اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کا ایک باغ ہے) پچھم سے پورب اس کی لمبائی ۷۰ فٹ اور چوڑائی

---

[1] خوخۂ ابی بکر دراصل ایک کھڑکی تھی، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان سے مسجد نبوی میں کھلتی تھی، اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ براہ راست مسجد میں آجاتے تھے، دوسرے متعدد صحابہ کے مکانات سے بھی اسی طرح کھڑکیاں مسجد نبوی کی طرف کھلتی تھی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکانات کے یہ براہ راست راستے بند کرادئے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھلا رکھا تھا، جو مسجد نبوی کے باقاعدہ دروازوں کی طرح برابر قائم رہا۔

۵۰ فٹ ہے، اس قطعہ میں اہم جگہیں وہ ہیں، جن پر اسطوانۂ عائشہ، اسطوانۂ حنّانہ، اسطوانۂ ابی لبابہ وغیرہ ہیں، اور اسی میں محراب نبوی شریف ہے، جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت فرماتے تھے، اسطوانۂ عائشہ رضؓ کے متعلق بڑی فضیلت آئی ہے، یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نفل ادا فرماتے تھے، اور آپ نے اس جگہ کی بہت اہمیت بتائی ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس لئے منسوب ہوا کہ اس کی اہمیت اور فضیلت کا انکشاف انھوں نے ہی فرمایا تھا، اسطوانۂ حنانہ وہ ستون ہے جس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم منبر کی تیاری سے قبل ٹیک لگاتے تھے، اس پر ٹیک ترک فرمانے پر اس سے رونے کی آواز آئی تھی، اسطوانۂ ابی لبابہ وہ ہے جس سے حضرت ابو لبابہ نے اپنے کو بندھوالیا تھا اور توبہ قبول ہونے پر اپنے کو کھلوایا، ان سے ایک غلطی ہوگئی تھی جس پر احساس افسوس میں انھوں نے ایسا کیا تھا۔

زیارت کرنے والے کو مسجد نبوی میں داخل ہونے پر سب سے پہلے روضۂ جنت میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنا ہوتا ہے، پھر حجرۂ نبوی شریف پر حاضری دے کر سلام پیش کرنا ہوتا ہے۔

حجرۂ نبوی شریف

حجرۂ شریف جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو معزز رفیقوں سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کی قبریں ہیں، مسجد نبوی میں قبلہ جانب بائیں حصہ میں روضۂ جنت سے متصلاً بائیں جانب ہے، یہ زرد رنگ کا اور پیتل کا بنا ہوا ہے، اور اس کے قبلہ رُخ اور بائیں جانب مسجد نبوی کے دالان ہیں، البتہ شمالی جانب ایک اور حجرہ ہے، جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ کہا جاتا ہے۔

حجرہ نبوی شریف کی لمبائی ½۵۳ فٹ اور چوڑائی ۵۰ فٹ ہے اور اس کے اوپر چار گنبد ہیں، جن پر ایک سبز گنبد بنا ہوا ہے، جو پوری مسجد نبوی کے اوپر سب سے ممتاز اور نمایاں گنبد معلوم ہوتا ہے، حجرہ شریف کی سب سے پہلی تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کروائی تھی، بعد میں بعض دشمنوں سے اس کا خطرہ ہوا تھا کہ وہ سُرنگ کر کے قبر مبارک تک پہونچنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا قبر شریف کے چاروں جانب گہرائی تک سیسے کی دیواریں گلادی گئی ہیں، حجرہ شریف کے چار دروازے ہیں، جو احتیاط کے طور پر مقفل رکھے جاتے ہیں مغرب میں باب الوفود، جنوب میں باب التوبہ (یہ قبلہ رُخ ہے اور اسی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا جاتا ہے) شمال میں باب فاطمہ مشرق میں باب التہجد۔

یہ حجرہ شریف اصل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور اسی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس حجرہ کو آپ کی آرام گاہ کے طور پر اس لئے اختیار کیا گیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ انبیاء جن جگہوں پر وفات پاتے ہیں وہیں ان کی تدفین عمل میں آتی ہے، آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل وصیت کی تھی، کہ ان کو وفات کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں جگہ دی جائے، جگہ بھی ان کی صاحبزادی کی تھی، لہٰذا ان کی آرام گاہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب اسی حجرے میں بنائی گئی، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے ذرا پہلے اپنے صاحبزادے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی حجرے میں تدفین کی اجازت لینے کے لئے بھیجا اور یہ کہا کہ اگر وہ اجازت دیں تو وہاں، ورنہ عامۃ المسلمین کے قبرستان میں تدفین کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے صاحبزادے سے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، لیکن میں عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں، لہٰذا اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین عمل میں

آئی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے بعد جنت البقیع میں امہات المومنین کے ساتھ جگہ پائی، حجرہ میں ایک تدفین کی جگہ ابھی باقی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم نہ تھے، اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ کے بجائے جنت البقیع میں امہات المومنین کے ساتھ تدفین پسند کی۔

حجرۂ مبارکہ کے قبلہ رخ کھڑے ہونے والے کے مواجہ میں سب سے پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ان کے ذرا پیچھے پیتانے ہٹ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے اور ذرا پیتانے ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، لہذا سامنے سے گزرنے والے کو پہلے حضور اکرمؐ کا مواجہہ شریف، پھر حضرت ابوبکرؓ کا، پھر حضرت عمرؓ کا مواجہ ملتا ہے، ہر مواجہے کے سامنے کی جالی میں علامت کے طور پر ایک حلقہ بنا ہوا ہے، سلام پڑھنے والا ہر مواجہے پر سلام پڑھتا ہوا پیتانے کے دالان سے نکل جاتا ہے۔

صفہ شریف، اور اغوات کا چبوترہ

حجرۂ نبوی کے شمالی جانب میں واقع ہے، یہی وہ چبوترہ ہے جس میں عہد نبوت میں غریب مہاجر رہا کرتے تھے، ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے، اب اس کی شکل چبوترہ کی ہے، اس کی لمبائی ۱۲ میٹر ۴۰ فٹ، اور چوڑائی ۸ میٹر ۲ فٹ ہے، زمین سے نصف میٹر بلند ہے، اور اس پر تانبے کا گھیرا بنا ہوا ہے، اور اس کے مشرق کی طرف گودام ہے، اور سامنے ہی ایک چبوترہ ہے، جو حرم نبوی کے شیخ "امام" کے بیٹھنے کے لئے بنایا گیا ہے، یہ سب حجرے اور مقامات ایک لائن میں ہیں، ان میں سب سے پہلے قبلہ رُخ حجرۂ نبوی شریف، پھر حجرۂ فاطمہ، پھر دکۃ الاغوات (اغوات کا چبوترہ) ہے۔

النقا اور حاجر

مدینہ منورہ کے مغربی سمت ایک جگہ النقا اور حاجر کہی جاتی ہے، یہ جگہ پُر فضا اور پسندیدہ رہی ہے، اب وہاں ریلوے اسٹیشن اور آبادی ہے، اور یہیں باب العنبریہ ہے جہاں سے حجاج اور دوسرے زائرین عام طور پر مدینہ منورہ شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

بقیع شریف

یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، جس کا اصل نام بقیع الغرقد ہے، غرقد عربی میں جھاڑیوں کی زمین کو کہتے ہیں[1]، بقیع شریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے اب تک مدینہ منورہ کا قبرستان رہا ہے، اس میں تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام مدفون ہیں، جن میں خاص طور پر قابلِ ذکر حضرت عائشہؓ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات باستثناء حضرت میمونہؓ مدفون ہیں، ان کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری صاحبزادیاں نیز نواسے حضرت حسن اور متعدد اہل خاندان ایک حظیرہ میں اور آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ، چچا حضرت عباسؓ اور ان کے علاوہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت نافع مولی عمر اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہم مختلف جگہوں پر مدفون ہیں، بقیع کی لمبائی ۰۰ ۵ فٹ اور چوڑائی ۳۳۳ فٹ ہے، بقیع کے متصل شمال میں وہ جگہ ہے جس کا نام سیرت کی کتابوں میں "المناصع" بتایا گیا ہے، اب مسجد نبوی کے پاس سے ایک عمدہ سڑک بقیع کی طرف گئی ہے، اور بقیع کے قبرستان کو مزید وسیع کر دیا گیا ہے۔

---

[1] یہ قبرستان بننے کے وقت غرقد کی جھاڑیوں کا خطہ تھا۔

فصیل شہر

۲۶۳ھ میں مدینہ منورہ کی حفاظت کے طور پر اس کی ایک شہر فصیل بنائی گئی تھی جو برابر قائم رکھی گئی، اور آخری بار ۹۴۶ھ میں سلطان سلیمان عثمانی نے اس کو بنوایا، وہ فصیل ٹوٹی پھوٹی اب بھی پائی جاتی ہے اس کے آٹھ دروازے تھے، باب المصری، باب الشامی، باب قبا، باب بُصری، باب مجید، باب الجمعہ، باب الحمام، باب جدید، ایک باب صغیر بھی تھا، جو کچھ عرصہ ہوا منہدم ہو گیا۔

سقیفۂ بنی ساعدہ

باب الشامی سے متصل یہ جگہ ہے، یہ مدینہ منورہ کے مشہور آثار میں شمار کی جاتی ہے، اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ پر غور و خوض کیا گیا اور یہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بحیثیت خلیفہ کے انتخاب ہوا تھا، اب یہ ایک تکونے پارک کی صورت میں شہر کے شمال مغربی حصہ میں واقع ہے۔

مناخہ

مسجد نبوی سے جنوب مغربی جانب وسط شہر میں مناخہ ایک کھلی ہوئی جگہ ہے جو گویا مدینہ منورہ کا ایک طرح کا اسٹیشن بن گیا ہے، حجاج اور دوسرے مسافروں کی موٹریں یہیں آکر رُکتی، اور یہیں سے روانہ ہوتی ہیں، اس کا نام سوق المدینہ بھی ہے، اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا بازار قرار دیا تھا، آپ نے وہاں تشریف لاکر زمین پر پیر مارا تھا، اور فرمایا تھا کہ یہ تم لوگوں کا بازار ہے۔

مشہور کنویں اور پانی

مدینہ منورہ میں متعدد کنویں بھی ہیں، جن میں بعض تاریخی ہیں، جیسے بئر حاء، بئر بُضاعۃ، بئر عُروہ، بئر غرس، ان تمام کنوؤں کا سیرت نبوی سے خاص تعلق ہے، ان میں بئر حاء مسجد نبوی کے شمالی دروازہ کے پاس مدینہ منورہ کی فصیل کے دروازۂ مجیدی پر ہے، اور بئر بُضاعہ باب شامی اور سقیفہ بنی ساعِدَہ کے قریب ایک مکان میں ہے، اور بئر عُروہ باب العنبریہ سے نکل کر تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، اور بئر غرس قبا کے پاس ہے، اس کا پانی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، اور آپ کے لئے وقتاً فوقتاً لایا جاتا تھا، ان کے علاوہ اور بھی کنویں ہیں، شہر میں پانی ان کنوؤں سے اور ایک نہر سے پہنچایا جاتا ہے، جو عین الزرقاء کہلاتی ہے، یہ نہر حضرت معاویہؓ کے حکم سے ان ہی کے عہد میں مدینہ منورہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر قباء کے عین ازرق سے نکالی گئی تھی، اس کا پانی بہت زیادہ ٹھنڈا اور بہت شیریں ہوتا ہے، ہوا لگنے پر بہت جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے، صُراحی میں بھر کر دو چار گھنٹوں کے لئے کھلی ہوا میں رکھ دیا جائے تو برف کی مانند ٹھنڈا ہو جاتا ہے، ٹھنڈک کے ساتھ غیر معمولی حد تک شیریں بھی ہوتا ہے، یہ نہر گیارہ بارہ سوتوں سے تیار کی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک نہر عین الشہداء تھی، جو خشک ہو چکی ہے، یہ مدینہ منورہ کی دو قدیم اور تاریخی نہریں ہیں، ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں بائیس ۲۲ چشمے ہیں، جن کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔

کھجور

مدینہ منورہ میں پھلوں کے درختوں میں سب سے وافر مقدار میں کھجور پایا جاتا ہے،

یہاں اس کی تقریباً سو قسمیں ہوتی ہیں، جزیرہ نمائے عرب میں سب سے بہتر کھجور یہیں کی ہوتی ہے، یہاں اس کی کاشت کا خاص اہتمام ہے، حجاج زمزم کی طرح عام طور پر کھجوریں یہاں سے لاتے ہیں۔

ریلوے لائن

ترکوں نے حلب سے لے کر مدینہ منورہ تک ایک ریلوے لائن بھی بنائی تھی، جو اب زیر استعمال نہیں ہے، اس کا اسٹیشن شہر کے جنوبی کنارے کے محلہ باب العنبریہ پر ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد سے حضرت علیؓ کے عہد تک مدینہ منورہ پورے عالم اسلامی کا سیاسی مرکز رہا ہے، لیکن اس کے بعد سے سیاسی جھگڑوں اور ہنگاموں سے عام طور پر اس شہر کو اللہ تعالےٰ نے محفوظ رکھا، اسی وجہ سے اس شہر کی اقتصادی و عمرانی حالت کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہیں رہی۔

آثار و مضافات مدینہ منورہ

قُباء

شہر مدینہ سے جنوب مغربی سمت تقریباً ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے، اس میں بڑی شادابی ہے، اور مختلف پھلوں اور میوؤں کے باغات ہیں، اور یہیں وہ مسجد ہے، جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلاتی ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت فرمائی ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ ہے، فرمایا گیا "لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی

التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ" اور قباء کے رہنے والوں کے لئے فرمایا گیا "فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۝"

سفر ہجرت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری منزل تھی، اس کے بعد آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔

مسجد سے متصل قبلہ رُخ دو مکانوں کے نشانات ہیں، ان میں سے ایک حضرت کلثوم بن ہدم کا مکان بتایا جاتا ہے جس میں حضورؐ قبا تشریف لانے پر مقیم ہوئے تھے، دوسرا حضرت سعد بن خیثمہ کا بتایا جاتا ہے جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ملاقاتوں کے لئے اختیار کیا تھا۔

بئر اریس

بئر اریس اسی قباء میں واقع ہے، یہاں آپ نے چند صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی تھی، اور اسی میں حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ انگوٹھی گر گئی تھی، جس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین مُہر لگایا کرتے تھے، اس کنویں کا پانی کھاری تھا، روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں آپنا لعاب دہن شامل فرمایا، جب سے اس کا پانی میٹھا ہے، اب یہ کنواں خشک ہو گیا ہے، اور اس کی جگہ کشادہ زمین اور پارک ہو گئی ہے۔

مسجد ضرار

اسی قبا میں منافقین نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسی میں بیٹھ کر سازشی مشورے کرنے کے لئے مسجد ضرار بنائی تھی جس کی مذمت قرآن مجید میں کی گئی حضور صلے اللہ

علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہدم کرایا۔

عَوَالِی اور سُنُخ

قبا سے کچھ شمال مشرق میں وہ جگہ ہے، جو عوالی کہی جاتی ہے، اس سے متصل مشرق وشمال میں حرۂ واقم ہے، حرۂ واقم کے اسی سرے پر بنی قریظہ، یہودیوں کے محل اور قلعے تھے، مدینہ منورہ کا یہ حصہ قدرے بلند سطح زمین رکھتا ہے، عوالی میں سُنُخ نامی جگہ تھی، .... جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان اور کارخانہ تھا، عوالی کا فاصلہ بھی مسجد نبوی شریف سے تقریباً دو میل کا ہے۔

علاقہ اُحد

جبل اُحد سے متعلق پورے علاقہ کو اب اُحد کہا جاتا ہے، یہ مدینہ منورہ سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہاں خود جبل اُحد تقریباً تین میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے، وہ دور سے دیکھنے میں کئی پہاڑوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے، اس کا رنگ سُرخ ہے، اس پہاڑ تک پہونچنے سے قبل ایک چھوٹی سی پہاڑی ملتی ہے، جس پر غزوۂ احد کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا تاکہ وہ کفاروں کی نقل وحرکت دیکھتے رہیں، اسی پہاڑی کے دامن میں وادی قناۃ ہے، جس سے کفار کی فوج کا ایک دستہ چھپ کر آ گیا تھا، اس پہاڑ اور جبل اُحد کے درمیان میں .... جو وادی اور میدان ہے، اسی میں اُحد کا معرکہ پیش آیا تھا، اور اب اسی وادی میں غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والوں کا ایک چھوٹا سا قبرستان، سیدنا حمزہؓ کی قبر اور بعض دوسرے آثار ہیں،

اسی پہاڑ کے ایک گوشے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں مجروح ہونے کے بعد آرام و معالجہ فرمایا تھا، علاوہ اس کے آپ کو اس پہاڑ سے محبت تھی، آپ نے فرمایا "اُحد جبل یحبنا ونحبہ وھو علی باب من ابواب الجنّۃ" حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے، اور ان شہدائے کرام کو سلام و دعا سے نوازتے تھے، احد کے دامن میں ...اَب آبادی ہوگئی ہے، اس کا نام سیدنا حمزہ ہے۔

غَابَہ

اُحد کی پشت پر، کچھ فاصلے پر مشہور جنگل غابہ ہے، مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً آٹھ میل ہے، اب بھی یہ ایک جنگل ہے، اس میں دلدل بھی ہے، اور مختلف جانور، عہد صحابہؓ میں یہ بڑی بھاری قیمت میں فروخت ہوا تھا، اس کی تفصیل حدیث شریف میں آئی ہے۔

زُغَابَہ

جبل احد کے جنوب مغربی حصہ سے گذرنے والی وادی مدینہ منورہ کی کئی وادیوں کا سنگم ہے، اس کا میدان زغابہ کے نام سے موسوم ہے، غزوۂ اُحد میں کفار کے لشکر کا پڑاؤ اسی میدان میں تھا، اور اسی جگہ سے براہ وادی قناۃ خالد بن الولید کا دستہ گذر کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہوا تھا۔

وادیٔ عقیق

عقیق کے لغوی معنی اصل میں وادی کے ہیں، اور اس نام سے موسوم وادیاں

جزیرۃ العرب میں متعدد ہیں، ان میں سب سے اہم مدینہ منورہ کی وادی عقیق ہے، یہ شہر کے جنوب مغرب سے شمال مشرق تک پھیلی ہوئی ہے، اور اس میں مدینہ منورہ کی ساری وادیاں آکر شامل ہو جاتی ہیں، شامل ہونے کی جگہ اس کا وہ حصہ ہے جو جبل احد کے پاس ہے، اور زغابہ کہلاتی ہے، یہی وہ جگہ ہے جہاں غزوۂ اُحد میں کفار کا لشکر مقیم ہوا تھا۔

مدینہ منورہ کے اطراف میں بارش ہونے کے بعد وادی عقیق خوب لبریز ہو کر بہتی ہے، اور پانی گزر جانے کے بعد عام وادیوں کی طرح پانی سے خالی ہو جاتی ہے، لیکن اس کے سیراب ہوتے رہنے کی وجہ سے اس کو خصوصی شادابی اور صحت پروری حاصل ہے، ایک زمانہ میں مدینہ منورہ کے متمولین اس وادی کے کناروں پر اپنے قصر بناتے تھے، اور لوگ شہر سے پکنک کے لئے بھی آیا کرتے تھے، بلکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے لئے وادئ عقیق ایک پُر فضا محلہ کی حیثیت رکھتی تھی، اور یہاں باقاعدہ آبادی بھی تھی، یہاں کے بعض کنویں تاریخی شہرت کے مالک ہیں، جیسے بئر عُروہ، بئر رومہ وغیرہ، مدینہ منورہ کے رہنے والوں اور خصوصاً اس وادی کے باشندوں کو اس وادی سے خصوصی تعلق رہا ہے، اس کا اظہار عربی ادب کی روایات اور اشعار سے بھی ہوتا ہے۔

ذوالحُلَیفہ

یہ مدینہ منورہ سے جنوب میں تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے، اس کو ابیار علی بھی کہتے ہیں، مدینہ منورہ کے جنوب کی جانب سفر کرنے والے قافلوں کی یہ پہلی بڑی منزل ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی بار اس کو منزل بنایا اور بعض مرتبہ ایک دن تک قیام فرمایا، اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے حجاج کے لئے یہ میقاتِ حج بھی ہے، وہ لوگ حج کے لئے یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔

سیرت سے تعلق رکھنے والے دیگر اہم مقامات

طائف

طائف مکہ مکرمہ سے اصلاً ۴۰-۵۴ میل جنوب مشرق میں واقع ہے لیکن اس وقت تک وہاں پہونچنے کے لئے ایسا سیدھا راستہ جس سے گاڑیاں آجا سکیں اور پختہ یا خام سڑک ہو، نہ تھا، مکہ مکرمہ سے طائف کے لئے جو سڑک جاتی تھی، وہ چکر کھاتی ہوئی جاتی تھی، اس لئے یہ راستہ طویل ہو جاتا ہے، اس راستہ سے مکہ مکرمہ سے طائف کا فاصلہ ۱۳۶ کیلو بتایا جاتا ہے، سیدھا راستہ اگرچہ مختصر ہے لیکن دشوار گزار تھا، اب اس پر بھی سڑک بن گئی ہے، جو پہاڑوں پر سے گذری ہے، اور پیچ دار ہے، صرف ۵۵ میل یعنی ۸۹ کیلو میٹر ہے، اسی راستہ میں منیٰ عرفات ملتے ہیں، اور محققین کے نزدیک اسی راستہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔

طائف جبل السّراۃ کے سلسلہ پر آباد ہے، اور حجاز کا پہاڑی شہر ہے، سطح سمندر سے اس کی بلندی پانچ ہزار فٹ بتائی گئی ہے جس پہاڑی پر یہ شہر آباد ہے، وہ غزوان کہلاتی ہے، یہ شہر اپنے قدرتی حالات اور پیداوار کے لحاظ سے حجاز کے مقابلہ میں یمن سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

وادی وجّ

شہر ایک رتیلے میدان میں ہے، جس کو وادی وجّ کہتے ہیں، اس میدان یا وادی کو چاروں طرف سے پہاڑ کی چوٹیاں گھیرے ہوئے ہیں، پہلے اس کا نام وج ہی تھا، کہتے ہیں کہ طائف اس لئے ہوا کہ اس کو ارد گرد سے چہار دیواریاں گھیرے ہوئے تھیں۔

طائف کی آب و ہوا سرد اور خشک ہے، پانی خوب پایا جاتا ہے، اور برستا بھی ہے، یہاں کے باغات سارے جزیرہ نما میں اپنے پھلوں کی عمدگی میں مشہور رہیں، سردی کی شدت کی وجہ سے یہاں کھجور نہیں پیدا ہوتی، اپنی ٹھنڈک کی وجہ سے یہ جگہ اپنے قرب و جوار کے تمام نشیبی علاقوں کے لئے موسم گرما کی قیام گاہ ہے خصوصاً مکہ مکرمہ کے لئے یہ شہر خاص اہمیت رکھتا ہے، عہد اول میں تو اس شہر کو اس سے زیادہ اہمیت حاصل تھی جتنی آج ہے، یہ اس وقت مکہ مکرمہ کا ہمسر سمجھا جاتا تھا، اسی لئے قریش نے کہا تھا جس کو قرآن مجید نے اپنی زبان میں یوں نقل کیا ہے کہ "وَلَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ہ" قریتین سے مراد مکہ اور طائف بتائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان دو شہروں میں موسموں کا جو فرق ہے اس کی وجہ سے دولت مند لوگ اسی وقت سے یہ اہتمام کرتے رہے ہیں کہ جاڑا مکہ مکرمہ میں اور گرمی طائف میں گزارا کریں، ایک شاعر نے اپنی محبوبہ کی دولت مندی اور اونچے طبقہ سے تعلق کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ ؎

تشتو بمكة نعمة ومصيفها بالطائف

عہد رسالت سے قبل طائف کا سب سے بڑا اور با اثر قبیلہ ثقیف تھا، ان کا وہاں

ایک بڑا بُت بھی تھا جس کا نام لات تھا، اس کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ آیا ہے "اَفَرَاَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی۝"

طائف مکہ کا باغ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ مکہ کرمہ میں سارے پھل طائف ہی سے لائے جاتے ہیں۔

اس وقت طائف کی آبادی ۵۰۔۶۰ ہزار کے لگ بھگ ہوگی، شہر کے وسط میں یہاں کی سب سے بڑی مسجد، مسجد ابن عباس ہے، اس کے بائیں طرف ایک حجرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی قبر ہے، اور اس کے بالکل سامنے جنوب مغرب میں سلمان شہداء کی قبریں ہیں، جو غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔

مَثۡنَاۃ

موجودہ طائف سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی بستی مَثۡنَاۃ ہے، یہ طائف ہی کا ایک حصہ سمجھی جاتی ہے، یہ بستی اس جگہ بتائی جاتی ہے جس کے قریب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل طائف آباد تھا۔

یہاں دو باغوں میں دو چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں، ان میں سے ایک کو مسجد علی کہتے ہیں، اور دوسرے کو مسجد الحبشی، ان دونوں مسجدوں میں سے ایک مسجد اس جگہ بنائی گئی ہے، جہاں زخم لگنے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا، اور جہاں عتبہ اور شیبہ کے نصرانی غلام حضرت عدّاسؓ نے آپ کی خدمت میں انگور لاکر پیش کئے تھے، ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک وادی ہے جو وادی وج کہلاتی ہے، خیال ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے غزوۂ طائف میں طائف کا محاصرہ اسی جگہ

فرمایا تھا، طائف میں باغ کو بجائے بُستان کے عام طور پر حائط کے لفظ سے ادا کیا جاتا رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر باغ دیوار سے گھرا ہوتا تھا، اس لئے اس کو حائط ہی کہنے لگے، سیرت کی کتابوں میں متعدد جگہوں پر باغ کے لئے حائط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جدّہ

جدہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۷ میل (۷۵ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر مغربی جانب ساحل سمندر پر آباد ہے اور حجاز کا بڑا شہر ہے، ابتداءً ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں اور اس کے اطراف میں اسلام سے قبل قبیلہ قضاعہ آباد تھا، اس کے جنوب میں تقریباً ۱۲۔۱۳ میل کے فاصلہ پر الشُّعَیْبَہ نامی ایک ساحلی بستی تھی، جو اس علاقہ کی اصل بندرگاہ تھی، لیکن کچھ آرام دہ اور عمدہ بندرگاہ نہ ہونے کے باعث حضرت عثمانؓ کے عہد میں لوگوں نے ان سے اس کی مشکلات اور دشواریوں کا ذکر کیا، اس وقت اس کے بجائے جدہ کا انتخاب ہوا۔

روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جدّہ تشریف لاکر اس کے سمندر میں غسل فرمایا اور اس طرح اس کا افتتاح کیا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی جدہ کا ذکر ملتا ہے، اور وہ اس طرح کہ نبوت سے قبل کے زمانہ میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو ان کو لکڑی وغیرہ کے سامان کی ضرورت پڑی اور ان کو معلوم ہوا کہ ایک جہاز آندھی کی وجہ سے جدہ میں ٹکرا کر ٹوٹا ہے، انھوں نے اس کا سامان خریدا اور اس کو کعبہ میں لگایا۔

بہرحال اس علاقہ کی اصل بندرگاہ بن جانے کے بعد جدّہ نے ترقی کرنا شروع کی، حتیٰ کہ اب بحر احمر کے پورے مشرقی ساحل پر اس سے بڑا بندرگاہ اور کوئی نہیں ہے۔

جدہ کے سامنے کا سمندر بکثرت چٹانوں سے بھرا ہوا ہے لہٰذا بڑے جہازوں کو ساحل تک پہونچانے والے راستے عام ملاحوں کو معلوم نہیں، جدّہ کا جائے وقوع اس کے طبعی بندرگاہ بننے کے لئے سازگار نہیں تھا لیکن مکہ مکرمہ سے قرب کے سبب سے وہ بڑا بندرگاہ بنا، اب تو سمندر کے اندر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر اچھی اور عمدہ گودی بنادی گئی ہے اس لئے اس کے ساحل کی دشواریاں رفع ہو گئی ہیں، اب یہاں بڑے بڑے جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔

جدہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ ۴۲۵ کلومیٹر ہے، جدہ سے مشرقی جانب جو سڑک مکہ مکرمہ کو جاتی ہے، اس پر اہم منزلیں ام السلم بحرہ، جدہ اور حدیبیہ ملتی ہیں، ان میں بحرہ تقریبًا وسط میں ہے، اور بڑی منزل ہے، اور حدیبیہ اس طرف کا حد حرم ہے۔

ینبوع

مدینہ منورہ کے مغربی جانب ساحل سمندر پر یہ ایک مشہور بستی ہے، یہ دو حصوں میں منقسم ہے، ایک ینبوع البحر، دوسری ینبوع النخل کہلاتی ہے، دونوں میں فاصلہ کچھ زیادہ نہیں، اس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے تقریبًا ۱۳۰ میل ۲۲۰ کیلومیٹر ہے۔

ینبوع النخل:۔ ینبوع النخل ساحل سمندر کے قریب واقع ہے، یہاں کی اصل خصوصیت یہاں کے باغات ہیں، یہاں کھجور اچھی خاصی پیدا ہوتی ہے، اور اسی کے تعلق سے آبادی ہے، اس کے مشرقی جانب رَضوٰی نامی پہاڑ ہے۔

ینبوع البحر:۔ ینبوع النخل ہی سے متصل ساحل سمندر پر واقع ہے، اور یہ ایک بندرگاہ ہے، مدینہ منورہ کے سامنے کی بڑی بندرگاہ یہی ہونے کی وجہ سے یہ مدینہ منورہ کی بندرگاہ کہلاتی ہے، ایک زمانہ میں حجاج اسی بندرگاہ سے اُترا کرتے تھے۔

رابغ

مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستے پر تقریباً وسط میں ساحل سمندر پر یہ ایک بستی ہے' اس کا ساحل جہازوں کے ٹھہرنے کے لئے ایک حد تک سازگار ہے' اس میں اچھی بندرگاہ بننے کی پوری صلاحیت پائی جاتی ہے' ساحل سمندر سے بستی کا فاصلہ بہت کم ہے، مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ ۱۹۹ کیلومیٹر ہے۔

الجُحْفَہ

رابغ سے تقریباً ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر یہ جگہ واقع ہے' اب اس میں کوئی آبادی نہیں ہے پہلے یہ مکہ و مدینہ کے درمیانی راستہ کی منزل بھی تھی' اور مصر سے آنے والے حجاج کی میقات بھی تھی، جہاں سے ان کو احرام باندھنا ہوتا تھا۔ یہ رابغ سے مشرقی جانب ہے اور اس سے ۴ کلومیٹر مشرق میں غدیر خم ہے۔

خیبر

یہ ایک بستی ہے' اور مدینہ سے تقریباً ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ کیلومیٹر شمال میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے' عہد اول میں یہ ایک مشہور مقام رہ چکا ہے' یہود یہاں خاصے آباد تھے' اور ان کے قلعے تھے' جن کو مسلمانوں نے غزوۂ خیبر میں فتح کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا مشہور واقعہ یہیں کا ہے' اب یہ قدرے چھوٹی بستی ہے' اس کی آب وہوا اچھی نہیں ہے' اس لئے لوگ یہاں اقامت اختیار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں' اس علاقے میں کھجور وغیرہ کی خوب کاشت ہوتی رہی ہے۔

الہَدیٰ

طائف سے عرفات، مکہ مکرمہ آنے والے راستہ پر عرفات سے پہلے ملنے والی یہ ایک بستی ہے یہ ایک بلند پہاڑ پر آباد ہے اس کی وجہ سے سطح سمندر سے اس کی بلندی طائف کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہے اسی وجہ سے اس کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔

الوَجْہ

یہ شمالی حجاز کی ایک بندرگاہ ہے اور تقریباً خیبر کے مغربی جانب ساحل سمندر پر واقع ہے، جائے وقوع خوبصورت ہے، ینبوع سے پہلے مدینہ منورہ کا یہ بھی بندرگاہ رہ چکی ہے،

حَنَّاکیہ

مدینہ منورہ سے تقریباً سو میل مشرق میں یہ ایک مشہور نخلستان ہے، شمالی نجد و عراق کے قافلے مدینہ کے سفر میں اس کو منزل بھی بناتے ہیں۔ اس کو نخل بھی کہتے ہیں، یہ ایک وادی میں ہے اسی میں غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا تھا۔

العَلاء

خیبر ہی کی طرح اور اسی کے خط پر شمالی جانب یہ ایک نخلستانی بستی ہے، اس کا جائے وقوع تقریباً وہی ہے، جو دیار ثمود کا ہے آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔

تبُوک

یہ دمشق اور مدینہ کے درمیانی راستہ پر خیبر اور العلاء کے خط پر واقع ہے، ۹ھ میں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہاں فوج لے کر گئے تھے، مدینہ سے اس کا فاصلہ ۸۰۰ کیلومیٹر ہے، یہاں تین چشمے ہیں، جن سے یہاں کے باغات سیراب کئے جاتے ہیں، اب یہ سعودی عرب کی مغربی پٹی کا ایک اہم مقام ہے۔

الحجر۔ مدائن صالح

وادی القریٰ میں تبوک سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر یہ جگہ ہے، یہاں قوم ثمود کی بستیاں تھیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "کَذَّبَتْ اَصْحَابُ الحِجرِ المُرْسَلِیْنَ" اس کو مدائن صالح بھی کہتے ہیں، قوم ثمود اور ان پر آنے والے عذاب کے سلسلہ میں اس بستی کا نام آتا ہے۔

تیماء

تبوک سے مشرقی جانب کچھ فاصلے پر صحرائے نفود کے کنارے پر ایک نخلستانی بستی ہے، عہد اول میں یہاں یہودی اچھے خاصے آباد تھے، اور اس کی مناسبت سے اس کو تیماء الیہود بھی کہا جاتا تھا، ایک اعرابی نے جو یہاں اپنے کو محصور سا سمجھتا تھا کہا ؎

إلَى اللهِ اَشْكُوْلَا إلَى النَّاسِ أَنَّنِي
بِتَيْمَاءَ تَيْمَاءِ اليَهُوْدِ غَرِيْبُ

اسی بستی میں سموٴل ابن عادیاء یہودی۔۔۔ شاعر کا الابلق الفرد نامی محل تھا، جس کا ذکر اس کے اشعار میں ملتا ہے، تیماء میں کچھ کھجور وغیرہ کے باغات ہیں، اب سیاسی تقسیم کے لحاظ سے تیماء بھی بجائے صوبہ حجاز کے صوبۂ نجد میں شمار کیا جاتا ہے۔

مہد ذہب معدن الحجاز

مدینہ منورہ سے مشرقی جانب ۲۲ میل کے فاصلے پر یہ ایک جگہ ہے، جہاں مختلف معدنیات کی کانیں ہیں، اور سونا بھی نکالا جاتا ہے، اس کو المعدن یا معدن الحجاز کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

بدر

ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کو اسلامی تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، یہاں اسلام کی سب سے پہلی لڑائی لڑی گئی تھی، مسلمان ۳۱۳ کی تعداد میں تھے، اور کفار کی تعداد ایک ہزار تھی، فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی، مخالفین کو سب سے پہلا اور بڑا دھکا اسی وقت پہنچا، اس دن کو قرآن مجید میں "یوم الفرقان" کہا گیا ہے، اس لڑائی میں شریک ہونے والے سارے مسلمانوں کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے، اس میں شریک ہونے والے مسلمان خاص طور پر بدری کہلاتے ہیں، جو ان کا تمغۂ امتیاز ہے، یہ بستی مدینہ منورہ سے جنوب مغربی جانب ساحل سمندر سے کچھ فاصلے پر واقع ہے، اس کا مدینہ منورہ سے فاصلہ ۱۵۵ کیلومیٹر ہے، اس کے جنوب میں ۱۱۸ کیلومیٹر کے فاصلہ پر رابغ واقع ہے، اس کے مغربی جانب مَفرِق نامی جگہ ہے، مدینہ منورہ سے بدر کو آنے والا راستہ اسی جگہ سے پھٹ کر ایک ینبوع کی طرف شمالی جانب چلا جاتا ہے، اور دوسرا مستورہ اور رابغ کی طرف جنوبی جانب چلا جاتا ہے، مؤخر الذکر راستہ مکہ مکرمہ آتا ہے، اسی راستے سے کفار کا لشکر آیا تھا، سعودی حکومت نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین جو حالیہ سڑک تعمیر کی ہے، وہ بدر سے گزرتی ہے۔

مستورہ۔ ودان

بدر اور رابغ کے درمیان ساحل سمندر کے مشرق میں ایک بستی ہے، اسی کے قریب ودان نامی جگہ رہ چکی ہے، ودان ایک وادی کے ایک سرے پر واقع ہے، غزوات رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ایک غزوہ ودان کی طرف ہوا تھا مستورہ کا فاصلہ رابغ سے ۴۰ کیلومیٹر ہے، قدیم میں یہ علاقہ الفرع کا جزء تھا۔ ودان اس سے ۱۲ کیلومیٹر جنوب مشرق میں ہے۔

الواء

یہ ودان کے قریب ہے، اور مستورہ سے بجانب مشرق ۲۸ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع بستی رہ چکی ہے، یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے، ان کی وفات مدینہ منورہ سے واپسی پر یہاں ہو گئی تھی، لہذا یہیں تدفین عمل میں آئی، یہ علاقہ الفرع کا جزء تھا۔ ودان اسکے جنوب مغرب میں تقریباً ۲۰ کیلومیٹر پر واقع ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت و سفر حجۃ الوداع کے راستے اور ان کے مقامات
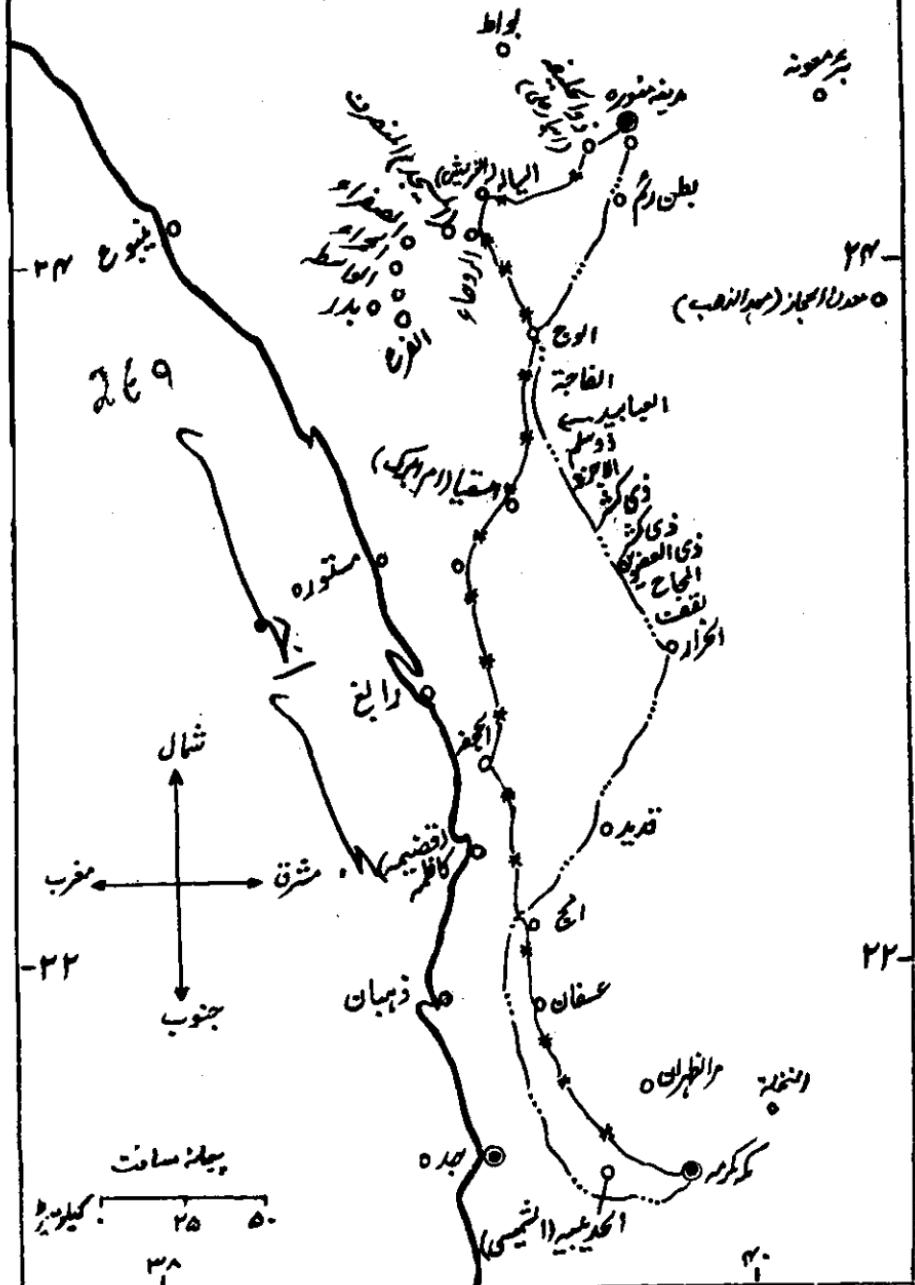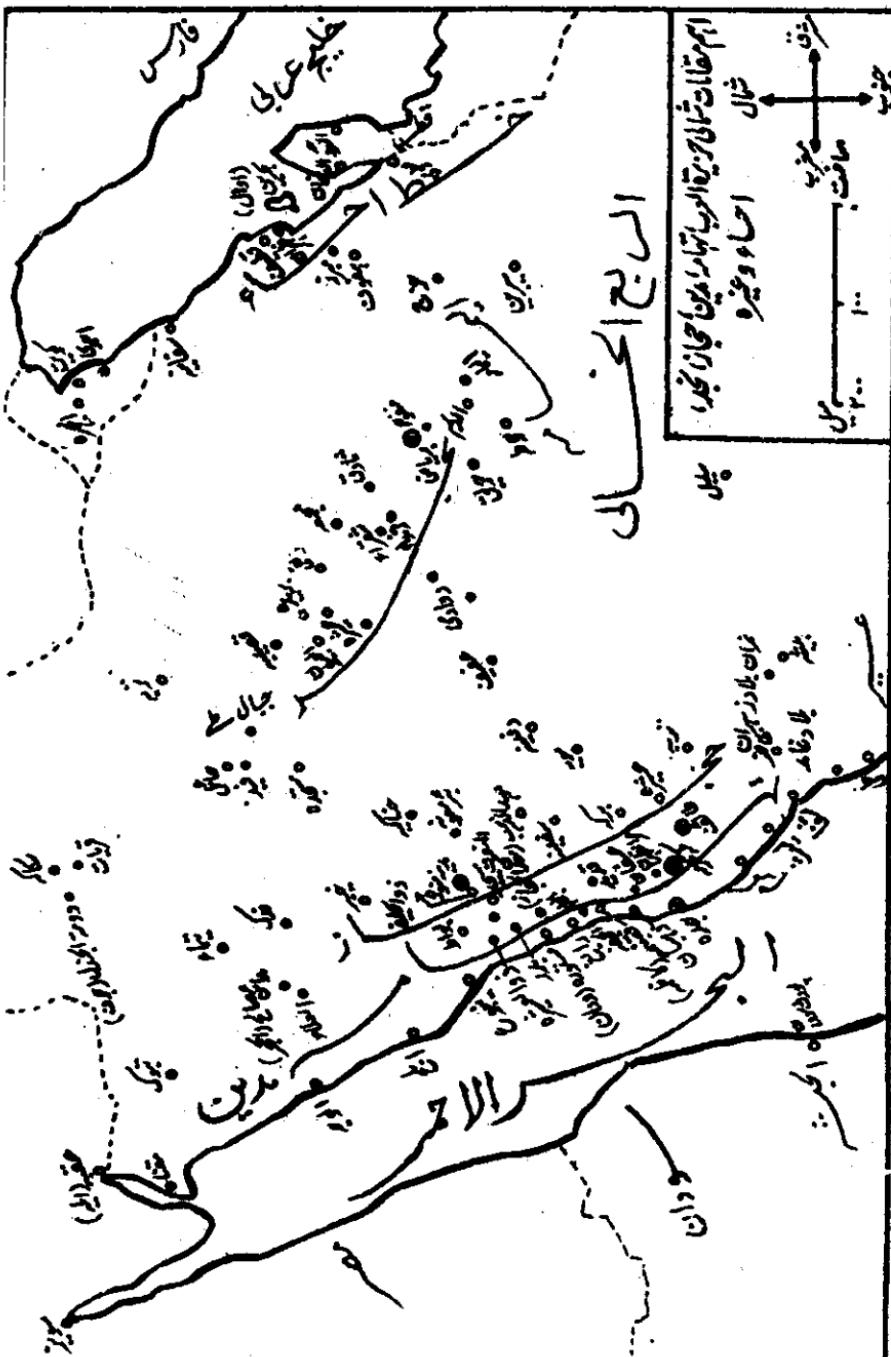
اہم مقامات شمالی جزیرۃ العرب، تہامہ، مدین، حجاز، نجد، احساء وغیرہ
شمال
جنوب
مشرق
مغرب
مسافت
میل
۱۰۰
۲۰۰
الربع الخالی
فارس
خلیج عربی
سوڈان
مصر
عسیر
تبوک
تیماء
فدک
دومۃ الجندل
سکاکہ
ریاض
یبرین
بیشہ

مکّہ و مدینہ کے مابین راستے اور ان کے اہم مقامات

تفصیلی تذکرہ صرف ان مقامات کا کیا جائے گا جو گذشتہ صفحات میں بیان نہیں کئے گئے

براہِ جدہ

جُدّہ، ذَہبَان، توَل، قَضیمہ، رَابغ، مَستورہ، مَفرق، بَدر، الواسِطہ، الحَمرا،

مُسیجد، ذوالحلیفہ، وادی العقیق، مدینہ منورہ۔

جدّہ: ۔ ایک عرصہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے والے جدہ بھی ہو کر جاتے ہیں۔

ذَہبَان: ۔ جدہ کے شمال میں کچھ آگے بڑھ کر ساحل سمندر پر یہ بستی آباد ہے، اور

اس راہ کی پہلی منزل ہے۔ جدہ سے ۵۰ کیلومیٹر پر ہے۔

توَل: ۔ ذَہبَان کے شمال میں یہ ایک چھوٹا ساحلی مقام ہے۔

قَضیمہ: ۔ قضیمہ قدیمہ بھی کہا جاتا ہے، یہ رابغ کے جنوب میں ایک ساحلی بستی ہے، یہاں

عام طور پر بارش کا جمع شدہ پانی استعمال کیا جاتا ہے، یہاں کے لوگ سمندر سے

مچھلیاں پکڑ کر عام طور پر گزر اوقات کرتے ہیں۔ جدہ سے ۱۱۱ کیلومیٹر پر ہے۔

الواسِطہ: بدر اور مدینہ کے درمیان راستہ کی ایک چھوٹی منزل ہے۔ اور وادی الصفراء میں واقع ہے

الحَمراء: ۔ مسیجد کے جنوب مغرب میں واقع راستہ کی ایک منزل ہے، اس میں میٹھے پانی کا

ایک چشمہ ہے جس کی وجہ سے یہاں کھجور، سنترے، لیموں، کیلے، اور ترکاریوں کی

کاشت کی جاتی ہے۔

مُسَیْجِد (المنصرف) ذوالحلیفہ سے قبل ملنے والی یہ ایک منزل ہے، یہاں پانی میٹھا ہوتا ہے، اور آب وہوا، مدینہ کی آب وہوا سے مشابہت رکھتی ہے، اس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے ۸۰ کیلومیٹر ہے۔ قدیم میں اس کو المنصرف کہتے تھے۔

براہ راست راستہ

اس راستہ پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان عہد صحابہؓ اور عہد جاہلیت میں لوگ سفر کرتے تھے، اور موجودہ براہ راست راستہ بھی ایک فاصلہ تک اسی پر سے جاتا ہے۔

مرالظہران، تنعیم، عُسْفان، قُدَیْد، الجُحْفَہ، الاَبْوَاء، السُّقیا، العَرْج، الرُّوَیْثَہ، الرَّوحاء، السَّیالہ۔

عُسْفَان :۔ رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیانی راستہ پر تقریباً وسط میں ایک چشمہ ہے، جو رابغ سے اسی کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سفر ہجرت میں یہاں سے گزرے تھے، اس کے علاوہ حجۃ الوداع اور بعض دوسرے مواقع پر بھی یہاں سے آپ کا گزرنا ہوا ہے، اس کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے ۱۰۲ کیلومیٹر ہے۔

قُدَیْد :۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں یہ ایک قصبہ تھا، جو رابغ سے ۶۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر جنوب میں واقع تھا، یہیں پر مشہور بت مَنَاۃ نصب تھا، اس بت کی پرستش خاص طور پر اہل مدینہ کیا کرتے تھے، قرآن مجید میں ہے "اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی"، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سفر ہجرت میں اس مقام سے بھی گزرے تھے۔

السُّقْیَا :۔ یہ علاقہ فُرْع میں ایک قصبہ تھا اور مقام جحفہ سے تقریباً ۱۵۔۲۰ میل کے فاصلہ پر تھا، یہاں مختلف باغات ہیں، اس کا موجودہ نام ام البرک ہے۔

العَرج :۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کے درمیانی راستہ کی ایک گھاٹی ہے، جہاں قافلے منزل کرتے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سفر ہجرت اور حجۃ الوداع میں یہاں سے گزرے تھے۔

الرُّوَیثَہ :۔ العَرج کے بعد کی ایک منزل ہے، یہاں پانی بھی ہے، قافلے العرج کے بعد یہاں قیام کرتے تھے، یہ مدینہ منورہ سے ایک شب کے فاصلہ پر بتائی جاتی ہے، العرج اور الرویثہ کے درمیان ایک جگہ اثایہ بھی ہے، یہ حجۃ الوداع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ملی تھی۔

الروحاء :۔ یہ ایک جگہ تھی، جو علاقہ الفرع کا جزء شمار کی جاتی تھی، حجۃ الوداع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ جگہ ملی تھی۔ مسجد سے ۵ کیلومیٹر پہلے واقع ہے اور اس سے ۳ کیلومیٹر قبل عرق الظبیہ نامی جگہ واقع ہے۔

السَّیالَہ :۔ مدینہ منورہ کے جانے والوں کی یہ سب سے بڑی منزل ہوا کرتی تھی، یہ ایک وادی ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان غزوۂ بدر کے لئے جاتے ہوئے یہاں سے گزرے تھے۔ یہ مدینہ سے ۴۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

حجۃ الوداع کا راستہ

حجۃ الوداع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آتے ہوئے، حسب ذیل مقامات سے گزرے تھے۔

ذوالحلیفہ :۔ یہاں آپؐ نے عصر سے ظہر تک پانچ وقت کی نمازیں ادا فرمائیں، اور احرام باندھا، یہ آپؐ کے سفر کی پہلی منزل تھی، جس کے بعد آپؐ درمیانی **مقامات** الروحاء پھر الاثایہ، پھر العَرج، پھر الاَبْواء، پھر عُسْفان، پھر سَرِف سے گزرے۔

سَرِف کے بعد آپؐ ذی طُوَی سے گزرے، یہاں آپؐ نے ایک شب گذاری۔

ذی طُوَی :۔ حرم مکی کے شمال مشرق میں مقام الزاہر ایک گھاٹی ہے، اور اسی نام سے وہاں کنواں

بھی ہے، یہ جگہ اب شہر کے اندر آگئی ہے، یہاں سے روانہ ہو کر آپؐ مکہ مکرمہ کے بلند حصہ معلاۃ کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔

راہ ہجرت

ہجرت کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم عام مروج راستہ سے تشریف نہیں لے گئے تھے، بلکہ ایک نئے راستہ سے تشریف لے گئے تھے، وہ حسب ذیل ہے عُسفان، اَمَج، قدید، الخَرّار، لِقَفْ، مجاح، المُجداجد، الاَجْرَد، ذو سَلِم، العَبابید، الفاجَہ، العَرج، بطن رِئم، قُباءٗ، مدینہ منورہ۔ **امج:**۔ وہ وادی ہے جس میں خلیص واقع ہے۔

الخَرّار:۔ رابغ کے قریب ایک وادی ہے جس میں الجحفہ اور غدیر خم واقع ہیں رابغ سے ۲۵ کیلو میٹر مشرق میں ہے۔
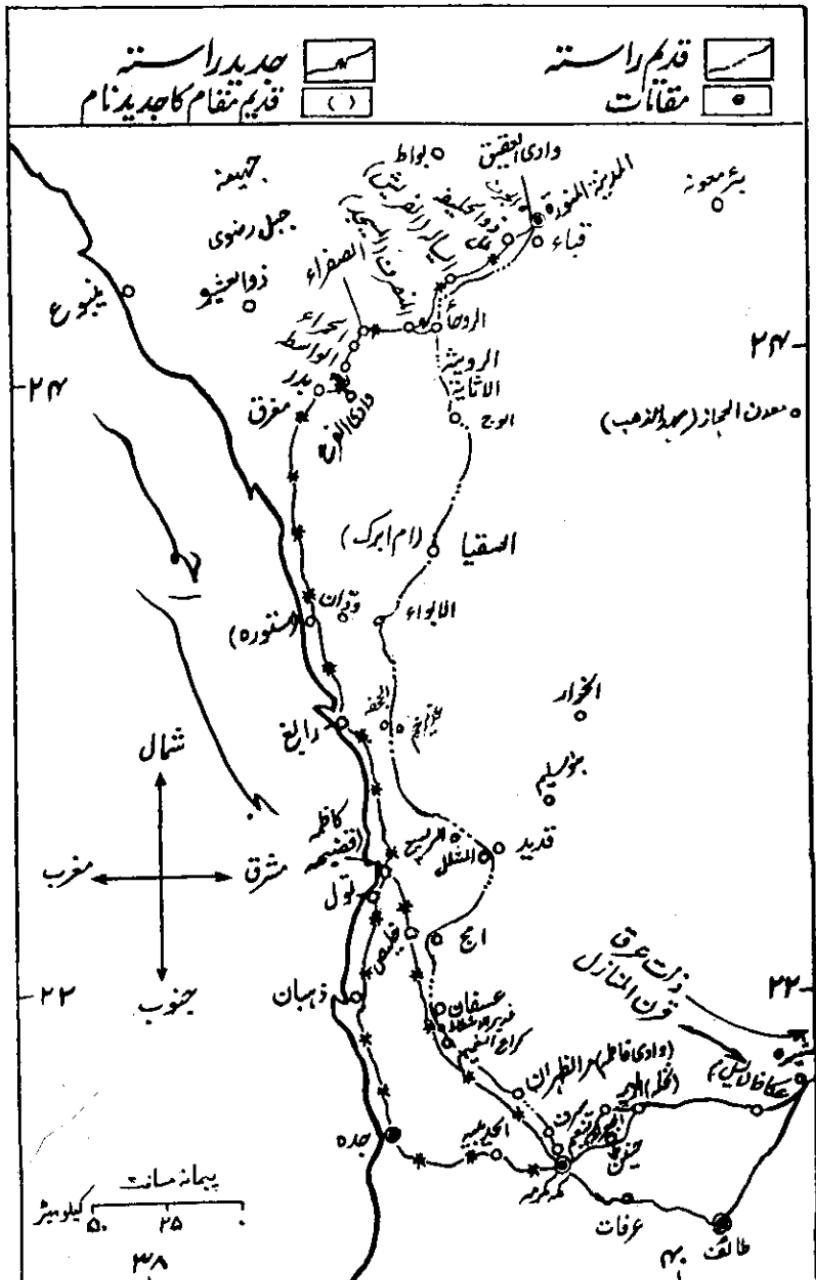
لِقَفْ:۔ ایک مقام تھا جہاں کنویں تھے، اور ان کا پانی میٹھا ہوتا تھا، زمین ذرا سخت تھی، اس لئے کاشت نہیں کی جاتی تھی۔

بقیہ مقامات عموماً اس راستہ کی گھاٹیاں یا وادیاں ہیں، جو آبادی سے خالی ہیں، ان کا تذکرہ سفر ہجرت میں آیا ہے۔

راہ بدر میں ملنے والے خاص مقامات

العَقیق، ذوالحُلَیفہ، اُولاتُ الجَیْش، تُربان، مَلَل، صُخَیراتُ الیَمام، السَّیالہ، فجّ الروحاء شَنُوکہ، عِرقُ الظَّبیہ، المُنصَرِف، النّازِیہ، ذَفِرَان، الاَصافِر، الدَّبّہ، بدر۔

اُولاتُ الجَیش:۔ ذوالحلیفہ سے آگے بڑھ کر یہ ایک وادی تھی، بدر جاتے ہوئے اور

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مابین راستے اور ان کے مقامات

غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو منزل بنایا تھا، یہیں سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گم شدہ ہار تلاش کرنے کے لئے آدمی بھیجے تھے، اور یہیں تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

تُربان:۔ ذات الجیش، اور السیالہ کے درمیان ملل کے علاقہ میں ایک جگہ تھی جس میں پانی بھی وافر تھا، غزوۂ بدر میں جاتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو منزل بنایا تھا، عروہ بن اذینہ شاعر اسی جگہ کا ہے، اس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے ایک شب کا بتایا گیا ہے۔

بقیہ مقامات عموماً گھاٹیاں یا وادیاں ہیں، جو آبادی اور اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔

شنوکہ:۔ وادی الصفراء میں ایک جگہ تھی۔

تاریخی یا دینی اہمیت رکھنے والے بعض دوسرے مقامات

الغُمَیصَاء:۔ مکہ مکرمہ کے قریب بادیہ میں ایک مقام تھا، یہاں بنو جذیمہ ابناء کنانہ رہتے تھے، فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کی تھی جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا تھا۔

ذوالمَجَنَّہ:۔ عربوں کا جاہلیت میں ایک بازار تھا، جو مکۂ مکرمہ سے بجانب مغرب تقریباً بحرہ میں واقع تھا۔

الأثیل:۔ بدر اور وادی الصفراء کے درمیان ایک جگہ تھی، ایک شاعرہ کا قول ہے ؎

یا راکباً إن الأثیل مظنۃٌ　　من صُبحِ خامسۃٍ وأنت موفّقُ الخ

الکُدُر:۔ بنی سُلیم کے علاقہ میں ایک چشمہ تھا، معدن الحجاز کے پاس تھا۔

قُرقُرۃ الکدر:۔ معدن الحجاز کے قریب ایک جگہ تھی، اور الکدر پر مشتمل تھی۔

معدن الحجاز:۔ اسکو مہد الذہب کہتے ہیں، یہ مدینہ منورہ سے مشرق جانب کچھ فاصلے پر واقع ہے۔

نَخلہ :۔ مکہ کے شمال میں طائف کے راستہ پر ایک مقام تھا، جہاں عربوں کا مشہور بُت عزّیٰ نصب تھا، یہ نخلہ یمانیہ ہے، اس کے قریب ایک نخلہ شامیہ بھی تھا، اب الزیمہ کے نام سے موسوم ہے۔

النَطاۃ :۔ خیبر کی سرزمین کو اور بعض کے نزدیک خیبر کے ایک قلعہ کو کہتے ہیں۔

شامۃ و طفیل :۔ مکہ مکرمہ کے قریب، یہ دو قریب قریب پہاڑ تھے۔

الخُلَیص :۔ عسفان اور قضیمہ کے درمیان یہ مقام ملتا ہے، یہ جس وادی میں ہے وہ وادی امج ہے اور اس کے قریب ہی ایک نخلستان بھی ہے۔

وادیٔ حنین :۔ مکہ مکرمہ سے شمال شرقی جانب طائف کے لئے جو راستہ جاتا ہے، اس راستہ پر یہ ایک وسیع میدان ملتا ہے، جس کے اطراف میں پہاڑیاں ہیں، اور اس سے گزرنے کے بعد الشرائع نامی بستی ملتی ہے، اس میدان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں غزوۂ حنین ہوا تھا، اس کو وادی اوطاس بھی کہا جاتا ہے۔ اور وادی الشرائع بھی مکہ مکرّمہ سے ۲۸ کیلومیٹر ہے۔

الجعرّانہ :۔ مکہ مکرمہ کے شمال میں طائف کے راستہ پر ایک پانی کی جگہ ہے، یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا اور یہاں سے عمرہ کے لئے احرام بھی باندھا تھا، مکہ سے اس کا فاصلہ ۲۲ کلومیٹر ہے۔

الجُرُف مدینہ منوّرہ سے قریب شمال مغربی جانب یہ ایک جگہ تھی، یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ جائداد بھی تھی۔ یہ وادی عقیق کا جزو ہے۔

الفُرُع :۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۵۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر یہ ایک بستی تھی جس میں شادابی اور سرسبزی اور آبادی تھی، کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا گاؤں ہے، جہاں سے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو کھجور پہونچے۔

حَمرُاءالاَسَد: ۔ مدینہ سے جنوب میں ۱۲ کیلو میٹر کے فاصلے پر یہ ایک پہاڑ ہے، یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد کے بعد قریش کے تعاقب میں تشریف لے گئے تھے۔

الحزورہ: ۔ مکہ کا بازار تھا، جو حرم کے اضافہ میں آگیا ہے، حضرت عمرؓ جاہلیت میں یہاں اپنے احباب کے ساتھ بیٹھتے تھے، اور اسی جگہ سے اٹھ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بُرے ارادے سے چلے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر یہاں کھڑے ہو کر کعبہ کو وداع کہا تھا۔

الصَفراء: ۔ مدینہ منورہ کے قریب یہ ایک وادی ہے جس میں کھجور و عنبرہ کے باغات اور دوسری زراعتیں تھیں، یہاں سے مدینہ منورہ، ینبوع اور مکہ مکرمہ کھجور برآمد کئے جاتے تھے، یہاں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کئی بار گزرے ہیں۔

فَدَک: آج کل حائط کے نام سے موسوم ہے، مدینہ منورہ سے تقریباً دو روز کے فاصلے پر یہ ایک شاداب بستی تھی۔ یہاں زیادہ تر کھجور کے اور تھوڑے بہت دوسرے پھلوں کے باغات تھے، ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فدک صلح سے حاصل ہوا، اور یہ آپ کی ذاتی ملک بنا تھا۔

الرَبذہ: ۔ مدینہ منورہ کے قصبات میں سے ایک قصبہ تھا، جو وہاں سے تقریباً تین روز کی مسافت پر تھا، اور ذات عرق سے قریب تھا، اس قصبہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی قبر ہے۔

بئرِ معونہ: ۔ مکہ سے مدینہ جانے والے راستہ پر بنی سُلیم کے علاقے میں یہ ایک کنواں تھا۔

قَرَد: ۔ مدینہ اور خیبر کے درمیان میں مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں ۳۵ کیلو میٹر اور بعض لوگوں کے نزدیک ایک روز کی مسافت پر یہ ایک جگہ تھی، ایک غزوہ کے سلسلے میں یہاں مسلمان گئے تھے۔

مریسیع: ۔ فُرع سے کچھ فاصلے پر وادی قدید کے قریب پانی کا چشمہ تھا، یہاں کے رہنے والوں

کو سزا دینے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے، اور ان سے جنگ فرمائی تھی، اور ان کے آدمی قید کئے تھے، یہ غزوہ، غزوۂ بنی مصطلق بھی کہلاتا ہے، اس غزوہ میں خاص طور پر مختلف واقعات پیش آئے، مثلاً واقعۂ افک اور تیمم کا حکم۔

بُوَاط :- ینبوع کے قریب ایک پہاڑ ہے، جہاں قبیلہ جہینہ آباد تھا، غزوات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں یہ نام آتا ہے۔

عُشَیْرَۃ :- ینبوع کے علاقہ میں ایک جگہ ہے، غزوات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں اس کا نام آتا ہے۔

الرَّجیع :- حجاز میں قبیلۂ ہذیل کا یہ پانی کا مرکز ہے۔ مکہ مکرمہ سے ۷۵ کیلو میٹر شمال میں عسفان کے قریب دائیں طرف واقع ہے آجکل ابو طیبہ کے نام سے موسوم ہے۔

اَوطاس :- مکہ مکرمہ سے قریب طائف جانے والے راستہ میں ایک وادی ہے، جس کے گرد و پیش قبیلۂ ہوازن کی شاخیں آباد تھیں، اسی وادی میں جنگ حنین ہوئی تھی، اور یہی وہ موقع ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ فرمایا تھا "الآن حمی الوطیس" اور اس وقت سے یہ جملہ عربی کا ایک محاورہ بن گیا، اس کو وادئ حنین بھی کہتے ہیں۔

المُغَمَّس :- مکہ سے طائف جانے والے راستے عرفات سے متصل شمال میں ایک جگہ تھی۔

تَبَالہ :- طائف سے جنوب میں ۲۰۰ کیلو میٹر پر یہ ایک بستی تھی، جو طائف کے جنوب میں واقع تھی، اس کا ایک لطیفہ یہ ہے کہ حجاج کو جب یہاں کی گورنری ملی، اور وہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے کسی سے دریافت کیا کہ تبالہ کہاں ہے تو اس شخص نے راستہ بتاتے ہوئے کہا کہ "دراء ھذہ الأکمۃ" (اس ٹیلے کے پیچھے) تو حجاج ناراض ہو کر وہیں سے

لوٹ آیا، اس نے کہا کہ اتنی چھوٹی سی بستی کی میں گورنری قبول نہیں کرتا جو ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ جائے، اسی وقت سے جب کسی کی نظر میں کوئی چیز بہت حقیر ہوتی تو بطور محاورہ کہتے "اھون من تبالہ علی حجاج" کہ اس سے بھی کمتر ہے جتنا حجاج کیلئے۔

اَذَاخِر:۔ مدینہ منورہ کی وادیوں میں ایک وادی ہے اور مکہ مکرمہ کے شمالی حصہ میں پہاڑ اسی نام سے موسوم ہے۔

کُراعُ الغَمیم:۔ عسفان کے جنوب میں ۱۶ کیلومیٹر کے فاصلے پر یہ ایک وادی ہے۔

الفخ:۔ مکہ مکرمہ کے شمال مغربی حصہ میں ایک جگہ تھی، جہاں قافلے ٹھہرتے تھے۔ اس کو اب الزاہر کہتے ہیں۔

INDEX

اشاریہ

"جزیرۃ العرب"

مرتبہ

محمد غیاث الدین ندوی

شخصیات

اقوام وقبائل، طبقات وفرق

مقاماتْ

ب

متفرقات

دریا، سمندر، خلیج:

نہریں، چشمے، کنویں:

صحراء، ریگستان اور بادیے:

پہاڑ، گھاٹیاں:

وادیاں:

حَرّے:

مساجد:

اسواق العرب

غزوات وجنگ:

سلطنتیں اور ادوار:

سکّے و پیمانے:

مذاہب۔ تمدن

بت:

خاص پیداوار:

پیڑ پودے:

دیگر متفرقات:

فہرست نقشے جات وغیرہ[1]

"جزیرۃ العرب"

---

[1] جغرافی نقشوں کی تیاری میں محمد حسن انصاری صاحب اور مولوی ذکی الدین ندوی صاحب کا تعاون شامل ہے، جن کا مصنفِ کتاب شکر گزار ہے۔

سیرت میں مذکور بعض قدیم مقامات کے جائے وقوع

الاثیل: وادی الصفراء میں ہے۔

الرّبذہ: 〃 〃 〃

الکدر: معدن الحجاز (مہد الذہب) کے پاس ہے۔

قرقرۃ الکدر: بریدہ اور خیبر کے وسط میں ہے (جبل قطن کے جنوب میں)

القرد: مدینۂ منورہ اور خیبر کے درمیان میں ہے، مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت (تقریباً ۳۵ میل) پر۔

مُریسیع: الفرع اور قدید کے درمیان قدید کے مغرب میں ہے۔

الرجیع: قبیلۂ ہُذیل کے علاقہ میں پانی کی جگہ تھی۔

وادی سفوان: بدر کے قریب ہے۔

وادی غران: عسفان کے مشرق میں مائل بشمال واقع ہے۔

ذات الرقاع: نجد میں ہے۔

ذات السلاسل: وادی القریٰ کے دوسری طرف قبیلہ بنو قضاعہ کی جگہ تھی۔

بطن یاجج: سرف سے متصلاً شمال میں واقع ہے۔

غدیر خم: الجحفہ سے دو میل جنوب میں ہے۔

وادی القریٰ: بواط کے شمال میں ایک طویل وادی ہے جس میں قوم ثمود آباد رہ چکی ہے۔

قطن: عنیزہ (نجد) اور خیبر (حجاز) کے وسط میں ایک پہاڑی تھی، اس کے شمال میں بنو اسد آباد تھے۔

عریض: مدینۂ منورہ کے مشرق میں ایک جگہ تھی۔

ذوامر: جبل قطن کے شمال میں بنو غطفان کے علاقہ میں جگہ تھی۔

بحران: عسفان کے مشرق میں کچھ فاصلہ پر بنو سلیم کے علاقہ میں واقع جگہ تھی۔

غمر: نجد میں جبال طے کے جنوب مشرق میں بنو اسد کے علاقہ میں واقع جگہ تھی۔

جموم: وادی فاطمہ (مرّ الظہران) کے خطہ میں بنو سلیم کے علاقہ میں جگہ تھی، اب بھی اسی نام سے موسوم ہے۔

خبط: جبل رضوی کے شمال میں جہینہ کے علاقہ میں جگہ تھی۔

عہد رسالت میں متعدد قبائل کی جگہیں

بنو تمیم: نجد کے شمال میں وادی الرمہ کے قریب بریدہ کے شمال میں آباد تھے۔

بنو اسد: ″ ″ جبال طے کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔

بنو غطفان: جبال طے کے جنوب میں آباد تھے۔

بنو مزینہ: بئر معونہ کے جنوب میں آباد تھے۔

بنو المصطلق: مریسیع کے پاس آباد تھے۔

خزاعہ: جدہ اور عسفان کے درمیان آباد تھے۔

بنو لحیان: امج کے مشرق میں واقع علاقہ میں آباد تھے۔

جہینہ: شمالی حجاز میں بواط کے مغرب میں آباد تھے۔

بنو سلیم: عسفان کے مشرق میں آباد تھے۔

بنو عذرہ: شمالی حجاز میں مدائن صالح کے شمال میں آباد تھے۔

بنو قضاعہ: ″ ″ ″ ″ کے مغرب ″ ″

بنو ذبیان: شمالی حجاز میں بنو تیماء کے جنوب میں آباد تھے۔

ثقیف: طائف میں آباد تھے۔

ہوازن: طائف اور مکہ کے درمیان مکہ کے شمالی رخ پر آباد تھے۔

مسافتوں کی قدیم اصطلاحیں اور نئی اصطلاحوں سے تطابق

ایک رات یا ایک دن ۔ ۱۲ تا ۱۶ میل جو عموماً پیدل حالت میں ایک روز میں قطع کیا جاتا تھا۔

برید، مرحلہ، منزل ۔ تقریباً ۱۲ میل تا ۱۶ میل یعنی چار فرسخ۔

ایک فرسخ ۔ ۳ میل، ۹ ہزار تا ۱۲ ہزار ذراع

ایک میل ۔ تا حد نظر (۳ ہزار یا چار ہزار ذراع) جو موجودہ میل ہی کے لگ بھگ تھا، جو (۱۷۶۰ گز) یعنی تقریباً ۳ ہزار پانچ سو بیس (۳۵۲۰) ذراع کا ہوتا ہے۔

ایک ذراع ۔ کہنی سے بیچ کی انگلی کے سرے تک۔ چھوٹا ذراع ۲۴ انگل کا اور بڑا ذراع ۳۲ انگل کا تسلیم کیا گیا ہے، یہ لگ بھگ ڈیڑھ فٹ کا ہوا، یعنی ۲ ذراع ایک گز کے مساوی۔

قدیم وجدید مقامات کے مابین فاصلے

(فاصلے "کم" یعنی کلومیٹر میں ہیں، میل سے کلومیٹر کا تناسب ۸ کلومیٹر ۵ میل کے مساوی ہیں)

مکہ ۔ منی ۴ کم
مکہ ۔ مزدلفہ تقریباً ۱۰ کم
مکہ ۔ عرفات ۲۱ کم
مکہ ۔ طائف ۸۹ کم براہ عرفات
مکہ ۔ طائف ۱۲۵ کم براہ قرن المنازل
مکہ ۔ حدیبیہ ۲۱ کم
مکہ ۔ جدۃ ۷۵ کم
مکہ ۔ تنعیم ۷ کم
مکہ ۔ سرف ۱۰ کم
مکہ ۔ وادی فاطمہ (مرالظہران) ۴۳ کم
مکہ ۔ عسفان ۱۰۳ کم
مکہ ۔ مفرق ۱۳۵ ″
مکہ ۔ رابغ ۱۸۵ ″
مکہ ۔ مستورہ ۲۳۰ ″
مکہ ۔ بدر ۳۰۳ ″
مکہ ۔ مدینہ براہ راست ۴۵۱ ″
مکہ ۔ الجحفہ ۱۷۳ ″
مکہ ۔ قرن المنازل ۴۵ ″
مکہ ۔ ذات عرق ۹۰ ″
مکہ ۔ ذوالحلیفہ ۴۴۲ ″
مکہ ۔ یلملم ۴۵ ″

مکہ ۔ الجعرانہ ۲۷ کم
مکہ ۔ قدید ۱۶۸ ″
مکہ ۔ حنین ۲۵ کم تقریباً
مکہ ۔ عکاظ ۴۵ کم
مکہ ۔ امج ۱۲۵ کم
جدہ ۔ مفرق ۱۰۸ ″
جدہ ۔ رابغ ۱۵۸ ″
جدہ ۔ مستورہ ۲۰۳ ″
جدہ ۔ بدر ۲۷۶ ″
جدہ ۔ مدینہ ۴۲۴ ″

از مدینہ ۔ جدید

مدینہ ۔ ذوالحلیفہ ۹ کم
مدینہ ۔ مسجد (المنصرف) ۸۰ ″
مدینہ ۔ بدر ۱۴۸ ″
مدینہ ۔ مستورۃ (ودان) ۲۲۱ ″
مدینہ ۔ رابغ ۲۶۶ ″
مدینہ ۔ عسفان ۳۴۸ ″
مدینہ ۔ ینبوع ۲۲۰ ″
مدینہ ۔ مہدذہب ۳۴ ″
مدینہ ۔ فدک ۹۰ ″

مدینہ ۔ خیبر ۱۷۳ کم
مدینہ ۔ تیماء ۴۲۲ ″
مدینہ ۔ تبوک ۶۸۶ ″
مدینہ ۔ ریاض ۹۹۸ ″
مکہ ۔ ریاض ۹۹۷ ″
ریاض ۔ ظہران ۵۰۰ ″

از مدینہ ۔ قدیم

مدینہ ۔ ملل تقریباً ۳۰ کم
مدینہ ۔ السیالہ (الفریش) تقریباً ۵۰ ″
مدینہ ۔ الروحاء تقریباً ۷۰ کم
مدینہ ۔ الاثانیۃ ″ ۱۱۴ ″
مدینہ ۔ العرج ۱۴۰ ″
مدینہ ۔ السقیا (ام البرک) ۱۸۰ ″
مدینہ ۔ الابواء تقریباً ۲۰۰ ″
مدینہ ۔ عسفان ″ ۳۱۸ ″
مدینہ ۔ السرف ۴۱۱ ″
مدینہ ۔ وادی الصفراء ۱۰۵ ″
مدینہ ۔ الفرع ۱۳۵ ″
مدینہ ۔ مکہ ۴۲۱ ″

سونے چاندی اور دیگر مال کے لئے مکہ مکرمہ کے رواج کے مطابق تول کے باٹ اور سکے

۱۔ قیراط: ¼ (چوتھائی) گرام

۲۔ دانق: ½ (نصف گرام) مساوی ۲ قیراط

درہم مساوی ۶ دانق ۱۲ قیراط

۳۔ درہم: ۲٫۹۷ یعنی تقریباً ۳ گرام (¼ (چوتھائی) تولہ تقریباً) درہم پیمانہ بھی تھا اور سکہ بھی تھا، پیمانہ میں چوتھائی تولہ کے وزن کا، اور سکہ میں اسی کے مقدار چاندی کی قیمت کا۔

۴۔ مثقال: (دینار) مساوی ۴٫۳۳ گرام، ⅓ (تہائی) تولہ تقریباً، ایک مثقال سونے کا ایک دینار ہوتا تھا، درہم و دینار میں قیمت کا فرق ایک اور دس کا تھا اور وزن میں ۷۔۔ اور ۱۰۔ اکا تھا۔

۵۔ ۱۔ اوقیہ: ۳۴ گرام (پونے تین تولہ، نصف چھٹانک سے زیادہ) مساوی ۱۲ درہم یا ۸ مثقال تقریباً۔

۶۔ ۱۔ رطل: ۴۰۸ گرام (یعنی تقریباً نصف سیر سے ایک چھٹانک کم یا ایک پونڈ)

مساوی ۱۲ اوقیہ

۷۔ ۱۔ قنطار: ۴۰ کیلو ۸ سو گرام (یعنی تقریباً ایک من تین سیر تیرہ چھٹانک۔)

مساوی ۱۰۰ رطل

کیل (ناپ) کے پیمانے غلہ جات اور پانی کے لئے مدینہ منورہ کے رواج کے مطابق

۱۔ مد: دونوں ہاتھ سے چلو بھر، جو وزن میں ⅓۱ رطل یعنی ۵۴۴ گرام تقریباً ۹ چھٹانک گیہوں کے وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے، یا ۲ رطل یعنی ۸۱۶ گرام تقریباً ۱۴ چھٹانک پانی کے وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

۲۔ صاع: چار مدوں کے برابر تھا یعنی ⅓۵ رطل یا ۲ کلو ۱۷۶ گرام گیہوں کے وزن سے یا ۸ رطل تین لیٹر ۲۶۴ ملی لیٹر پانی کے وزن سے۔

صدقہ فطر کے لئے احناف نے صاع کا زائد والا وزن یعنی ۸ رطل ہی اصل قرار دیدیا ہے، یعنی گیہوں نصف صاع یعنی پونے دو سیر، اور جو و کھجور ایک صاع یعنی ½۳ سیر

۳۔ وسق: ۶۰ صاع کے برابر تھا، یہ ایک اونٹ کے لادنے بھر کا وزن ہوتا تھا، جو گیہوں کے وزن کے اعتبار سے ۱۳۰ کلو ۵۰۰ گرام یعنی تقریباً ساڑھے تین من۔

فہرست مراجع

کتاب	مصنف یا ناشر
القرآن المجید	
صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری
آثار المدینۃ المنورۃ	عبدالقدوس الأنصاری
الأدب العربی وتاریخہ	احمد الاسکندری والشیخ مصطفی عنانی بک
اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ	زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب
ارض القرآن	علامہ سید سلیمان ندوی
اشہر رحلات الحج	حمد الجاسر
اطلس التاریخ الإسلامی	ابراہیم ذکی خورشید
البلاد العربیۃ	بسام کرد علی
بلوغ الادب فی أحوال العرب	محمود شکری الآلوسی
تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون
تاریخ العرب	محمود عابدی
تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجدی دریابادی
التقویم الفطری	عبداللہ ابراہیم الأنصاری

دواوین الشعراء	شعراء عرب
دیوان الحماسۃ	ابو تمام الطائی
الرحلۃ الحجازیۃ	محمد لبیب البتنونی
الرسول القائد	اللواء الرکن محمد شیت الخطاب
سبائک الذھب فی معرفۃ قبائل العرب	أبو الفوز محمد أمین البغدادی السویدی
سفرنامہ ارض القرآن	مولانا ابو الأعلیٰ مودودی
سفرنامہ نجد وحساء	میجر گلفرڈ پالگریف (اردو ترجمہ)
سیرۃ ابن ھشام	ابو محمد عبد الملک ابن ہشام الحمیدی
سیرۃ النبی	سید سلیمان ندوی
شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام	ابو الطیب تقی الدین الفاسی المکی المالکی
صحیح الأخبار	محمد ابن البلیھد
صفۃ جزیرۃ العرب	محمد الحسن الھمدانی
عمدۃ الأخبار فی مدینۃ المختار	احمد بن عبد اللہ العباسی
فجر الاسلام	احمد امین
فقہ الزکاۃ	یوسف القرضاوی
قاموس الأمکنۃ والبقاع	علی بہجت المصری
القاموس المحیط	مجد الدین محمد الفیروز آبادی
قلب جزیرۃ العرب	فواد حمزہ

كتاب الأزمنة والأمكنة	ابوعلی المرزوقی الاصفهانی
كتاب المحبّر	ناشروزارة الاعلام الکویت
مجلة حضارة الإسلام	دمشق
مجلة العربي	وزارة الاعلام الکویت
مجلة المسلمون	سعید رمضان ۔ القاہرہ
المرأة الوضية في الكرة الأرضية	کرنیلیوس فندیک الأمیرکانی
معجم البلدان	یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی
المعلقات السبع	امرءالقیس وآخرون
المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام	جواد علی

مكة والمدينة المنورة في الجاهلية وعهد الرسول ۔ احمد ابراہیم الشریف

المملكة العربية السعودية	فہد خالد السدیری
من نفحات الحرم	علی الطنطاوی
مهد العرب	عبدالوہاب عزام
نبی رحمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی
الوطن العربي	امین سعید

انگریزی مآخذ

ATLAS OF THE MIDDLE EAST.
ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA.
HISTORY OF THE ARABS, P.K. HITTI, LONDON
STATEMAN YEAR BOOK, 1960 LONDON
THE MIDDLE EAST EUROPA PUBLICATIONS LONDON.

فرہنگ[1]

آیات قرآنی، احادیث نبوی، و اقوال و اشعار عرب

مع ترجمہ

"جزیرۃ العرب"

[1] مولوی سید محمد عبداللہ حسنی ندوی کے تعاون سے تیار ہوئی۔

آیات قرآنی

الف (۶)

ص۱۰۹ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝ (سورۃ الفجر۔ ۶ ۔ ۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ جو ارم کہلاتے تھے اتنے دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ص۱۱۱ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ۔ ۱۲۸ ۔ ۱۳۰)

بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہوگے، اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

ص۱۱۱ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۝ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (احقاف ۔ ۲۱)

اور قوم عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو جبکہ انھوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی، اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی ہدایت کرنے والے گذر چکے تھے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے،

ص۱۱۱ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝ (سورۃ الحاقۃ - ۶، ۷، ۸)

رہے عاد تو ان کا نہایت تیزی سے ستیاناس کر دیا گیا، خدا نے ان کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر شدت والی آندھی چلائے رکھا، تو اے مخاطب تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) ڈھئے (مرے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے، بھلا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے۔

ص۱۱۷ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ۔ (الاعراف - ۷۴)

اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا۔

ص۱۱۸ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الاعراف - ۷۳)

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تو صالح نے کہا کہ اے قوم خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آچکا ہے یعنی یہی خدا کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تو اسے آزاد چھوڑ دو، خدا کی زمین میں چرتی پھرے، اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ عذاب الیم تمہیں پکڑ لے گا۔

ص۱۲۷ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (الاعراف ـ ۸۵)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی آچکی ہے، تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو، اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو، اگر صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔

ص۱۶۴ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَنْ لَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ۔ (التوبہ ـ ۹۷)

دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں، اور اس قابل ہیں کہ جو احکام شریعت خدا نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں، ان سے واقف ہی نہ ہوں۔

ص۲۲۰ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ۝ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ۝ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۝ (سورۃ الفیل)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کا داؤں غلط نہیں گیا؟ اور ان پر پرے کے پرے جانور بھیجے جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے، تو ان کو ایسا کردیا کہ جیسے کھایا ہوا بھوسا۔

ص۲۲۷ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴿ (البقرۃ۔ ۱۵۸)

بیشک کوہ صفا و مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے۔

ص۱۲۶، ۱۲۷ اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۔ (النجم۔ ۱۹، ۲۰)

بھلا تم لوگوں نے لات و عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے (بت) منات کو۔

(ب)

ص۱۱۸ وَبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۔ (الاعراف۔ ۷۴)

اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے مٹی لے کر محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

(ت)

ص۱۱۸ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿ (الشعراء۔ ۱۴۹)

اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

(ث)

ص۱۱۷، ۱۱۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۔ (الفجر۔ ۹)

اور ثمود کے ساتھ کیا کیا اور جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے تھے۔

(ج)

ص۶۷ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۔ (النبا۔ ۱۰، ۱۱)

اور رات کو پردہ مقرر کیا، اور دن کو معاش کا وقت مقرر کیا۔

ص۶۷ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ ۔ (الاسراء۔ ۱۲)

اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔

ص۱۲۳ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِىَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ (سبا۔ ۱۸)

اور ہم نے ان کے اور (شام کی) ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی (ایک دوسرے کے متصل) دیہات بنائے تھے، جو سامنے نظر آتے تھے، ان میں آمد ورفت کا اندازہ مقرر کردیا تھا کہ رات دن بے خوف وخطر چلتے رہو۔

(ف)

ص۱۲۴ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِىْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۔ (سبا۔ ۱۶، ۱۷)

تو انھوں نے (شکر گذاری سے) منہ پھیرلیا، تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا، اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دئے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ جھاؤ تھا، اور تھوڑی سی بیریاں، یہ ہم نے ان کی ناشکری کی وجہ سے ان کو سزا دی، اور ہم سزا ناشکرے ہی کو دیا کرتے ہیں۔

ص۹۹ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ (ص۔ ۳۶)

پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہونچنا چاہتے ہیں ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی ہے۔

ص۲۳۵ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرہ۔۱۹۸)

اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو۔

ص۸۶ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا۔ (نساء۔۵۳)

کہ تم لوگوں کو تل (کھجور کی گٹھلی کے بنے نقطے کے) برابر بھی نہ دیں گے۔

ص۸۷ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (الواقعہ۔۲۸۔۳۲)

یعنی بے خار کی بیریوں اور تہ بتہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور پانی کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیرہ میں۔

(ق)

ص۲۱۹ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (بروج ۴۔۸)

خندقوں کے کھودنے والے ہلاک کر دیئے گئے (یعنی) آگ (کی خندقیں) جس میں ایندھن (جھونک رکھا) جبکہ وہ ان کے (کناروں پر) بیٹھے ہوئے تھے اور جو سختیاں اہل ایمان پر کر رہے تھے، ان کو سامنے دیکھ رہے تھے، ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے، جو غالب

اور قابل ستائش ہے۔

ص۱۲۰ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ (المائدہ ۲۶)

خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دیا گیا، کہ (وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔

(ل)

ص۱۲۴-۳۷ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ۔ (سبا۔ ۱۵-۱۶)

اہل سبا کے لئے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی، (یعنی) دو باغ ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف، اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) خدائے غفار، تو انھوں نے (شکر گذاری سے) منھ پھیر لیا، پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

ص۶۶ وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (الاعراف۔ ۱۳۰)

اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

ص۶۷ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى۔ (اللیل۔ ۱،۲)

رات کی قسم جب دن کو چھپا لے اور دن کی قسم جب چمک اٹھے۔

ص۸۶ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ (فاطر ۱۳)

اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں۔

ص۸۶ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (نساء۔ ۴۹)

اور ان پر دھاگے (کھجور کی گٹھلی کے شگاف پر پڑے ہوئے دھاگے) کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

ص۱۶۳ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ۔ (الاسراء۔ ۳۱)

اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔

ص۲۵۵ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (التوبہ۔ ۱۰۸)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا کرو) اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

ص۲۶۰ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ (الزخرف۔ ۳۱)

یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔

(م)

ص۷۶ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ

يُصِيبُهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ (البقرہ۔۲۶۵)

اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور خلوص سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے، جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینھ پڑے تو دوگنا پھل دے، اور اگر مینھ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

ص۱۶۸ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۔ (الانفال۔۳۵)

اور ان لوگوں کی نماز خانۂ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔

(ھ)

ص۸۴ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۔ (مریم۔۲۵)

اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

(ی)

ص۱۲ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۔ (المائدہ۔۲۲)

موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ (رہتے ہیں) اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں جا نہیں سکتے، ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہوں گے۔

احادیث و دیگر عربی عبارتیں

الف (۶)

ص ۱۳۰ إن الله نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم إلا بقايا أهل الكتاب۔

اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی تو ان کے عرب وعجم سب سے بیزار ہوا، سوائے چند بچے کھچے اہل کتاب کے۔

ص ۱۹۶ أنت رفيق والطبيب الله۔

تم (صرف) فکر و کوشش والے ہو اور طبیب تو خدا ہی ہے۔

ص ۲۴۱، ۲۵۷ أحد جبل يحبنا ونحبه وهو على باب من أبواب الجنة۔

احد پہاڑ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں اور وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر واقع ہے۔

ص ۲۴۴ إن الإيمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها۔

ایمان اس طرح مدینہ سمٹ کر آجائیگا، جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ جاتا ہے۔

ص ۱۷۲ أدرما أدر يوم عقر ونحر۔

میں جانوں؟ میں کیا جانوں؟ وہ روز کہ جس میں پیر اور گردنیں اڑائی جائیں گی۔

(ح)

صہ‌ؒ حتی نزل بأقصی الحدیبیة علی ثمد قلیل الماء یتبرضه الناس تبرضاً۔

یہاں تک کہ آپ حدیبیہ کے آخری کنارے پر ایک ایسے گڑھے پر اترے جہاں پانی تھوڑا تھا (اس وجہ سے) لوگ اس سے تھوڑا تھوڑا پانی لیتے۔

(ص)

صلاۃ فی مسجدی هذا خیر من ألف صلاۃ فیما سواہ إلا المسجد الحرام

میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

(ع)

صہ۸۵ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن من الشجر شجرۃ لا یسقط ورقها وإنها مثل المومن فحدثونی ما هی؟ قال: فوقع الناس فی شجر البوادی، قال عبد اللہ: ووقع فی نفسی أنها النخلة، فاستحییت، ثم قالوا حدثنا ما هی یا رسول اللہ، قال هی النخلة۔ (رواہ البخاری فی کتاب العلم)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے گرتے نہیں، اور (بالکل) ایمان والے کے مانند ہے، تو بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ لوگ دیہات کے درختوں کے بارے میں سوچ میں پڑ گئے، عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ (ہو نہ ہو) وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن (کہنے سے) حیا مانع رہی، پھر لوگوں نے

عرض کیا کہ آپؐ ہی بتا دیں، وہ کون سا درخت ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

(ك)

ص۹۷ کل الصید فی جوف الفرا۔ جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہر طرح کا شکار ہے۔

(ل)

ص۱۰۳ لست بمعجزلنا ولو بلغت الشحر۔ تم ہمکو عاجز نہ کرسکو گے خواہ مقام شحر تک چلے جاؤ۔

ص۱۰۳ ولو حالت دونك یبرین۔ خواہ تمہارے راستے میں صحرائے یبرین رکاوٹ بن جائے۔

〃 بلغت حضرموت۔ خواہ حضرموت تک پہونچ جاؤ۔

〃 لابد من صنعاء ولو طالت السفر۔ صنعاء شہر کو پہونچنا ہے، خواہ سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو جائے۔

〃 ولو بلغ برك الغماد۔ خواہ مقام برک الغماد تک پہونچ جائے۔

ص۶۹ لیل کلیل تهامة لاحر ولا برد ولا سأمة۔

رات تہامہ کی رات کی طرح کہ نہ گرمی نہ سردی اور نہ اکتاہٹ۔

(م)

ص۸۶ من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوة لم یضره فی ذلك الیوم سم ولا سحر۔

جس نے ہر روز صبح کے وقت عجوہ کھجور کے سات دانے کھائے اس روز اس کو زہر اور سحر نقصان نہ کرے گا۔

(ن)

ص۱۰۷۳ نصرت بالصبا وأهلکت عاد بالدبور۔ بادِ صبا (یعنی مشرقی ہوا)

کے ذریعہ میری مدد کی گئی، اور جنوبی ہوا سے عاد کی ہلاکت و بربادی کا سامان ہوا۔

(ی)

ص۱۹۶ یا عباد اللہ تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داء إلا وضع له

دواء إلا واحداً وهو الهرم۔

اے خدا کے بندو! علاج کراؤ کہ خدائے تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں رکھا ہے، جس کی دوا پیدا نہ کی ہو، سوائے بڑھاپے کے (اس کا علاج نہیں ہے)۔

اشعارِ عرب

الف (ع)

ص۵۵ ۱۔ ألا یا صبا نجدٍ متی جئت من نجد لقد زادنی مسراك وجداً علی وجد

۲۔ أأن هتفت ورقاء فی رونق الضحی علی فنن غض النبات من الرند

۳۔ بکیت کما یبکی الولید ولم تکن جزوعاً وأبدیت الذی لم تکن تبدی

۱۔ اے نجد سے آنے والی بادِ صبا جب تو نجد سے آتی ہے تو تیری آمد سے غمہائے محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ کیا چاشت کی روشنی میں خاکی رنگ کی کبوتری نے رند کی تر و تازہ شاخ پر بیٹھ کر نغمہ سنجی کی۔

۳۔ اس سے تم اس طرح روئے جیسے کوئی بچہ روتا ہے، حالانکہ تمہاری عادت اس طرح گھبرا کر رونے کی نہیں تھی، اور نہ تم اس طرح اظہارِ غم کے عادی تھے۔

ص۵۹ وأبصر من زرقاء جو لأننی متی نظرت عینای ساواهما علی

مقام جوّ کی نیلی آنکھوں والی عورت سے بھی زیادہ تیز نگاہ رکھتا ہوں، جب میری کا دونوں آنکھیں کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو بالکل اس کے مطابق میرا علم ہوتا ہے۔

ص۵۹ إذا قالت حذامِ فصدّقوها — فان القول ما قالت حذامِ

"حذامِ" جب کوئی بات کہے تو اس کو بالکل سچ مانو کیونکہ بات وہی سچ ہے جو حذام کہے۔

ص۶۲ إن الرسول لسيف يستضاء به — مهنّد من سيوف الله مسلول

بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰے کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی (تیز) تلوار ہیں، آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

ص۸۰ ألا يا حبذا نفحات نجدٍ — وريّا روضه بعد القطار

سن لو، کتنے عمدہ ہیں نجد کی ہواؤں کے جھونکے اور اس کے چمن کی خوشبو بارش ہو جانے کے بعد۔

ص۸۱ أم هبت الريح من تلقاء كاظمة — أم أومض البرق في الظلماء من أضم

کیا "کاظمہ" کی طرف سے ہوا چلی یا "اضم" کی طرف سے تاریکی میں بجلی چمکی۔

ص۹۱ ۱۔ الى المهد من ثنائى فقاصدٌ — به لابن عم الصدق شمس بن مالك

۲۔ أهزبه في ندوة الحي عطفه — كما هز عطفي بالهجان الأوارك

۱۔ بیشک میں تعریف کا ہدیہ اپنے سچے بھائی شمس بن مالک کی خدمت میں پیش کرنے والا ہوں

۲۔ اور اس کے ذریعہ میں قبیلہ کی مجلس میں اس کو مسرور کروں گا جس طرح انھوں نے پیلو چبانے والے نفیس اونٹوں کے ذریعہ مجھے مسرور کیا۔

ص۹۱ ۱۔ إذا ما قمت أرحلها بليل — تأوه آهة الرجل الحزين

ص۹۲ ۲۔ تقول إذا درأت لها وضيني — أهذا دينه أبدًا و ديني

۳۔ أکل الدھر حل وارتحال　　أما یبقی علیّ وما یقینی

۱۔ جب میں اس اونٹ کو آمادۂ سفر کرنے کے لئے اٹھتا ہوں تو وہ غمگین شخص کی طرح آہ نکالتا ہے۔

۲۔ جب میں اس کے لئے ڈوریا بچھاتا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ کیا یہی ہمیشہ اس کا اور میرا طریقہ رہے گا۔

۳۔ کیا زمانے بھر سفروں کا سلسلہ جاری رہے گا، اور کیا یہ نہ مجھ پر رحم کھائے گا اور نہ بچائے گا۔

ص۹۱ أھزبہ فی ندوة الحی عطفہ　　کما ھز عطفی بالھجان الأوارک

ان اشعار کے ذریعہ میں قبیلہ کی مجلس میں اس میں ایک ترنگ پیدا کر دینا چاہتا ہوں جس طرح اس نے مجھ میں ترنگ پیدا کر دی ہے پیلو کھانے والے نفیس اونٹ دے کر۔

ص۹۲ ۱۔ أراراللہ نقیلک فی السلامی　　علی من بالحنین تعولینا

۲۔ فانی مثل ما تجدین وجدی　　ولکنی أسر وتعلنینا

۳۔ ولی مثل الذی بک غیر أنی　　أجل عن العقال وتعقلینا

۱۔ تمہارے گوشت کو اللہ تعالیٰ جوڑوں میں پگھلائے، تم کس کی محبت میں رو رہی ہو۔

۲۔ بیشک میں بھی تمہاری ہی طرح غمہائے محبت کا مارا ہوا ہوں، فرق صرف اتنا ہے کہ میں اپنے غموں کو چھپاتا ہوں، اور تم ظاہر کرتی ہو۔

۳۔ میرے اندر بھی وہی جذبات موجزن ہیں جو تمہارے اندر۔ بجز اس کے کہ میں قید و بند میں نہیں رکھا جاتا، اور تم مقید کی جاتی ہو۔

ص۹۵ ۱۔ أبيت اللعن إن سكاب علق نفيس لا تعار ولا تباع

۲۔ مفداة مكرمة علينا يجاع لها العيال ولا تجاع

۱۔ آپ پر سلامتی ہو "سکاب" ایک ایسا عمدہ اور نفیس گھوڑا ہے، جو نہ تو عاریت میں دیا جا سکتا ہے، اور نہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ ہماری جانیں اس پر قربان ہیں، اور وہ ہم کو بہت عزیز ہے، یہاں تک کہ اہل وعیال اس کی وجہ سے بھوکے رکھے جا سکتے ہیں، لیکن وہ بھوکا نہیں رکھا جا سکتا۔

ص۹۶ ۱۔ وأدنيتني حتى إذا ما ملكتني بقول يحل العصم سهل الأباطح

ص۹۷ ۲۔ تناهيت عني حين لا لي حيلة وغادرت ما غادرت بين الجوانح

۱۔ مجھے تم نے اپنے سے قریب کیا، یہاں تک کہ جب تم میرے اوپر اپنی ان سحر آمیز باتوں سے قابو پا گئیں جو پہاڑی بکرے کو بھی نرم زمین پر اتار لا سکتی ہیں۔

۲۔ اس وقت تم مجھ سے دور ہو گئیں جب کہ میرے لئے کوئی حیلہ نہیں باقی رہ گیا تھا اور میرے پہلو میں وہ محبت کا درد چھوڑ گئیں جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔

ص۱۱۶ ۱۔ أهلكن طسما وبعده غذى بهم وذا جدون

۲۔ وأهل جاش ومارب وحي لقمان والتقون

۱۔ انھوں نے قبیلۂ طسم کو اور ان کے بعد بہت سے گھرانوں اور ذوجدان کو تباہ کیا۔

۲۔ اور مقام جاش اور مقام مارب کے رہنے والوں کو اور قبیلۂ لقمان اور کاریگروں کو برباد کیا۔

ص۱۱۹ ألم تر أن الجون أصبح راسيًا تطيف به الأيام ماينأ يبس

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جون قلعہ زمین پر جما ہوا ہے، زمانہ اس کے گرد گھومتا ہے، لیکن وہ اپنی جگہ سے ہٹائے نہیں ہٹتا۔

ص۱۵۶ وأحیانًا علی بکر أخینا إذا ما لم نجد إلا أخانا

بعض اوقات ہم خود اپنے بھائی قبیلۂ بکر کے لوگوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں جب ہم کو کوئی اور نہیں ملتا۔

ص۲۶۶ إلی الله أشکو لا إلی الناس أنني بتیماء و تیماء الیهود غریب

میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہوں لوگوں سے نہیں کہ میں تیماء یہود میں ایک اجنبی ہوں۔

ص۶۸ إذا شالت الجوزاء والنجم طالع فکل مفازات الفرات معابر

جوزاء ستارہ جب بلند ہو رہا ہو اور ثریا ستارہ طلوع کی حالت میں ہو تو دریائے فرات کی تمام گذرگاہیں قابل عبور ہو جاتی ہیں۔

ص۷ ۱۔ إذا اغبر آفاق السماء وکشفت بیوتًا وراء الحي نکباء حرجف

۲۔ وأصبح مبیض الصقیع کأنه علی سروات النیب قطن مندف

۳۔ تری جارنا فینا یجیر وإن جنی فلا هو مما ینطف الجار ینطف

۱۔ جب آسمان کے تمام کنارے گرد سے اٹ جائیں، اور محلہ کے مکانات کے پردوں و دیواروں کو تیز ہوا جو ٹیڑھی سمت سے چل رہی ہو کھول اور گرا دے۔

۲۔ اور سفید سفید پالا جو اونٹوں کی پیٹھوں پر اس طرح گر کر پڑا رہ گیا ہو جیسے کہ دھنکی ہوئی روئی کے گالے۔

۳۔ ایسے (سخت موسم میں بھی) تم ہمارے مہمان کو بہت آرام میں پاؤگے، بلکہ وہ اگر ایسی غلطی بھی کردے جس کے کرنے پر مہمان سے شکایت کی جاتی ہے، تو ہمارا مہمان اس پر بھی قابل ملامت نہیں سمجھا جاتا۔

ص۹۷ اقرأ علی الوشل السلام وقل له　　کل المشارب مذ هجرت ذمیم

پانی کے اس گڑھے (حوض) کو سلام کہو اور یہ بھی کہو کہ جب سے تجھکو چھوڑا ہے پانی کا ہر گھاٹ برا ہی لگا۔

ص۹۸ أقول وقد ناحت بقربي حمامة　　أیا جارتا لو تشعرین بحالی

جب میرے قریب ہی ایک کبوتری نے نوحہ خوانی کی تو میں اس سے کہنے لگا کہ اے پڑوسن کاش کہ تم میرے حال زار کو سمجھتیں۔

ص۹۹ إذا کان الغراب دلیل قوم　　سیهدیهم طریق الهالکین

جب کسی قوم کی رہنمائی کوے کے ہاتھ آئیگی، تو وہ ہلاک و برباد شدہ لوگوں کے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔

ص۱۰۰ ألا یا صبا نجد متی هجت من نجدٍ　　لقد زادنی مسراك وجداً علی وجدِ

اے نجد کی باد صبا جب تو نجد کی طرف سے چلتی ہے تو تیرے چلنے سے میرے جذبات عشق تیز سے تیز تر ہو جاتے ہیں۔

ص۱۷۵ إن العصا قرعت لذی الحلم ۔ ڈنڈا صاحبِ عقل کے لئے بجایا جاتا ہے۔

یعنی بے عقل کو ڈنڈا بجا کر بھی عقل نہیں سکھائی جا سکتی (یعنی عقل مند آدمی سے کسی وقت بھول ہو رہی ہو تو ڈنڈے کی کھٹ کھٹ اس کی بھول دور کرنے کے لئے کافی ہے)۔

ص۱۸۵ ۱۔ وآليت لا أرثي لها من كلالة ولامن وجى حتى تلاقي محمدا

۲۔ متى ما تناخي عند باب بن هاشم تراحي وتلقي من فواضله ندى

۳۔ نبي يرى مالايرون وذكره أغار لعمري في البلاد وأنجدا

۱۔ اور میں نے قسم کھالی تھی کہ اس اونٹنی کے تھکنے میں ترس نہ کھاؤں گا، اور نہ اس کے پیروں کے زخمی ہونے پر یہاں تک یہ محمدؐ سے جاملے۔

۲۔ جب یہ ہاشم کے سپوت کے دروازے پر رکے گی، تو آرام بھی پائیگی، اوران کے انعام واکرام کا تحفہ تر پائیگی۔

۳۔ یہ ایک نبی ہیں، وہ باتیں دیکھ لیتے ہیں، جو دوسرے نہیں دیکھتے، اوران کی شہرت میری جان کی قسم ملک کے پست وبلند ہر حصہ میں پہونچ گئی ہے۔

ص۱۹۰ ۱۔ وأحسن منك لم ترقط عيني وأجمل منك لم تلد النساء

۲۔ خلقت مبرءًا من كل عيب كأنك قد خلقت كما تشاء

۳۔ إن أبي ووالده وعرضي لعرض محمد منكم وقاء

۱۔ آپ سے زیادہ دلبر شخص پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، آپ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔

۲۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے، گویا جیسا چاہتے تھے، ویسے ہی پیدا کئے گئے۔

۳۔ میرے باپ اوران کے باپ اور میری عزت محمد کی عزت پر قربان ہے۔

ص۲۱۶ إن قناتنا يا عمرو أعيت على الأعداء قبلك أن تلينا

ہماری کاٹھی تم سے قبل تمام اعداء کے لئے مضبوط رہی اے عمرو، نرم نہیں پڑی۔

ص۱۵۹ أمادي إن المال غاد ورائح ولايبقى من المال إلا الأحاديث والذكر

اے (میری بیوی) مادیہ مال تو آتا جاتا رہتا ہے، اور مال میں سے صرف اس کے تذکرے اور یادہی باقی رہتی ہے۔

ص ۱۵۹ إنما المرء حديث بعده فكن حديثاً حسناً لمن وعى

آدمی تو بعد میں صرف چرچا رہ جاتا ہے، تو یاد رکھنے والے کے لئے تم ایک اچھا چرچا بنو۔

ص ۱۶۰ إذا المهرة الشقراء أدرك ظهرها فشب الإله الحرب بين القبائل

جب گندمی رنگ گھوڑے کا بچہ جوان ہوجائے تو اللہ تعالےٰ قبائل کے درمیان جنگ کرادے۔

ص ۱۶۱ ۱۔ وإذا هلكت فلا تريدي عاجزاً غسّاً ولا برماً ولا معزالا

۲۔ واستبدلي ختناً لأهلك مثله يعطي الجزيل ويقتل الأبطالا

۱۔ اور جب میں مرجاؤں تو کسی ایسے آدمی کی طرف توجہ نہ کرنا جو ناکارہ، عاجز، کمزور اور بخیل اور جوئے کی مجلس سے دور رہنے والا ہو۔

۲۔ بلکہ اپنے خاندان کے لئے ایسا داماد بنانا (یعنی اپنا شوہر بنانا) کہ ویسا آدمی خوب خوب دیتا دلاتا ہو اور بہادروں کی جان لیتا ہو۔

ص ۱۶۲ ۱۔ أكلت حنيفة ربهم عام التقحم والمجاعة

۲۔ لم يحذروا من ربهم سوء العواقب والتباعة

۱۔ بنی حنیفہ نے قحط سالی کے ایام میں اپنے رب کو کھالیا۔

۲۔ اور اپنے خدا کا مطلق اندیشہ نہ کیا کہ انجام کار انھیں کیا سزا ملے گی۔

(ب)

ص۵۸ ۱۔ بلی إن بالجزع الذی ینبت الغضا   إلیّ وإن لم آلفه لمداویا

۲۔ فمالی إن أحببت أرض عشیرتی   وأبغضت طرفاء القُصَیبَۃ من ذنب

۱۔ کیوں نہیں بلاشبہ مقام جزع میں جو کہ جھاؤ کے درختوں کا مرکز ہے، میرے درد کا مداوا موجود ہے، اگرچہ اس سے ابھی ملا نہیں ہوں۔

۲۔ اگر میں نے اپنے قبیلہ کی سرزمین سے محبت کی، اور مقام قصیبہ کا طرفاء درخت مجھ کو پسند نہیں آیا، تو اس میں میرا قصور ہی کیا ہے۔

(ت)

ص۵۵ تمتع من شمیم عرار نجد   فما بعد العشیۃ من عرار

نرگس نجد کی بھینی بھینی خوشبو سے لطف اندوز ہو لو، اس لئے کہ اب اس شام کے بعد شاید یہ عطر بیز نرگس تم نہ پاسکو۔

ص۶۲ تری الجود یجری ظاھرًا فوق وجھہ   کما زان متن الھند وانی رونق

تم دیکھو گے سخاوت اس کے چہرے پر پوری طرح نمایاں ہے جس طرح ہندی تلوار پر صیقل کی چمک نمایاں ہوتی ہے۔

ص۹۵ تلوم علی أن أمنح الورد لقحۃ   وما تستوی والورد ساعۃ تفزع

میری بیوی مجھے اس بات پر ملامت کرتی ہے کہ میں اپنے گھوڑے ورد کو اونٹنی کا عمدہ دودھ پلا دیتا ہوں، حالانکہ یہ عورت مصیبت کے وقت اس گھوڑے کی برابری نہیں کر سکتی۔

ص۲۶۰ تشتو بمکۃ نعمۃ   ومصیفھا بالطائف

نعمت و خوشحالی کے سبب سردی مکہ میں گزارتی ہے، اور اس کے گرمی گزارنے کی جگہ طائف ہے۔

ص۱۸۲ ۱۔ تشب لمقرورین یصطلیانها   وبات علی النار الندی والمحلق

۲۔ رضیعی لبان ثدی أم تقاسما   بأسحم داج عوض لا نتفرق

۳۔ تری الجود یجری ظاهراً فوق وجهه   کما زان متن الهند والی رونق

۱۔ آگ سردی کھائے ہوئے دو شخصوں کے لئے بھڑکائی جارہی تھی، وہ دونوں اس سے گرمی لے رہے تھے حتیٰ کہ رات گذر گئی اور سخاوت اور محلق دونوں شخص آگ سے گرمی لیتے رہے۔

۲۔ یہ دونوں ایک ہی ماں کی چھاتی کے دودھ پیئے ہوئے ہیں، اندھیری رات میں دونوں نے چھاتی کو تقسیم کیا تھا اور گویا قسم بھی کھائی تھی کہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

۳۔ تم سخاوت کو اس کے (یعنی محلق کے) چہرے پر اس طرح چمکتی دیکھو گے جیسے کہ تابدار تلوار کی تاب اس کے اوپر چمکتی رہتی ہے۔

(ج)

ص۲۷ جادت علیه کل بکر حرة   فترکن کل قرارة کالدرهم

اس پر بھرپور طریقہ سے برسا جدید اور عمدہ بادل جس نے ہر پہاڑی گڑھے کو (پانی سے بھر کر) درہم کی شکل کا (چمکتا ہوا) بنا دیا۔

(ح)

ص۳۲ حمّال ألویة هبّاط أودیة   شهّاد أندیة للجیش جرّار

وہ جھنڈوں کو اٹھانے والا اور وادیوں میں اترنے والا ہے، مجالس میں کثرت سے شریک ہونے والا اور لشکر کی قیادت کرنے والا ہے۔

ص۷۹ حلت بهذا حلّة ثم أصبحت بأخرى فطاب الواديان كلاهما

وہ پہلے اس وادی میں اتری، پھر دوسری وادی میں تو دونوں وادیاں اس کی وجہ سے خوش گوار ہوگئیں۔

ص۹۸ حمامة جرعى حومة الجندل اسجعي فأنت بمرأى من سعاد ومسمع

حومۃ الجندل کی اے پیاسی کبوتری ذرا نغمہ سنج ہوجا، کیونکہ تو (میری محبوبہ) سعاد کی نگاہ و کلام کے پہونچنے کی جگہ پر ہے۔

(د)

ص۳۹ دار سُعدى بشحر عُمَان قد كساها البلى الملوان

لیل و نہار کی گردش نے سعدی کے گھر کو بوسیدہ بنا دیا، جو "شحر عمان" میں واقع ہے۔

(ذ)

ص۶۱ ذكرتك والخطي يخطر بيننا وقد نهلت منا المثقفة السمر

میں نے تم کو اس وقت یاد کیا جب خطی نیزے ہمارے درمیان چل رہے تھے، اور اس سے پہلے سیدھے کئے ہوئے گندم گوں نیزے ہمارے خون سے سیراب ہو چکے تھے۔

ص۶۸ ذريني ما أممتُ بنات نعش من الطيف الذي ينتاب ليلا

ولكن إن أردت فهيّجينا إذا رمقت بأعينها سهيلا

جب تک میرا رخ بنات نعش یعنی شمال کی طرف ہو تو میرے دل میں خیال بن کر نہ آیا کرو لیکن اگر چاہو تو مجھے متوجہ کر سکتی ہو جب میری سواریاں سہیل کے رخ پر یعنی یمن کے رخ کی طرف ہوں۔

(س)

صـ ۱۰۲،۵۵ سلی البانۃ الغیناء بالأجرع الذی به البان هل حییت أطلال دارك

اس گھنے بان کے درخت سے ذرا پوچھو جو مقام اجرع میں واقع ہے، جہاں بان کے بہت سے درخت ہیں کہ میں نے تمہارے گھر کے کھنڈرات کو سلام کیا تھا یا نہیں۔؟

(ف)

صـ ۲،۵۷ ۱۔ فما نطفۃ من ماء مزن تقاذفت به جنبتا الجودی واللیل دامس

۲۔ بأطیب من فیها وما ذقت طعمه ولکننی فیما تری العین فارس

۱۔ بارش کے پانی کے وہ چھینٹے جو جودی نامی پہاڑ کے دونوں پہلوؤں سے ٹکرا کر نیچے گرے ہوں اور رات بہت تاریک ہو۔

۲۔ ان چھینٹوں کا پانی بھی تمہارے لعاب دہن سے زیادہ میٹھا نہیں ہے، میں نے اس لعاب دہن کا ذائقہ لینے کی سعادت نہیں حاصل کی ہے، لیکن میں آنکھوں سے دیکھ کر ہی اس کیفیت کو سمجھتا ہوں۔

صـ ۱۔ فلما نزلنا منزلاً طله الندی أنیقاً وبستاناً من النور حالیا

۲۔ أجدّ لنا طیب المکان وحسنه منی فتمنینا فکنت الأمانیا

۱۔ جب ہم ایک ایسی جگہ خوشگوار منزل میں اترے جس کو شبنم نے شاداب

بنا رکھا تھا، اور ایک ایسے چمن میں جس کو کلیوں نے زینت بخشی تھی۔

۲۔ تو جگہ کی خوشگواری اور اس کے حسن نے تمناؤں کو بیدار کر دیا، اس وقت جب ہم نے تمنائیں کیں تو ہماری تمنائیں تم ہی تھیں۔

ص۱۰۱ فجاء کخوط البان لا متتابع — ولکن بسیما ذی وقار و میسم

پس وہ ظاہر ہوا بان کی نرم و نازک شاخ کی طرح لیکن وقار اور حسن والے کی علامت کے ساتھ۔

ص۱۷۲، ۱۰۱ فلما أقرته اللصاب تنفست — شمال لأعلی مائه و هو قارس

جب اس بارش کے پانی کو پہاڑ کے گڑھے نے اپنے اندر ٹھہرالیا، تو اس پر شمالی ہوا چلی اور وہ پانی بہت زیادہ ٹھنڈا ہو گیا۔

ص۱۰۱ فتوضح فالمقراة لم یعف رسمها — لما نسجتها من جنوب وشمأل

پھر مقام توضح اور مقراۃ جس کے نشانات ابھی مٹے نہیں ہیں باوجودیکہ جنوب و شمال کی ہوائیں ان پر باری باری چلتی رہی ہیں۔

ص۱۸۲ فغض الطرف إنك من نمیر — فلا کعبًا بلغت ولا کلابا

تم اپنی نگاہ کو نیچی کرو کہ تم قبیلۂ نمیر سے ہو، کتنی شرم کی بات ہے کہ تم نہ تو قبیلۂ کعب تک پہونچے اور نہ کلاب تک۔

ص۲۱۵ ۱۔ فاذا انتشیت فـــانني — رب الخورنق والسدیر

۲۔ وإذا صحوت فـــانني — رب الشویهة والبعـــیر

۱۔ پس جب میں نشہ میں آتا ہوں تو اس وقت میں قصر خورنق و سدیر کا مالک ہوتا ہوں۔

۲۔ اور جہاں نشہ اترا تو پھر وہی اونٹ اور بکریوں کا مالک۔

ص۲۱۶ ۱۔ فانك كالليل الذی هو مدرکی   وإن خلت أن المنتأی عنك واسع

۲۔ وأنت ربیع ینعش الناس سیبه   وسیف أعیرته المنیة قاطع

۱۔ بیشک تم اس رات کی طرح جو مجھکو پالینے والی ہے اگرچہ میں یہ سمجھوں کہ میں خاصا تم سے دور ہو سکتا ہوں۔

۲۔ اور تم وہ بہار ہو جس کی بخشش لوگوں کو خوشحالی اور فرحت بخشتی ہے اور وہ تیز تلوار ہے جس موت کے ہاتھ میں دے دی گئی ہو۔

(ق)

ص۵۳ وقد یعقل القل الفتی دون همه   وقد کان لولا القل طلاّع انجد

اور کبھی کبھی مال کی کمی نوجوان کو اس کی ہمت وارادہ تک پہونچنے سے روک دیتی ہے حالانکہ اگر اس کے پاس مال کی کمی نہ ہوتی تو وہ بلندیوں پر چڑھنے والا تھا۔

ص۵۴ ۱۔ قفا ودّعا نجداً ومن حل بالحمیٰ   وقلّ لنجد عندنا أن یودّعا

۲۔ بنفسی تلك الأرض ما أطیب الربیٰ   وما أحسن المصطاف والمتربعا

۳۔ ولیست عشیات الحمی برواجع   علیك ولكن خلّ عینیك تدمعا

۱۔ اے میرے دونوں ساتھیو ٹھہرو نجد کو اور نجد کے رہنے والوں کو رخصت کر لو، اگرچہ نجد کو الوداع کہنا میرے نزدیک بہت کمتر ہونے والی بات ہے۔

۲۔ قربان جاؤں میں اس زمین پر، یہ کسقدر اچھی اور خوش گوار ہے اور اس کے موسم بہار و گرما گزرنے کی جگہیں کتنی پر لطف اور خوبصورت ہیں۔

۳۔ یہ سمجھ لو کہ اب حمی (یعنی وطن) کی گزری ہوئی شامیں واپس آنے والی نہیں ہیں اس لئے آنکھوں کو جی بھر کر رو لینے دو۔

ص۲۲ وقد اغتدی والطیر فی وکناتھا لغیث من الوسمی رائدہ خالی

میں صبح کو نکلتا ہوں جبکہ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں، موسم کی پہلی بارش کے لئے جس کی تلاش کرنے والا خالی ہاتھ رہتا ہے۔

ص۱۵۷ قلیل التشکی للمھم یصیبہ کثیر الھوی شتی النوی والمسالك

بہت ہی کم شکوہ کرتا ہے کسی تکلیف کا جو اس کو پہونچتی ہے، وہ بلند حوصلہ مختلف راہوں اور طریقوں والا ہے۔

ص۱۸۲ قوم ھم الأنف والأذناب غیرھم ومن یسوّی بأنف الناقة الذنبا

وہ ایسے لوگ ہیں جو ناک سمجھے جاتے ہیں، اور دم ان کے سوا دوسرے لوگ ہیں اور کون ہے جو اونٹنی کی ناک اس کی دم کے برابر سمجھتا ہو۔

(ك)

ص۸۸ کأنی غداة البین یوم تحملوا لدی سمرات الحی ناقف حنظل

گویا کہ میں جدائی کی صبح کو جس دن وہ کوچ کر گئے محلہ کے ببولوں کے پاس حنظل کی گٹھلیاں توڑ رہا تھا۔

ص۱۳۱ کأن لم یکن بین الحجون إلی الصفا أنیس ولم یسمر بمکة سامر

گویا کہ حجون سے صفا تک کوئی مانوس شخص نہیں رہا ہو، اور نہ مکہ میں کسی باتیں کرنے والے نے باتیں کی ہوں۔

ص۲۳۶ کأن ثبیرًا فی عرانین وبلہ کبیر أناس فی بجاد مزمل

ثبیر پہاڑ اس کی موسلا دھار بارش میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بزرگ آدمی کمبل اوڑھے موجود ہو۔

(ل)

ص۴۶ ولقد ضللت أباك يطلب دارما كضلال ملتمس طريق وبار

تم نے اپنے باپ کو کھو دیا وہ دارم کو تلاش کر رہا ہے، جیسے مقام وبار کے راستے کو تلاش کرنے والا کھو جائے۔

ص۵۴ ۱۔ لاحبذ أنت یاصنعاء من بلد ولاشعوب هوی منی ولانقم

۲۔ وحبذا حین یمسی الریح باردة وادی أشیّ وفتیان به هضم

۱۔ اے صنعاء تو کوئی اچھا شہر نہیں ہے اور نہ مقام شعوب مجھ کو پسند ہے نہ جبل نقم۔

۲۔ ہاں عمدہ اور پسندیدہ ہے وادی اشیّ جب کہ وہاں سر شام ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، اور وہاں کے فیاض وسخی نوجوانوں کی ایک جماعت۔

ص۱۵۴ لایسألون أخاهم حین یندبهم فی النائبات علی ما قال برهانا

وہ لوگ اپنے بھائی سے کوئی دلیل نہیں مانگتے، جب وہ ان کو مصیبتوں کے وقت پکارتا ہے۔

ص۱۵۵ لك المرباع فینا والصفایا وحکمك فی النشیطة والفضول

تمہارا حق ہے ہمارے مال غنیمت میں ایک چوتھائی، اور جو کچھ تم خصوصی طور پر پسند کر لو اور سر راہے حاصل ہو جانے والے مال غنیمت میں جو تم چاہو اور تقسیم سے بچ جائے وہ سب۔

ص۱۵۷ ۱۔ لحا الله صعلوکاً إذا جن لیله مصافی المشاش آلفاً کل مجزر

۲۔ یعد الغنی من نفسه کل لیلة أصاب قراها من صدیق میسر

۱۔ اللہ تعالیٰ گوشت والی ہڈیوں سے الفت رکھنے والے اس فقیر کو ہلاک کرے جو

رات آتے ہی ہر مدنج کی طرف لپکتا ہے۔

۲۔ اور جس رات اپنے کسی خوش حال دوست سے کوئی کھانا پا جاتا ہے تو وہ اس کو اپنی مالداری تصور کرتا ہے۔

ص۱۵۷
۱۔ ولكن صعلوكاً صفيحة وجهه — كضوء شهاب القابس المتنور
۲۔ مطلا على أعداءه يزجرونه — بساحتهم زجر المنيح المشهر
۳۔ إذا بعد والا يأمنون اقترابه — تشوف أهل الغائب المتنظر

۱۔ لیکن وہ فقیر جس کے چہرے کا ظاہری بشرہ آگ لینے والے شخص کے چمکدار انگارے کی روشنی کی طرح چمکدار ہے۔

۲۔ جو اپنے دشمنوں پر ہر وقت مسلط رہتا ہے، اور وہ اس پر بڑبڑاتے اور گالیاں دیتے رہتے ہیں، اپنے علاقوں میں جس طرح قرعہ میں نامرغوب تیر بار بار نکل آنے پر وہ اس تیر کو برا بھلا کہتے ہیں۔

۳۔ جب وہ دور ہو جاتا ہے تو وہ لوگ اس کے قریب آجانے سے ڈرتے رہتے ہیں، جس طرح غیر موجود شخص کے بارے میں جس کی واپسی متوقع ہو اس شخص کے گھر والے منتظر رہتے ہیں۔

ص۲۱۷
۱۔ لله در عصابة نادمتهم — يوماً بجلق في الزمان الأول
۲۔ يمشون في الحلل المضاعف نسجها — مشى الجمال إلى الجمال البزل
۳۔ يسقون من ورد البريص عليهم — بردى يصفق بالرحيق السلسل
۴۔ بيض الوجوه كريمة أحسابهم — شم الأنوف من الطراز الأول

۱۔ اللہ ہی کے لئے اس جماعت کی خوبی ہے، جن کے ساتھ میں نے کبھی مقام جلق

(دمشق میں ہم نشینی کی ہے، اور یہ پہلے زمانے کی بات ہے۔

۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسہرے بنے ہوئے لباس پہن کر اس طرح چلتے ہیں جیسے معمر اور مضبوط اونٹوں کی قطار جو آگے پیچھے باوقار چلتے ہیں۔

۳۔ یہ لوگ اپنے مہمانوں کو جوان کے پاس نہر بریص پر آتے ہیں نہر بردی کا عمدہ پانی پلاتے ہیں جو انتہائی خوشگوار خالص شراب میں ملا یا ہوتا ہے۔

۴۔ یہ گورے چہرے والے شریف النسب ہیں، اور اونچی ناک والے اول درجہ کے لوگوں میں سے ہیں۔

ص۹۱ ۱۔ لقد عظم البعیر بغیر لب ۔۔۔ فلم یستغن بالعظم البعیر

۲۔ یصرفہ الصبی بکل وجہ ۔۔۔ ویحبسہ علی الخسف الجریر

۳۔ وتضربہ الولیدۃ بالھراوی ۔۔۔ فلا غیر لدیہ ولا نکیر

۱۔ اونٹ بڑا ہو گیا مگر بغیر عقل کے لہذا اونٹ اپنی بڑائی سے کام نہ لے سکا۔

۲۔ بچہ بھی اس کو جدھر چاہتا ہے پھرا تا رہتا ہے، اور رسی اس کو مجبور دست بنائے رہتی ہے۔

۳۔ اور بچی بھی اس کو ڈنڈوں سے مارتی ہے، نہ تو اس کو اس پر غیرت آتی ہے، اور نہ اظہار ناگواری۔

(۴)

ص۹۲ ۱۔ والمطعمون إذا ھبت شامیۃً ۔۔۔ وبأکرا لحی من صرّادھا صرم

۲۔ وشتوۃ فلّوا أنیاب لزبتھا ۔۔۔ عنھم إذا کلحت أنیابھا الأزم

۳۔ حتی انجلی حدّھا عنھم ۔۔۔ وجارھم بنجوۃ من حذار الشر معتصم

۱۔ اور وہ کھلانے والے ہیں جبکہ شام سے آنے والی ہوائیں چلتی ہیں اور قبیلہ پر بادل کے ٹکڑے پھیل جاتے ہیں۔

۲۔ کتنے قحطوں کے سخت دانتوں کو انھوں نے کند کر دیا جو ان پر اپنے دانتوں کو نکال کر مسلط ہونا چاہتے تھے۔

۳۔ یہاں تک کہ ان کی سختی ان سے دور ہوگئی اور ان کا پڑوسی ...... شر کے خوف سے مامون ہوگیا۔

ص ۱۵۲ مع الغيث ما نلقى ومن هو غالب

بارش کے ساتھ ہم ملتے ہیں، اور ان میں جو غلبہ و اقتدار رکھتے ہیں۔

ص ۱۵۴ ما أنا إلا من غزية إن غوت غويت وإن ترشد غزية أرشد

میں تو خاندان غزیہ کا ایک فرد ہوں، اگر یہ خاندان گمراہی میں جائے گا تو میں گمراہی میں پڑ جاؤں گا، اور اگر غزیہ صحیح راستہ پر جائیگا میں بھی صحیح راستہ جاؤں گا۔

(ن)

ص ۵۳ نبي يرى ما لا ترون وذكره أغار لعمري في البلاد وانجدا

وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں سے واقف ہیں جن سے تم ناواقف ہو، اور ان کا شہرہ ملک کے کونے کونے میں پہونچ چکا ہے، کیا نشیبی مقامات اور کیا بلند۔

(ھ)

ص ۶ هجان الحي كالذهب المصفى صبيحة ديمة يجنيه جاني

قبیلہ کا سردار اس خالص سونے کی طرح ہے جس کو اٹھا کر لانے والا بارش والی رات کی صبح کو اٹھا کر لایا ہو۔

(ی)

ص۸۵ يباريَن الأعنة مصعدات على أكتافها الأسل الظماء

وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے اپنی لگاموں سے بھاگ نکلنا چاہتے ہیں، اور ان کے کندھوں پر پیاسے نیزے ہوتے ہیں۔

ص۸۵ يمنيننا حتى ترف قلوبنا رفيف الخزامى بات طل يجودها

وہ ہمیں تمنائیں دلاتی ہیں یہاں تک کہ ہمارے دل خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں، جیسے خزامی کے پھول جھوم اٹھتے ہیں، جب کہ پوری رات ان پر شبنم افشانی ہوتی رہی ہو۔

ص۱۵۷ ۱۔ يظل بموماة ويمسي بغيرها جحيشا ويعروري ظهور المهالك

۲۔ يرى الوحشة الأنس الأنيس ويهتدي بحيث اهتدت أم النجوم الشوابك

۱۔ اگر وہ ایک صحراء میں دن گذارتا ہے، تو شام دوسرے چٹیل میدان میں کرتا ہے بالکل تنہا، اور خطرات سے بالکل نہیں ڈرتا بلکہ وہ ان کی ننگی پیٹھوں پر سوار ہوجاتا ہے۔

۲۔ تنہائی کو اپنا محبوب ساتھی تصور کرتا ہے، اور ستارہ (ثریا) کے راہ پانے کی طرح خود اپنی راہ پالیتا ہے۔

ص۲۷۳ يا راكبا إن الأثيل مظنة من صبح خامسة وأنت موفق

اے مسافر یہ جان لو کہ اثیل ہی پیش نظر ہے، پانچویں روز کی صبح کو تم کامیابی کے ساتھ کام کرنا حاصل ہو۔

مصنف کی دیگر تصنیفات

دو مہینے امریکہ میں ـــــ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے سفر امریکہ کی مفصل رُوداد مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے جو مولانا موصوف کے رفیق سفر تھے، بڑے دلچسپ و دلنشیں انداز میں مرتب کی جس میں امریکہ کی مادّی و صنعتی ترقی، تعلیمی و تحقیقی سرگرمی، انفرادی رواداری وگرم جوشی کے جائزے کے ساتھ اس کے معنوی افلاس، اخلاقی گراوٹ اور زوال، دولت و لذت کی طلب اور ہوس کی تصویر بھی پیش کی گئی ہے اور اسلامی دعوت کے امکانات، امریکی مسلمانوں کی اجتماعی حالت "کالے" مسلمانوں کے مسائل پر تبصرہ اسی سفرنامہ کی چند ممتاز خصوصیات ہیں۔

امریکی تہذیب و تمدن پر اسلامی نقطۂ نظر اور ایک مسلمان کے مشاہدات و تاثرات جاننے کے لئے یہ سفرنامہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کتاب اہم تاریخی مقامات کی تصویروں سے مزیّن ہے، جس کی وجہ سے قاری کے معلومات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ قیمت اٹھارہ ۱۸ روپئے۔

حج و مقامات حج ـــــ سفر حج پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر یہ مختصر کتاب اپنی اہمیت وافادیت کی وجہ سے بڑی انفرادیت و خصوصیت کی حامل ہے اس میں حج وعمرہ کے ضروری مسائل کے ساتھ حرمین شریفین کے اُن مقامات مقدسہ کا تاریخی وجغرافیائی اور مذہبی تعارف کرادیا گیا ہے جن سے ایک حاجی اور زائر کو عام طور پر واسطہ پڑتا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب حجاج کرام اور عام لوگوں کے لئے ایک رہنما کتاب اور گائڈ بک کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہر پڑھے لکھے مسلمان کو فائدہ اٹھانا چاہیئے، کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر تاریخی مقامات کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت چھ ۶ روپئے۔